تحقیق باغ فدک

(کتب سنی و شیعہ سے)

رحمۃ اللہ علیہ
محقق اہلسنت مناظر اسلام علامہ محمد علی نقشبندی

طالب دعا۔ زوہیب حسن عطاری

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	باب اوّل۔	۳۹
۲	بحث فدک کا مقدمہ	۳۹
۳	بحث فدک میں شیعوں کا عقیدہ	۴۱
۴	بحث فدک میں اہلسنت کا عقیدہ اور شان صحابہ از کتب شیعہ	۴۲
۵	فصل اوّل باغ فدک کی تحقیقی بحث	۴۳
۶	بستی فدک کی جغرافیائی حدود	۴۳
۷	باغ فدک کیا تھا اور اس کے مصارف دور نبوی میں کیا تھے۔	۴۵
۸	باغ فدک کی حدودِ اربعہ کے بارے میں شیعی روایات پر تنقیدی نظر	۴۹
۹	شیعوں سے اہل سنت کا ایک سوال	۵۳
۱۰	شیعی عقیدہ میں نبی کریمؐ نے سیدہ فاطمہ کو باغ فدک کے علاوہ سات باغ اور بھی دے دیئے تھے۔	۵۵
۱۱	نبی علیہ السلام پر مسلمانوں کے مال سے کنبہ پروری کا الزام	۵۵
۱۲	عہدِ رسالت میں مسلمانوں کی تنگدستی کا عالم۔ بحوالہ قرآن	۵۷

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۵۹	اہل بیت رسول کو اللہ نے دنیاوی مال و دولت سے منع فرمایا ہے۔ بحوالہ قرآن	۱۳
۶۰	مقام غور۔	۱۴
۶۲	باغ فدک سے متعلقہ شیعی روایات میں ذکر کردہ آیت آت ذالقربی کا غلط شان نزول۔	۱۵
۶۳	شیعوں کی ایک گپ، کہ ابوبکر نے سیدہ فاطمہ کو باغ فدک کی ملکیت کا پروانہ لکھ دیا تھا جو عمرؓ نے چھین کر پھاڑ ڈالا	۱۶
۶۳	مذکورہ گپ کا جواب نمبر ۱، کہ بقول شیعہ کتب صدیقی فیصلے سے سیدہ فاطمہؓ راضی ہو گئی تھیں۔	۱۷
۶۶	مذکورہ گپ کا جواب نمبر ۲، کہ بقول شیعہ کتب عہد فاروقی میں عدل و انصاف کا عالم	۱۸
۶۸	فدک کا مطالبہ کرنا سیدہ فاطمہؓ کی عصمت کے خلاف تھا، معتبر شیعہ مورخ	۱۹
	فصل دوم	
۷۱	مالِ فیٔ کی تعریف اور اس کا حکم قرآن اور اقوال ائمہ سے	۲۰
۷۷	باغ فدک مالِ فیٔ میں سے تھا۔ معتبر شیعہ کتب کا بیان	۲۱
۸۴	فدک کے متعلق سیدہ فاطمہؓ کی خدمت میں صدیق اکبرؓ کی گزارش، شیعہ کتب کی زبانی	۲۲
	فصل سوم	
۸۷	باغ فدک نہ ملنے پر سیدہ فاطمہؓ کی خلیفہ وقت صدیق اکبرؓ سے ناراضگی کی تحقیق	

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۲۴	غَضِبَتْ فاطمۃ کے الفاظ والی سنی روایات، روایات بالمعنی ہیں۔ اس کے دلائل۔	۹۱
۲۵	سیدہ فاطمہ رضؓ کی ناراضگی والی سنی روایات کی تفصیل	۹۲
۲۶	خلاصہ مذکورہ روایات کے سات فوائد	۱۰۱
۲۷	ایک غلط فہمی کا ازالہ	۱۰۴
۲۸	ایک تحقیقی مقالہ	۱۰۷
۲۹	**فصل** کیا بنت رسول کی ناراضگی خلافت کے کے استحقاق پر اثر انداز ہو سکتی ہے؟	۱۰۷
۳۰	ابوجہل کی لڑکی سے حضرت علی رضؓ نے نکاح کرنا چاہا تو سیدہ فاطمہ رضؓ ان سے ناراض ہو گئیں۔ بحوالہ شیعہ کتب	۱۰۸
۳۱	حضرت علی رضؓ نے اپنا باغ صدقہ کیا تو سیدہ فاطمہ رضؓ نے انہیں غصے سے مارا۔ (معاذ اللہ) بحوالہ شیعہ کتب	۱۰۹
۳۲	حضرت علی سے عقد ہونے پر سیدہ فاطمہ رضؓ غم و غصہ سے رو پڑیں۔ بحوالہ شیعہ کتب	۱۱۲
۳۳	لمحہ فکریہ	۱۱۳
۳۴	حضرت علی کے جائز فعل پر سیدہ ان سے ناراض ہو کر میکے چلی گئیں	۱۱۴
۳۵	**فصل** باغ فدک کے ہبہ کی سنی روایات اور ان کی تحقیق	۱۱۵

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۳۶	فدک کے متعلق شیعوں کے دو متضاد دعوے	۱۱۷
۳۷	سنی روایات کا راوی ابو سعید کون ہے۔	۱۱۷
۳۸	ان روایات کا ایک راوی مدلس شیعہ ہے۔ بحوالہ معتبر کتب رجال	۱۱۸
۳۹	شیعوں کی ایک دھوکہ دہی کی حقیقت	۱۲۷
۴۰	اہل سنت کا ایک سوال اگر فدک سیدہ فاطمہؓ کے لیے ہبہ تھا تو پھر میراث کا دعویٰ کیوں ہے۔	۱۵۰
۴۱	**فصل** انبیاء کی مالی میراث نہیں ہوتی۔ شیعہ کتب کی تحقیق	۱۵۳
۴۲	مسئلہ میراث انبیاء میں شیعوں کے اعتراضات اور ان کے جوابات	۱۵۶
۴۳	اعتراض نمبر ۱ آیات میراث اور جوابات	۱۵۶
۴۴	اعتراض نمبر ۲ سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے وارث بنے	۱۵۹
۴۵	جواب۔ جناب سلیمان کو علمی میراث ملی۔ بحوالہ معتبر شیعہ کتب	۱۶۰
۴۶	اہل سنت کا سوال۔ علی مرتضےٰ رضؓ نے اپنے دورِ خلافت میں باغ فدک واپس کیوں نہ لیا۔	۱۶۴
۴۷	شیعوں کی طرف سے مذکورہ سوال کے لایعنی جوابات کی تفصیل	۱۶۶
۴۸	خود شیعہ کتب سے شیعی جوابات کی تردید	۱۷۱
۴۹	بقول ائمہ اہل بیت اہل سنت ہی حقیقتاً محبان اہل بیت ہیں۔	۱۸۲
۵	اہل بیت کے حق میں شیعوں کی گستاخیاں۔ اور ان کی سزائیں۔	۱۸۳
۵۱	مرتے وقت شیعوں کے منہ سے منی نکلتی ہے۔ بحوالہ شیعہ کتب	۱۸۴

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۵۲	قبر میں شیعوں کا منہ قبلہ سے پھیر دیا جاتا ہے	۱۸۵
۵۳	**فصل** سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے راضی تھیں	۱۸۷
۵۴	اس بارہ میں روایات اہل سنت	۱۸۸
۵۵	اس بارہ میں روایات اہل تشیع	۱۹۳
۵۶	باغ فدک کے متعلق صدیقی فیصلہ عمل رسول کے عین مطابق تھا بحوالہ شیعہ کتب	۱۹۳
۵۷	ابوبکر کے دلائل سن کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے راضی ہو گئیں۔ بحوالہ شیعہ کتب	۱۹۵
۵۸	امام زید ابن علی نے صدیقی فیصلہ کو اپنا فیصلہ قرار دیا	۱۹۸
۵۹	امام باقر نے فرمایا صدیق اکبر نے فدک کے بارے میں ہم پر رائی بھر ظلم نہیں کیا۔ بحوالہ شیعہ کتب	۲۰۱
۶۰	حضرت علی رض اپنے دور خلافت میں بھی فدک کے متعلق صدیقی فیصلے کی مخالفت جائز نہ سمجھتے تھے۔	۲۰۳
۶۱	حضرت علی رض نے فرمایا باغ فدک کے متعلق شیخین کی مخالفت سے مجھے اللہ سے حیاء آتی ہے۔	۲۰۵
۶۲	مذکورہ شیعہ روایات سے حاصل ہونے والے فوائد	۲۱۰
۶۳	شیعہ راویوں نے صحابہ اور اہل بیت میں نفرت اور عداوت کے قصے از خود بنائے اور امام باقر رضی اللہ عنہ نے ان پر لعنت کی ایک اعتراض اور اس کا جواب	۲۱۳

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۶۵	بہتان فدک کے چار ستون اور ان کا اسقاط	۲۱۹
۶۶	**فصل** سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں شیخین کی عدم شمولیت کے طعن کا جواب	۲۲۴
۶۷	شیخین کو جنازہ فاطمہؓ کی اطلاع نہ ہونا دو وجہ سے باطل ہے۔ بقول شیعہ کتب	۲۲۵
۶۸	وفات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پر لوگوں کی چیخ و پکار سے مدینہ طیبہ میں زلزلہ آگیا	۲۲۸
۶۹	ابو بکر صدیق رضؓ اور عمر فاروق رضؓ تعزیت کے لیے حضرت علی رضؓ کے پاس آئے بحوالہ معتبر شیعہ کتب	۲۳۲
۷۰	حضرت صدیق اکبر رضؓ کی بیوی نے سیدہ فاطمہ رضؓ کو غسل دیا اور کفن پہنایا۔ بحوالہ شیعہ کتب	۲۳۳
۷۱	بقول شیعہ کتب سیدہ فاطمہ رضؓ کا جنازہ صرف سات آدمیوں نے پڑھا جن میں جعفر طیار امام حسن و حسین اور حضرت عباس وغیرہ ہم بھی شامل نہیں ہیں۔	۲۲۷
۷۲	**ایک تحقیقی بحث** امامت صلوٰۃ کے لیے اسلامی قانون شیعہ کتب کے آئینہ میں	۲۲۹
۷۳	اسلامی قانون کے مطابق سیدہ فاطمہ رضؓ کے جنازہ کی امامت کے سب سے زیادہ حق دار ابو بکر صدیق رضؓ تھے۔	۲۴۳

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۷۴	سیدہ فاطمہ رضؓ کا جنازہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھایا۔ بحوالہ معتبر کتب اہل سنت	۲۴۴
۷۵	امام حسینؓ نے سنت پر عمل کرتے ہوئے امام حسن اور سیدہ ام کلثومؓ کا جنازہ حاکم وقت سے پڑھوایا۔ بحوالہ معتبر شیعہ کتب	۲۴۴
۷۶	شیعہ کتب سے سیدنا صدیق اکبرؓ کی اہل بیت سے محبت و عقیدت کے حوالہ جات	۲۵۰
۷۷	حوالہ نمبر ۱، آپ نے اپنا سب کچھ سیدہ کی خدمت میں پیش کر دینے کی درخواست کی	۲۵۰
	حوالہ نمبر ۱، ۲۔ بحوالہ معتبر کتب شیعہ	۲۵۲
۷۸	حوالہ نمبر ۳۔ صدیق اکبرؓ کا امام حسن سے والہانہ پیار	۲۵۴
۷۹	حضرت صدیق اکبرؓ پر اہل بیت کے اعتماد اور یقین پر شیعہ کتب کے حوالہ جات	۲۵۷
۸۰	حوالہ نمبر ۱-۲: اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ ہجرت میں صدیق اکبرؓ کو ساتھی بنائیں۔	۲۵۷
۸۱	حوالہ نمبر ۳-۴: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت تمام وصیتیں ابوبکر صدیقؓ سے کہیں۔	۲۶۱
	غصب فدک اور ناراضگی فاطمہؓ کے متعلق پیر طریقت حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کا بیان	۲۶۶

باب اول:-

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر کیے گئے مطاعن

طعن اوّل ــــــــــ غصب فدک

الحمد للہ رب العلمین۔ والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین اجمعین۔ اما بعد

برادرانِ اسلام۔ اہل علم حضرات اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں۔ کہ اہل سنت وجماعت اور اہل تشیع بہت سے مسائل میں مختلف نقطہ نظر کے قائل اور مؤید ہیں۔ تحریر و تقریر سے اپنے ان نظریات کی حقانیت اور فریق مخالف کی تکذیب کا بازار صدیوں سے گرم ہے۔ اور آج بھی اس کی تمازت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ بلکہ اس وقت جب کہ تحقیق و تدقیق کے آسمان پر جہالت، کم علمی اور خود غرضی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ ان میں اور اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اور اپنی فکری تائید کے لیے اگر کسی صحابی کی گستاخی ہو رہی ہو۔ کسی اہل بیت کا دل دکھ رہا ہو۔ کسی آیت قرآنی کی تکذیب ہو رہی ہو۔ یا کسی حدیث سے اعراض برتا جا رہا ہو۔ تو یہ سب کچھ گوارہ لیکن ابطال فکر اور تردید عقیدہ کسی صورت برداشت نہیں۔

ان بہت سے مختلف فیہ مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ "مسئلہ خلافت" ہے۔ جس کے بارے میں ہم گذشتہ اوراق میں بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ جنہیں پڑھ کر آپ خود فیصلہ کر سکیں گے۔ کہ حق کیا ہے۔ اور باطل کے پجاری کون ہیں۔ محبان اہل بیت کون ہیں۔ اور "نام نہاد" محبان اہل بیت" کون ہیں؟

دوسرا مسئلہ "فدک" کا ہے۔ جس کی اہمیت کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس باغ کی نسبت،

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سیدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی طرف کی جاتی ہے۔ اور آپ کی شخصیت ایسی عظیم ہے۔ کہ بعض روایات کے مطابق آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کائنات کی تمام عورتوں کی سردار فرمایا۔ اور آپ کی افضلیت سب پر قائم فرمائی۔ تو جس شخصیت کی عظمت کا یہ عالم ہو کہ کائنات کی، کوئی عورت اس عظمت تک نہ پہنچ سکے۔ اس عظیم شخصیت کو جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم، نے "باغ فدک" عطا فرمادیا۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اس انتظار میں تھے۔ کہ ہم جتنا جلدی ہو سکے۔ سیدہ فاطمہ سے اس کو چھین لیں۔ اور ان کی گزر اوقات کا بہت بڑا ذریعہ جب اُن سے چھین لیا جائے گا۔ تو وہ کس مپرسی کی زندگی بسر کریں گی۔ تو ان دونوں صاحبوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد آپ کی دختر نیک اختر سے چُن چُن کر بدلے لیے۔ اور دشمنیٔ رسول کا حق ادا کر دیا (معاذ اللہ)

جب دختر رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کی عدالت میں اس باغ کا مطالبہ کیا۔ تو اپنی دیرینہ مخفی دشمنی کی بنا پر ابوبکر نے انہیں اس حق سے محروم رکھنے کے لیے فوراً ایک من گھڑت حدیث پیش کر کے خاموش کرنا چاہا۔ حدیث یہ تھی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ نَحْنُ الْاَنْبِيَاءُ لَا نُوَرِّثُ دِرْهَمًا وَّلَا دِيْنَارًا اِلَّا عِلْمًا وَّحِكْمَةً،

ہم انبیاء کرام کی وراثت درہم و دینار نہیں ہوتی۔ بلکہ علم و حکمت کی وراثت ہم چھوڑ جاتے ہیں۔

اور لوگوں کو اس میں سے ہی حصہ ملے گا۔ لیکن سیّدہ خاتون جنت بھی کچی گولیاں کھیلنے والی نہ تھیں۔ کہ وہ اس طرح کی موضوع روایت سن کر (اور وہ بھی اپنے والد گرامی کی طرف، نسبت سے) خاموش ہو کر اپنا مطالبہ چھوڑ دیتیں۔ آپ کو اس خنجر دشمنی اور اہل بیت سے عداوت کا پہلے سے علم تھا۔ اس لیے بنت رسول نے اس حق پر "شہادت" سے ثابت کر دیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "باغ فدک" میری ملکیت کر دیا تھا،

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لہذا مجھے میری ملک ملنی چاہیئے۔ ابوبکر کے لیے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ کہ وہ باغ حوالے کر دیتے۔ لہذا انھوں نے بادلِ نخواستہ مجبور ہو کر اس باغ کا فیصلہ سیدہ خاتونِ جنت کو لکھ دیا۔ مگر خدا کا کرنا کہ جب سیدہ وہ حکنامہ لے کر واپس تشریف لا رہی تھیں۔ تو راستہ میں، خطاب کا بیٹا عمر ملا۔ اُس نے پوچھا۔ دخترِ رسول! یہ ہاتھ میں کیا ہے؟ تو جواب دیا۔ کہ ایک حکنامہ اور فیصلہ ہے۔ جو ابوبکر نے "باغ فدک" کے بارے میں میرے حق میں کیا ہے۔ یہ سُن کر عمر بن خطاب نے سیدہ کے ہاتھ سے وہ تحریر شدہ فیصلہ چھین لیا۔ اور اس پر تھوک کر زمین پر پھینکا۔ پھر اُسے پاؤں سے روند ڈالا۔

سیدہ یہ دیکھ کر روتی ہوئیں گھر واپس تشریف لے آئیں۔ اور ان دونوں کی دیرینہ دشمنی، اس طرح اب کھل کر سامنے آگئی۔ اور یوں اہلِ بیت کو انھوں نے اپنے ظلم و ستم کی آماجگاہ بنا کر دل کی ہوس پوری کرنی شروع کی۔

یہ تھا وہ افسانہ اور ڈرامہ جسے اس انداز میں بیان کر کے شیعہ حضرات یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت سے صحابہ کرام کی عموماً اور ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کی خصوصاً دشمنی تھی۔ اور عملی طور پر اس کی ابتدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد شروع ہو گئی۔ جب یہ لوگ خیالاتی دنیا سے نکل کر عملی طور پر دشمن اہل بیت ہو گئے۔ تو ان کی خلافت و امامت کب صحیح اور درست ہو سکتی ہے؟ لہذا معلوم ہوا۔ کہ یہ لوگ (معاذ اللہ) غاصب خلافت تھے۔ اور امامت کے بالکل مستحق نہ تھے۔؟

حالانکہ یہ لوگ اگر کچھ معمولی بھی سوجھ بوجھ کے مالک ہوتے۔ اور قرآن و حدیث کا انہیں معمولی بھی علم ہوتا۔ اور تعصب کی عینک نظر سے اتار کر دیکھتے۔ تو انہیں خود بخود معلوم ہو جاتا۔ کہ تبلیغ دین اور اشاعتِ اسلام کا جو طریقہ ان لوگوں نے اپنا رکھا ہے۔ اس سے بربادیٔ دین و ایمان اور عداوتِ اسلام ہی ٹپکتی نظر آتی ہے۔ قرآن کہے۔ کہ تمام صحابہ، "رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ"، کی صفت سے موصوف تھے۔ اور تم ان کے درمیان بغض و عناد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ثابت کرو۔ قرآن ان کے لیے اپنی نعمت کا ان الفاظ میں ذکر فرمادے۔ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۔۔۔ (پارہ ۱۰ سورۃ انفال) اور تم اس نعمت کی بجائے ان کی باہمی دشمنی ثابت کرو۔ تو کیا تمہاری بات قابل اعتبار و یقین ہے یا اعلان رب العالمین؟ تم علیم بذات الصدور کی بات کو الٹ ثابت کر کے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی چلا رہے ہو۔ صحابہ کرام کے بارے میں یہ باتیں اور خبریں اللہ رب العزت کی ہیں۔ جس کی بات کبھی کذب سے متصف نہیں ہو سکتی۔ جب وہ کذب جیسی صفت کی نسبت سے بھی پاک تو تم کیوں اتنے بے باک؟ تمہاری بے باکی نے ہی تو تمہارے ایمان و اسلام کی کشتی ڈبوئی۔ اور خود تمہیں اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ پھر جن کی خوبی خود صاحب قرآن ان الفاظ میں بیان فرمائیں۔

صَحَابِي كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمْ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ ۔

(۱) (انوار نعمانیہ جلد ۱ ص۱۱ طبع جدید نور مرتضوی)

(۲) (عیون اخبار الرضا جلد دوم ص۸۵ طبع تہران (قمی)

(۳) معانی الاخبار ص۱۵۶ معنی امثل اصحابی کالنجوم)

میرے صحابہ آسمان ہدایت کے روشن ستارے ہیں۔ جس کی بھی تم نے اقتدار کی۔ ہدایت پالی۔

ان حضرات کے بارے میں تم دل میں حسد و عناد رکھو۔ اور تحریر و تقریر سے ان کی اذیت کا سبب بنو۔ تو کس منہ سے دربار خدا میں اور بارگاہ مصطفےٰ میں آؤ گے۔ آپ نے فرمایا۔

مَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِيْ وَمَنْ اٰذَانِيْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ ۔ (الحدیث)

جس نے ان صحابہ کو کوفت پہنچائی۔ اس نے مجھے دکھ دیا۔ اور جس نے مجھے دکھایا۔ اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی۔

شیعہ لوگوں نے اس "باغ فدک" میں اس قدر من گھڑت افسانے تراشے اور پھیلائے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہیں۔ کہ جہاں کہیں بھی فقیر تقریر کے لیے جاتا ہے۔ وہاں اپنے سُنی بھائی بار بار رقعہ جات بھیج کر دریافت کرتے ہیں۔ کہ ہمیں سب سے پہلے یہ سمجھایا جائے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے "باغ فدک"، کن وجوہات کی بنا پر چھینا تھا۔ اور بعض دفعہ، تو صرف اسی مسئلہ کی حقیقت سمجھاتے میں تقریر کا سارا وقت صرف ہو جاتا ہے۔ اس لیے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ اس مسئلہ میں بھی تحقیقی بحث قلم بند کروں۔ تاکہ اس کے ذریعہ خاص و عام مستفید ہو سکے اور ان کی افسانہ تراشیوں سے آگاہی حاصل ہو جائے۔

فصل اوّل

فدک کی تحقیقی بحث

فدک بفتحتین نام دیہے از خیبر۔ (قاموس) یعنی "فدک"، حرف فاء اور دال کے زبر کے ساتھ، خیبر کے ایک گاؤں کا نام ہے۔ "قاموس اور منتخب"، میں بھی اس لفظ کا یہی معنی لکھا ہوا ہے۔

ایک شہر کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ سے دو دن کی مسافت پر واقع ہے۔ اور خیبر سے صرف ایک منزل دُور ہے۔ (مصباح اللغۃ)

فدک ایک گاؤں ہے۔ جو حجاز میں واقع ہے۔ اور اس کی مسافت مدینہ منورہ سے دو دن کی ہے۔ بعض روایات کے مطابق تین دن کی راہ کی مسافت بھی آئی ہے۔

(معجم البلدان)

ازروئے کتب شیعہ فدک مالِ فئی تھا جو بحکم قرآن عام مسلمین کے لیے ہوتا ہے۔

فدک کے بارے میں شیعہ سُنی تمام اس پر متفق ہیں۔ کہ یہ مقام و موضع یا شہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں بغیر جنگ و جدال کے آیا۔ اس کی خاطر کوئی منصوبہ بندی اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طاقت استعمال کرنے کا کوئی موقع اور ضرورت درپیش نہ ہوئی۔ اور ایسا علاقہ یا مال فیٔ کہلاتا ہے دوسرا اس امر پر بھی دونوں گروہوں کا اتفاق ہے۔ کہ مال فیٔ کسی کو ہبہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان دونوں متفقہ امور کے ثبوت کے لیے ہم شیعہ کتب سے دو حوالہ جات قارئین کے پیش نظر کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

حوالہ نمبر (۱)

صاحب معجم البلدان گفتہ، فدک قریہ ایست میانِ حجاز۔ درمیانِ او و مدینہ دو روزہ راہ است و بعضے گفتہ اند سہ روزہ و آں قریہ از کفار خیبر بود کہ بطریق مصالحۃ درتحت تصرف آں حضرت درآمدہ بود و بموجب دین الٰہی خالصۃ حضرت رسالت پناہی شدہ بود۔ و درآنجا چشمہ آب رواں و درختہائے خرما بسیار بود

(مجالس المومنین جلد اول ص۴۹ مطبوعہ تہران در ذکر فدک)

ترجمہ:۔ "معجم البلدان"، کے مصنف نے کہا۔ کہ "فدک"، حجاز میں واقع ایک گاؤں ہے۔ مدینہ منورہ اور اس کے درمیان دو دن کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ اور بعض مؤرخین کہتے ہیں۔ کہ ان دونوں کی مسافت تین دن کے فاصلہ کے برابر ہے۔ یہ گاؤں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تصرف میں لائے۔ جس کی خاطر کوئی جنگ نہ کرنا پڑی۔ اور آپ کے تصرف میں آنے سے قبل یہ "خیبر"، کے، کفار کی ملکیت تھا۔ اور اللہ کے دین کے فیصلہ کے مطابق یہ موضع صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہوا۔ اس موضع میں ایک بہتا، ہوا چشمہ اور کھجوروں کے بہت سے درخت تھے۔

حوالہ نمبر (۲)

عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَسْبَاطٍ قَالَ لَمَّا وَرَدَ اَبُو الْحَسَنِ مُوْسٰی عَلٰی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْمَهْدِيَّ رَآهُ يَرُدُّ الْمَظَالِمَ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَا بَالُ مَظْلِمَتِنَا لَا تُرَدُّ فَقَالَ لَهُ وَمَا ذَاكَ يَا أَبَا الْحَسَنِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَمَّا فَتَحَ عَلَى نَبِيِّهِ فَدَكَ وَمَا وَالَاهَا لَمْ يُوجَفْ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ۔

(اصول کافی جلد اول ص ۵۴۳ کتاب الحجۃ باب الفئ والانفال مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: علی بن اسباط سے مروی ہے۔ کہ جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مہدی عباسی کے پاس آئے۔ تو وہ لوگوں کے غصب شدہ املاک واپس کرتا تھا حضرت نے فرمایا۔ ہمارے غصب شدہ مال کو بھی واپس دے دو۔ اس نے کہا۔ وہ کیا ہے یا ابا الحسن؟ آپ نے فرمایا۔ جب اللہ نے اپنے نبی کو فدک پر فتح دی۔ اور بغیر جنگ حاصل کیا۔

(ترجمہ اصول کافی جلد اول ص ۶۸۳)

مذکورہ دونوں حوالہ جات سے وہی دونوں متفقہ امور بالکل صراحت کے ساتھ معلوم ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ "فدک" رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف کسی جنگ و جدل کے بغیر آیا۔ دوسرا یہ کہ مال غنیمت کے طور پر مقام و موضع بمعہ اس کے لوازمات کے صرف اور صرف، حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف تھا۔ اس میں از روئے حکم خدا کوئی آپ کے ساتھ شریک نہ تھا۔ آپ تنہا اس کے والی و متصرف تھے۔

فدک کیا تھا؟ اس کے مصارف کیا تھے

یہ دو اہم سوال ہیں۔ جن کے جواب سے اس موضوع پر کچھ لکھنا مفید ثابت ہوگا۔ تو میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابتداء میں انہی دو امور کی وضاحت کروں گا۔

چند سطور پہلے آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ "فدک" ایک موضع اور بستی کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ سے تقریباً تین منزل دوری پر واقع ہے۔ اور اس کی نصف زمین یہودیوں نے بغیر جنگ کے بطور صلح مسلمانوں کی دی تھی۔

ایک یہ قطعہ زمین اور اسی طرح سات اور قطعات زمین بھی تھے۔ جو مدینہ منورہ کے قرب وجوار میں تھے۔ جو یہود کے قبیلہ بنی نضیر سے لیے گئے تھے۔ یہ تمام قطعات زمین بمع "فدک" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف وقبضہ تھے۔ تاکہ ان کی پیداوار سے اپنی حاجات آپ پوری کرسکیں۔

اس کے ساتھ خیبر کے کچھ قطعات بھی آپ کے زیر تصرف تھے۔ جن کی آمدنی کا پانچواں حصہ آپ کا مقرر تھا۔ اور اس کے علاوہ جہاد میں جو مال غنیمت مجاہدین کے ہاتھوں میں آتا اس میں سے بھی پانچواں حصہ آپ کا مقرر تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مختلف مدات سے جو آمدنی حاصل ہوتی تھی۔ آپ انہیں، مندرجہ ذیل امور پر خرچ فرمایا کرتے تھے۔

۱۔ اپنی ذات، اپنے اہل وعیال، اپنی ازواج پر خرچ فرماتے۔ اور تمام بنی ہاشم کو اس آمدنی سے کچھ نہ کچھ ضرور عطا فرماتے تھے۔

۲۔ بادشاہوں کے سفیر اور مہمانوں کی آؤبھگت بھی اسی سے ہوتی۔

۳۔ حاجت مندوں اور غریبوں کی امداد بھی اسی سے ہوتی۔

۴۔ جہاد کے لیے اسلحہ بھی اسی سے خریدا جاتا۔

۵۔ مجاہدین کے لیے گھوڑے، اونٹ وغیرہ خریدنے کے لیے اسی سے ان کی امداد کی جاتی تھی۔

۶۔ اصحاب صفہ کی خبر گیری اور ان پر اٹھنے والے مصارف بھی اسی سے پورے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیے جاتے۔

نوٹ:

صدقہ کا مال جو آتا۔ تو آپ اسے فوراً غرباء اور مستحقین میں بانٹ دیتے تھے۔ اپنے لیے اس میں سے کچھ نہیں رکھتے تھے۔

ان مصارف کو دیکھا جائے۔ کہ جن کی کفالت اور امداد اس آمدنی سے متعلق تھی۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ آمدنی کا ان تمام مصارف میں پورا ہونا بہت مشکل تھا۔ اسی وجہ سے ازواج مطہرات کو شکایت رہتی تھی۔ کہ سب کچھ بانٹ دیا جاتا ہے اور گھریلو اخراجات کے لیے مناسب خرچہ نہیں رکھا جاتا۔ اس کے برخلاف بنی ہاشم کے لیے جو خرچہ مقرر تھا۔ وہ بھی ان کے حالات کے مناسب تھا۔ ادھر حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا باوجودیکہ آپ کو انتہائی عزیز تھیں۔ پھر بھی ان کے حصہ میں آنے والی آمدنی ان کی پوری کفالت نہیں کرتی تھی۔ ان مصارف کو دیکھ کر یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان قطعات سے حاصل شدہ آمدنی مخصوص مدّوں پر صرف فرماتے تھے۔ اور ان کو اپنی ذاتی ملکیت قرار نہیں دیتے تھے۔ بلکہ اللہ کی راہ میں ہی خرچ کیا کرتے تھے۔

جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت کی باگ دوڑ سنبھالی۔ تو انہوں نے بھی اس باغ کی آمدنی کو انہیں مصارف اور مدات پر خرچ کرنا شروع کیا۔ جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیاتِ مبارکہ میں صرف فرمایا کرتے تھے۔ "فدک" کی پیداوار وصول ہوتی۔ تو اس میں سے اہل بیت کرام کا جتنا حصہ نکلا کرتا تھا۔ اتنا حصہ نکال کر ان کے پاس بھیج دیتے۔ اور جن جن کے وظائف اس آمدنی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائے تھے۔ ہر ایک کو اس کا وظیفہ مقررہ باقاعدگی سے ادا کیا جاتا۔ خلفائے راشدین نے اس کی آمدنی انہی مدات پر خرچ کی۔ جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لیکن جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حاکم مقرر ہوئے۔ تو ان کی خلافت کے دوران جب امام حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ تو ”مروان“ نے اسی باغ کا ایک تہائی حصہ اپنے نام منتقل کر کے اُسے اپنی جاگیر بنا لیا۔ جب خلافت ملی تو تمام قطعہ فدک کو اپنے لیے خاص کر لیا۔ اور اپنی ملکیت میں لے لیا۔ پھر یہی ”باغ فدک“ مروان کی اولاد کے پاس رہا۔ اور یہ لوگ اس سے اپنی ضروریات پوری کرتے رہے۔ وقت گزرتا گیا۔ بالآخر جب حضرت عمر بن عبدالعزیز مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ تو انہوں نے جہاں اور اصلاحات کیں۔ وہاں ایک یہ بھی کام کیا۔ کہ ”باغ فدک“ کو مروان کی اولاد سے واپس لے کر اس کی وہی حیثیت برقرار کر دی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں تھی۔ اور خلفائے راشدین جس طرح اس کی آمدنی کو جن مصارف پر خرچ کرتے رہے۔ اسی طرح انہی مصارف پر پھر سے اس کی آمدنی خرچ ہونا شروع ہو گئی۔

فدک کیا تھا۔ اور اس کے مصارف کیا تھے؟ اس ضمن میں یہاں تک جو کچھ ہم نے تحریر کیا۔ اتنا شیعہ وسنی دونوں کو تسلیم ہے۔ اور اس کی اتنی تاریخ پر دونوں متفق ہیں۔ اس صاف اور سیدھی تاریخ فدک سے ثابت ہوا۔ کہ یہ معاملہ کچھ بھی نہ تھا۔ جسے اتنا اہم بنا لیا گیا محض ایک بات تھی۔ جسے یار لوگوں نے جھگڑا بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ اور اس میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خواہ مخواہ ہدفِ ملامت بنانے کی ناکام کوشش کی گئی۔ اور ان کے بارے میں زبان طعن دراز کی گئی۔ مذکورہ سطور سے چند باتیں بطور خلاصہ معلوم ہوتی ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ فدک کی آمدنی کے مصارف خلفائے راشدین کے دور میں بھی وہی تھے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائے تھے۔

۲۔ یہ کسی کی ملکیت نہ تھا۔ بلکہ بیت المال کا حصہ تھا۔ صرف اس کی آمدنی کی مدات مقرر کی گئی تھیں۔ تاکہ ان پر اس کی آمدنی خرچ کی جائے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۲۔ خلفائے راشدین نے اس کی آمدنی بحیثیت وکیل ہونے کے وصول کی۔ کیونکہ بوجہ خلافت نظام حکومت ان کے پاس تھا۔ اس لیے وہ اس بات کے ذمہ دار تھے۔ کہ فدک کی آمدنی انہی مدات پر خرچ ہو۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقرر فرما گئے تھے۔

خود شیعہ کتب اور شیعہ علماء بھی اس بات کا اعتراف و اعلان کرتے ہیں۔ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فدک کی آمدنی انہی مصارف پر خرچ فرمایا کرتے تھے۔ جو حضور نے مقرر فرمائے۔ اور آپ کے مطابق اہل بیت کو بھی ان کا مقررہ حصہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دیا کرتے تھے۔

باغ فدک کی حدود اربعہ کے بارہ میں شیعی روایات پر تنقیدی نظر

جس باغ فدک کے بارے میں اول و آخر اس بات پر زور دیا جاتا ہے۔ کہ یہ باغ بنت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ملکیت تھا۔ اور دختر رسول سے ابو بکر صدیق نے زبردستی چھین لیا۔ اس بارے میں انہیں یہ بھی یاد نہ رہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی لخت جگر کو یہ باغ عطا فرمایا بھی تھا؟ اسی باغ کے بارے میں جب میں نے کتب شیعہ کو دیکھا۔ تو ان میں اس کی حدود اربعہ کی کیفیت نے مجھے اور حیران کر دیا۔ یارب یہ ماجرا کیا ہے۔

باغ فدک روئے زمین پر ایک ہی تھا۔ اور ایک ہوتے ہوئے اس کی حدود اربعہ میں اتحاد نہیں۔ اس قدر نزاع نظر آیا۔ کہ یقین نہیں آتا۔ کہ ایسا نزاع ہوتے ہوئے کوئی اس نام کا ایک باغ ہوگا بھی یا نہیں۔ اور اسی مختلف الحدود باغ میں اختلاف کی وجہ سے امت کا شیرازہ بکھر گیا۔

مدعیان حضرات (اہل تشیع) اور ائمہ اہل بیت کی بیان کردہ حدود میں باہمی اتفاق نہیں۔ اگر ایک کو سچا کہیں۔ دوسرے کا کذب لازم آتا ہے۔ اس لیے یہ یقین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے کہتا ہوں۔ کہ ان مختلف اقوال کے ملاحظہ کر لینے کے بعد کوئی شخص یہ نہ جان سکے گا۔ کہ "باغ فدک" کی حقیقت کیا ہے۔؟

جس شیٔ کی حقیقت معلوم نہ ہو۔ وہ مجہول کہلاتی ہے۔ اور مجہول کے بارے میں کسی قسم کا دعویٰ، لغو اور بے معنی ہوتا ہے۔ اور نہ ہی اس میں کوئی تاویل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس کی حدود اربعہ میں اس قدر اختلاف ہے۔ جن کا جمع کرنا ناممکن ہے۔ آپ خود ائمہ اہل بیت اور شیعہ حضرات کی کتب کے حوالہ جات اس سلسلہ میں ملاحظہ فرما کر اندازہ لگالیں گے۔ کہ جو کچھ میں نے کہا۔ وہ درست ہے یا غلط؟

روایت اوّل: باغ فدک خیبر سے رقبہ میں چھوٹا تھا

فدک بفتح حرف اوّل وثانی ایک قریہ کا نام ہے۔ کہ مدینہ سے دو منزل اور خیبر سے قریب ایک منزل کے ہے۔

(تہذیب المتین جلد اوّل فی تاریخ امیر المومنین ص ۲۰۸/ ذکر قضیۂ غصب فدک مطبوعہ دہلی)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ فدک ایک قریہ کا نام ہے۔ جس کی وضاحت اسی کتاب میں صـ۱۳۲ـ پر ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے۔ "فدک کا علاقہ آبادی میں خیبر کے برابر نہ تھا" یعنی اس کا رقبہ خیبر کے برابر نہ تھا۔

روایت دوم

صاحب معجم البلدان گفتہ کہ فدک قریہ ایست میان حجاز درمیان او ومدینہ دو روزہ راہ است وبعضے گفتہ اند سہ روز واں قریہ از کفار خیبر بود

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہ بطریقِ مصالحہ در تحت تصرف آنحضرت درآمدہ بود بموجبِ دینِ الٰہی خالصۂ حضرت رسالت پناہی شدہ بود و در آنجا چشمۂ آبِ رواں و درختہائے خرمابسیار بود۔

(مجالس المومنین جلد اوّل ص۴۸ / ذکر فدک مطبوعہ تہران سن طباعت ۱۲۷۵ھ)

ترجمہ: صاحب معجم البلدان نے کہا۔ کہ فدک ایک بستی کا نام ہے۔ جو حجاز میں ہے اس کے اور مدینہ منورہ کے درمیان دو دن کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ تین دن کی مسافت ہے۔ یہ بستی خیبر کے کفار کی تھی۔ جو انہوں نے مصالحت کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں دی تھی۔ اور اللہ کے دین کے مطابق یہ قطعہ زمین صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی تھا۔ اس (فدک) میں ایک بہتا چشمہ اور کھجوروں کے بہت سے درخت تھے۔

روایت سوم: باغ فدک کی حدود اربعہ سے کہ عریش مصر اور سیف البحر سے دومۃ الجندل تک تھیں

اصول کافی: (کا کچھ حصہ مذکور ہے)

عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا أَظُنُّهُ السَّيَّارِيَّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَسْبَاطٍ قَالَ لَمَّا وَرَدَ أَبُو الْحَسَنِ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى الْمَهْدِيِّ رَآهُ يَرُدُّ الْمَظَالِمَ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَا بَالُ مَظْلِمَتِنَا لَا تُرَدُّ فَقَالَ لَهُ وَمَا ذَاكَ يَا أَبَا الْحَسَنِ قَالَ إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَمَّا فَتَحَ عَلٰى نَبِيِّهٖ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ فَدَكَ وَمَا وَالَاهَا لَمْ يُوْجَفْ عَلَيْهِ
بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ
وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ فَلَمْ يَدْرِ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَنْ هُمْ فَرَاجَعَ فِيْ
ذٰلِكَ جِبْرَئِيْلُ رَبَّهٗ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اَنِ ادْفَعْ فَدَكَ اِلٰى فَاطِمَةَ
فَدَعَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ لَهَا يَا فَاطِمَةُ اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِيْ اَنْ اَدْفَعَ اِلَيْكِ
فَدَكَ فَقَالَتْ قَدْ قَبِلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنَ اللّٰهِ وَمِنْكَ ......

فَقَالَ لَهُ الْمَهْدِيُّ يَا اَبَا الْحَسَنِ حُدَّهَا لِيْ فَقَالَ حَدٌّ مِّنْهَا
جَبَلُ اُحُدٍ وَحَدٌّ مِّنْهَا عَرِيْشُ مِصْرَ وَحَدٌّ مِّنْهَا سَيْفُ الْبَحْرِ
وَحَدٌّ مِّنْهَا دَوْمَةُ الْجَنْدَلِ فَقَالَ لَهٗ كُلُّ هٰذَا قَالَ نَعَمْ يَا اَمِيْرَ
الْمُؤْمِنِيْنَ هٰذَا كُلُّهٗ اِنَّ هٰذَا كُلَّهٗ مِمَّا لَمْ يُوْجِفْ عَلٰى اَهْلِهٖ رَسُوْلُ
اللّٰهِ بِخَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ فَقَالَ كَثِيْرٌ وَّاَنْظُرُ فِيْهِ ۔

(اصول کافی مطبوعہ نولکشور کتاب الحجۃ باب الفیٔ والانفال ص ۳۵۴
طبع قدیم / اصول کافی جلد اول ص ۵۴۳ کتاب الحجۃ مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ: علی بن محمد بن عبداللہ نے ہمارے بعض اصحاب سے نقل کیا۔ جسے میں "ور یباری" گمان کرتا ہوں۔ اور اس نے علی بن اسباط سے روایت کی۔ کہ جب امام ابوالحسن موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ مہدی کے پاس گئے۔ تو اس وقت خلیفہ زیادتیوں کو رفع کر رہا تھا۔ تو امام موسیٰ نے کہا امیرالمومنین ہمارے اوپر زیادتیوں کا کیا حل ہے؟ وہ ہمیں کیوں نہیں لوٹائی جاتیں۔ تو خلیفہ نے پوچھا۔ وہ کیا ہیں؟ امام موسیٰ کاظم نے کہا۔ وہ یہ ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو "فدک" عطا فرمایا۔ اور اس کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ملی کو بھی عطا کیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے حصول کے لیے نہ گھوڑوں سے حملہ کیا۔ اور نہ ہی اونٹ اس پر دوڑائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس (فدک) کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ "قرابت والوں کو ان کا حق دیجیئے"، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس اشارہ کو نہ جان سکے۔ پھر جبرئیل سے اللہ نے فرمایا۔ کہ اس کا مقصد یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فدک کا رقبہ اپنی لختِ جگر فاطمہ کو عطا کر دیں۔ اس کے بعد آپ نے جناب فاطمہ کو بلایا۔ اور فرمایا۔ فاطمہ! اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ میں تجھے فدک دے دوں۔ تو عرض کی۔ یارسول اللہ! اللہ اور آپ کی عطا مجھے قبول ہے۔

یہ سن کر خلیفہ مہدی نے امام موسیٰ کاظم سے کہا۔ اے ابوالحسن! اس (فدک) کی حدود اربعہ بتلائیں؟ کہا اس کی حد بندی یہ ہے۔ کہ ایک طرف اس کے احد پہاڑ دوسری طرف عریشِ مصر تیسری طرف سیف البحر اور چوتھی طرف دومۃ الجندل ہے۔ (ان چار اطراف کے اندر تمام رقبہ "فدک" ہے) پوچھا۔ کیا ان اطراف کے اندر پورا رقبہ؟ کہا۔ ہاں یا امیر المومنین مکمل رقبہ اس کا رقبہ ہے۔ اور یہ تمام علاقہ وہ رقبہ ہے۔ کہ جس کے باسیوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ گھوڑے دوڑائے۔ اور نہ ہی اونٹ۔ تو یہ سن کر خلیفہ مہدی نے کہا۔ بہت بڑا رقبہ ہے۔ میں اس بارے میں سوچوں گا۔

سوال:

جب آپ نے تین روایات کے ذریعہ اس کی حد بندی ملاحظہ فرمالی۔ تو میں اس کے بعد شیعہ حضرات سے یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہوں۔ کہ "فدک"، کی حد بندی جو امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی۔ جو روایت سوم میں ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وہ درست سمجھتے ہو؟ یا وہ حدود اربعہ جو نور اللہ شوستری یا سید مظہر حسین نے بیان کیں۔
وہ قابل اعتبار ہیں۔؟

اگر نور اللہ شوستری اور سید مظہر حسین کی بیان کردہ حدود فدک تمہارے ہاں درست تسلیم کی جاتی ہیں۔ تو انہیں صحیح ماننے سے یہ لازم آیا۔ کہ امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ کی بیان کردہ "حدود فدک" ان کی طرف محض منسوب کی گئی ہیں۔ خود ان کی بیان کردہ نہیں۔ اور ایک من گھڑت اور بے سروپا روایت کو امام موصوف کی طرف نسبت کر کے دراصل اس روایت کو صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی ذات پر کیچڑ اچھالنے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ تاکہ مگرمچھ کی طرح آنسو بہا کر جاہل لوگوں میں یہ تاثر دیا جا سکے۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی "فدک" کی اتنی بڑی جائیداد تھی۔ جس کو اس وقت کے خلیفہ نے زبردستی یا کسی بہانہ سے ان سے چھین لیا تھا۔ تاکہ سیدہ اپنی زندگی بے کسی اور بے بسی میں بسر کریں۔ اور یہ غاصب لوگ ان کی بے بسی پر خوش و خرم ہوں۔

اور اگر اس کے برعکس خود امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کردہ روایت درست ہے۔ تو اس کے حدود اربعہ کے اعتبار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ ایک بہت بڑا وسیع رقبہ تھا۔ جس کے ایک طرف کوہ احد ہے۔ جو مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل جانب شمال میں ہے۔ دوسری طرف عریش مصر ہے۔ جو شام کی طرف سے مصر جانے والے راستہ پر واقع ہے۔ بحیرۂ روم کے ساحل پر مصر کی سرحد ہے۔ تیسری طرف کنارۂ بحر جس سے مراد اکثر طور پر "بحر عمان" کا کنارہ ہوتا ہے۔ واقع ہے۔ اور چوتھی طرف دومۃ الجندل جو دمشق کی جنوبی طرف پانچ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ اور مدینہ منورہ سے تقریباً پندرہ، سولہ دن کی راہ بنتی ہے۔

(صافی شرح کافی)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

باغ فدک کے علاوہ سات باغ اور بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قبضہ میں تھے نبی علیہ السلام پر کنبہ پروری کا اتہام

فروع کافی:-

اس جائیداد کے علاوہ اور بھی سات باغ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی روایت سے سیدہ فاطمہ کی ملکیت میں مذکور ہوئے۔ ملاحظہ ہو۔

فَلَمَّا قُبِضَ جَاءَ الْعَبَّاسُ يُخَاصِمُ فَاطِمَةَ فِيْهَا فَشَهِدَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَغَيْرُهُ اَنَّهَا وُقِفَ عَلٰى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَهِيَ الدَّلَالُ، وَالْعِفَافُ وَالْحُسْنٰى وَالصَّافِيَةُ وَمَالِاُمِّ اِبْرَاهِيْمَ وَالْمِيْثَبُ وَالْبَرْقَةُ۔

ترجمہ: پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سات باغات کے بارے میں جھگڑا کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ نے ان کے بارے یہ شہادت دی۔ کہ یہ سب حضرت فاطمہ کو وقف کر دیئے گئے ہیں۔ وہ سات باغات یہ ہیں۔ دلال۔ عفاف، حسنیٰ، صافیہ، مالام ابراہیم، میثب اور برقہ۔

(۱) (فروع کافی جلد ہفتم کتاب الوصایا باب صدقات النبی ص۴۷)

(۲) مناقب آل ابی طالب جلد اول ص۱۶۹ فی احوالہ ودقیقہ۔ طبع قم جدید

(۳) ناسخ التواریخ زندگانی فاطمہ رضی اللہ عنہا ص۲۴۵ طبع تہران،

امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول دونوں روایتوں کو درست تسلیم کر لیا جائے تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت در فدک،، کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وسیع و عریض رقبہ کے علاوہ مذکورہ سات باغات بھی تھے۔ اوران دونوں جائدادوں کے علاوہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اراضی اور باغات بھی ان کے زیر قبضہ و تصرف تھے تو اس تفصیل کے جاننے اور ماننے لینے کے بعد یہ ماننا بہت مشکل ہوگا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''فدک'' کے یہ اموال اپنی لخت جگر کو ہبہ کر دیئے تھے۔ کیونکہ اس کے ماننے سے شانِ نبوت پر ایک رکیک حملہ ہوتا ہے۔ جس کا تذکرہ چند سطور آگے چل کر کروں گا۔

ادھر کتب شیعہ اس بات کو صراحتہً بیان کرتی ہیں۔ کہ ''فدک'' کی پیداوار ''ہزاروں دینار'' تھی۔ ''محمد باقر مجلسی'' اپنی تصنیف ''حیات القلوب'' میں ذکر کرتا ہے۔'' کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ فدک سے معاہدہ کر لیا کہ وہ ہر سال چوبیس ہزار دینار دیں۔ اور یہ بھی ہے کہ آپ نے خیبر کا سارا خمس بھی فاطمہ کو دے دیا تھا۔ ناسخ التواریخ زندگانی فاطمہ ص۱۲۳

ان تمام باتوں سے معلوم ہوا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ سات باغات بھی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمائے۔ اور ''فدک'' کے اموال فئے جو کہ بموجب معاہدہ چوبیس ہزار دینار (جو لاکھوں روپے بنتے ہیں۔) تھے۔ وہ بھی سیدہ کو دے دیئے۔ یہ تو وہ جائداد تھی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنی لختِ جگر کو ملی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اراضی اور باغات اس کے علاوہ ان کی ملک میں تھے۔

اتنی بڑی جائداد کی وارثہ بنا دینا کیا قرآن پاک کی اس آیت کے خلاف نہیں تھا۔ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ۔ تو اس آیت کریمہ کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ اتنی بڑی جائیداد کسی ایک شخص کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرما دی در اصل آپ کی ذات پر یہ الزام لگانا ہے۔ کہ آپ (معاذ اللہ) خویش پرور، خود غرض اور احکامات قرآنیہ کی پرواہ نہ کرنے والے تھے۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو ''رحمۃ اللعالمین'' بنایا۔ آپ اس کے عملی طور پر نمونہ نہ تھے۔

اصحاب صفہ اور دیگر وہ مہاجرین کہ جو غریب و مسکین تھے۔ اور انصار میں سے کچھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وہ لوگ جو محتاج تھے۔ ان میں سے بعض تو ایسے بھی تھے۔ کہ جنہیں تن ڈھانپنے کے لیے پورا کپڑا اور بھوک مٹانے کے لیے نان جویں بھی میسر نہ تھا۔ ادھر فوجی اعتبار سے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ضروریات جہاد اور مصارف میں اتنی کمی تھی۔ کہ جس کا ثبوت آخری غزوۂ تبوک کی صورت میں ہمارے سامنے نظر آتا ہے۔ اس غزوہ میں ابتداً ہر ایک مجاہد کو کھجور کا ایک ایک دانہ کھانے کے لیے ملتا رہا۔ بعد میں چند مجاہدوں کو مجموعی طور پر ایک ایک دانۂ کھجور میسر آتا رہا۔ اس تنگی اور بے سروسامانی کی وجہ سے اس غزوہ کو "جیش العسرہ" کہا گیا۔ خود رب ذوالجلال نے قرآن پاک میں اس غزوہ کی سواریوں کی کیفیت ان الفاظ میں بیان فرمائی۔

عہد رسالت میں صحابہ کرام کی تنگدستی کا عالم

آیت:

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ۔

(پ۱۰ آخری رکوع)

ترجمہ: اور نہ ہی ان صحابہ پر کوئی گناہ کا بوجھ ہے۔ جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے درخواست کرتے تھے۔ حضور! جہاد میں شرکت کے لیے ہمیں کوئی سامان اور سواری عنایت کیجئے۔ آپ نے انہیں فرمایا۔ کہ تمہارے لیے سامان و سواری کا انتظام میرے پاس نہیں ہے۔ یہ سن کر وہ غریب صحابہ ایسی حالت میں واپس لوٹے۔ کہ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش جاری تھی۔ یہ حالت اس لیے ہوئی۔ کہ ان بیچاروں کے پاس اللہ کی راہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں خرچ کرنے کے لیے کچھ بھی میسر نہ تھا۔

ایک طرف اصحاب صفہ اور غریب مہاجرین ہوں۔ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ضروری سامان وخوراک بھی نہ ہو۔ اور دوسری طرف لاکھوں کروڑوں کی جائیداد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خاتونِ جنت کو عطا فرما دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رویہ کیا رحمۃ للعالمین کے وصف کا غماز ہے؟ کیا اتنی بڑی جائیداد ثابت کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیرخواہ ہوسکتے ہیں؟

یہ لوگ ایک طرف تو سیدہ خاتون جنت کی محبت کے دعویٰ میں اور دوسری طرف اس محبت سے حضرت ابوبکر صدیق کے ساتھ بغض وعداوت میں اس قدر حواس باختہ نظر آتے ہیں۔ کہ خود اپنی کتابوں میں اس واقعہ کی طرف ان کی نظریں نہیں اٹھتیں۔ کہ جب خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے اپنے خانگی کام کاج میں ہاتھ بٹانے کے لیے لونڈی کا سوال کیا۔ تو بارگاہ نبوی سے لونڈی کی بجائے "سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر" کی تسبیحات پڑھنے کو ملیں۔ اور فرمایا۔ بیٹی! خادم اور نوکر سے ان تسبیحات کا پڑھنا تمہارے لیے بہت بہتر ہے۔ اگر اتنی بڑی جائیداد کی آپ مالکہ تھیں تو خدا داد دولت سے آپ کئی لونڈیاں خرید سکتی تھیں۔ اور کم ازکم اپنی گھریلو زندگی اتنی ٹھاٹھ باٹھ سے بسر فرماتیں۔ کہ کسی قسم کی کمی اور ضرورت نہ رہتی۔ لیکن چکی پیستے پیستے ہاتھوں کو چھالے پڑ جاتے ہیں۔ اور کئی کئی دن گھر کھانا نہیں پکتا۔

مشکوٰۃ اور ابوداؤد میں مذکور ہے۔ کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے "فدک" کا سوال کیا۔ تو سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف انکار فرما دیا۔ اور اس کی آمدنی آپ اپنی زندگی میں فی سبیل اللہ، بنی ہاشم اور دیگر یتیم اور مسکین ضرورتمندوں پر صرف فرماتے رہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اہلِ بیت رسول کو اللہ نے دنیاوی مال و دولت اور زیب و زینت سے منع فرمایا

آیت:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ
زِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَ أُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا۔ وَ إِنْ
كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُولَهُ وَ الدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ
لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا۔

(پ ۲۱ رکوع آخری)

ترجمہ: اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنی بیویوں کو فرما دیں۔ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی زینت کی متمنی ہو۔ تو چلو تمہاری تمنا پوری کیے دیتے ہیں۔ اور تمہیں اچھے طریقہ سے اپنے سے علیحدہ کر دیتے ہیں۔ اور اگر تمہاری خواہش (دنیوی ساز و سامان کی بجائے) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دار آخرۃ (کا حصول) ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے نیکو کار عورتوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی اعلان فرمایا۔ کہ

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ
تَطْهِيرًا۔ (پ ۲۲ رکوع ۱)

بے شک اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہے۔ کہ اہلِ بیت! تم سے مال و دولت کی حب دور کر کے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دار آخرت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی محبت کے عالی مقام و مرتبہ سے تم کو نواز دے۔

جب ازواج مطہراتؓ نے سامانِ دنیا کا تھوڑا سا مطالبہ کیا۔ تو اس کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھا نہ سمجھا۔ اور اس مبغوض و مذموم دنیا کی حرص ان کے دل سے نکال کر طہارت قلبی عطا فرمائی۔ تو کیا سیدہ خاتون جنت کے لیے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لعنت اور قابل مذمت چیز کو پسند فرما کر انہیں عطا کر دیا۔ جس دل میں طہارت اور پاکیزگی آئی تھی۔ وہ حُبّ دنیا سے معمور ہو گیا۔ اور جس غربت و فقر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لیے باعثِ فخر کہیں۔ اس سے سیدہ کو کوسوں دور رکھیں۔ جب سونے کے پہاڑ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دینے چاہے۔ اور فرمایا۔ اے محبوب! اگر تم چاہو۔ تو یہ پہاڑ سونے کے بن کر تمہارے ساتھ ادھر ادھر چلتے رہیں۔ لیکن آپ نے منظور نہ کیا۔ شب معراج ایک بڑھیا کی شکل میں "دنیا" نے آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے داؤ لگایا۔ لیکن آپ متوجہ نہ ہوئے۔ اور اُسے منہ نہ لگایا۔ کیا ایسی اولوالعزم شخصیت سے، یہ باور کیا جا سکتا ہے۔ کہ جو خود ٹھکرا دیا۔ وہ اپنی لختِ جگر کے سپرد کر دیا۔ جسے خود نفرت سے دیکھتے رہے۔ اُسے اپنی بیٹی کا مطمع نظر بنا دیا۔ حاشا ثم حاشا نہ آپ خود دنیا کے طالب تھے۔ اور نہ ہی آپ کی اولاد امجاد میں اس کی طلب تھی۔ یہ محض افتراء و بہتان ہے۔ جو کسی نام نہاد "محبِ اہل بیت" کو ہی زیب دیتا ہے۔

مقام غور:

مذکورہ روایات میں دو باتیں قابل غور ہیں۔

۱ - "اٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ" کا جو شان نزول بیان کیا گیا۔ واقعی یہی شان نزول ہے۔؛

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۲ ۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے حق میں "فدک" کا فیصلہ ایک عورت اور ایک مرد کی شہادت سے کیا تھا۔ کیا یہ درست ہے؟

جہاں تک "وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ" کے ضمن میں "اصول کافی" کے اندر جو قصہ مذکور ہے۔ وہ بے سروپا ہے۔ جس کی ایک وجہ یہ ہے۔ کہ شیعہ حضرات کے تمام مترجمین جن میں "مقبول احمد" بھی شامل ہے۔ اور تمام مفسرین نے اس بات کو تسلیم کیا۔ کہ "سورۃ روم" اور "سورۃ بنی اسرائیل" دونوں مکی ہیں۔ زیر بحث آیت کریمہ ان دونوں میں موجود ہے۔ گویا مکی زندگی کے دوران "قرابت والوں" کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا جا رہا ہے۔ لہٰذا جس وقت یہ آیت اتری۔ اس وقت ابھی "فدک" کا مسئلہ ہی نہیں تھا۔ کیونکہ یہ "جائیداد" مکہ سے ہجرت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف آئی۔

تو کس قدر جہالت ہے۔ کہ ابھی ایک چیز زیر تصرف ہی نہیں آئی۔ اور نہ ہی اس کا کوئی چرچا تھا۔ تو ایسی معدوم جائیداد میں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو "ذوی القربیٰ" کے حقوق دینے کا حکم دیا۔ جس سے نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف مالایطاق کا حکم دیا جا رہا ہے۔ بلکہ خود اللہ رب العزت کی شان میں یہ کہنا پڑے گا۔ کہ اُسے بھی علم نہیں۔ کہ جو چیز ابھی زیر تصرف نہیں۔ اس کا حکم دے رہا ہے۔ اور یہ لوگ (شیعہ) ہیں۔ کہ اس معدوم کے ہبہ کرنے کی رٹ لگائے جا رہے ہیں۔

اگر ایک اور پہلو سے اس مسئلہ میں غور و فکر کی جائے۔ تو بھی ان حضرات کے دامن میں سوائے خاک کے اور کچھ نظر نہ آئے گا۔ جسے ہاتھوں میں لے کر قیامت تک اپنے منہ پر ملنا ان کا شیوہ ٹھہرا۔ ذرا روایات کا انداز دیکھئے۔

لکھتے ہیں۔ کہ جب جبرائیل امین "وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ" آیت لے کر حاضر ہوئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مقصد و مفہوم نہ سمجھ سکے۔ جس کی بنا پر آپ کو جبرائیل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی پھر ضرورت پڑی۔ کہ پوچھا اے جبرئیل! تم ہی بتاؤ۔ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے؟ کیونکہ مجھے سمجھ نہیں آئی۔ جبرئیل نے بھی کورا جواب دیا۔ حضور مجھے کیا علم کہ اس سے اللہ کی کیا مراد ہے؟ چنانچہ پھر اللہ رب العزت کی بارگاہ سے جبرئیل نے پوچھا۔ اے مالک دوجہاں!

تو نے جو آیت کریمہ ''وآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ'' نازل فرمائی۔ اس کی مراد نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ سکے۔ اور نہ ہی مجھے معلوم ہے۔ لہذا اس کی مراد تبلا دیجئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ ''فدک کی جائیداد اپنی بیٹی کو بلا کر ہبہ کر دو''۔

ذرا اس انداز روایت میں غور کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا حکم دیا۔ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ سمجھ سکے۔ لہذا اس کی فہمائش کی خاطر جبرئیل کو پھر آسمانوں پر جانا پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جب شیعہ حضرات کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ آپ اور تمام ائمہ اہل بیت ''مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ'' کا علم رکھتے ہیں۔ تو اتنے علم کا حامل ہوتے ہوئے ''ذوی القربیٰ'' کی مراد نہ سمجھ سکے۔ ادھر اللہ رب العزت جو ''بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ'' کی صفت والا ہے۔ اس نے بھی ایسا حکم دیا۔ جو معمہ بن گیا۔ اور بلاوجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تردد میں ڈالا۔ کیا اچھا ہوتا۔ کہ وہ اس چکر میں ڈالنے کی بجائے سیدھا صاف الفاظ میں فرما دیتا۔ ''وآتِ فَاطِمَةَ فَدَكَ''۔ یعنی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو ''فدک'' دے دیں۔

ان حضرات کے بیان کردہ شان نزول کے واقعات سے ایک نہیں بہت سی قباحتیں اور گستاخیاں ثابت ہوتی ہیں۔ محض اپنے مطلب کو ثابت کرنے کی خاطر نہ خدا کو معاف کیا۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام نبوت کا پاس رکھا۔ اور نہ ہی تاریخ کے اوراق کو دیکھنا گوارا کیا۔ ٹھیک ہی کہا کسی نے ''حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَيُصِمُّ''۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شیعوں کی ایک گپ

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کی ملکیت کا پروانہ لکھ دیا تھا مگر عمر رضی اللہ عنہ نے چھین کر پھاڑ ڈالا

شیعہ حضرات کی تقریباً اکثر چھوٹی بڑی کتب میں یہ من گھڑت قصہ ہمیں پڑھنے کو ملتا ہے کہ اُمّ ایمن اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کی شہادت پر کہ نبی علیہ السلام نے باغ فدک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ملک کیا تھا۔ ابوبکر نے جناب فاطمہ کو فدک کی ملکیت کا پروانہ لکھ دیا۔ اور وہ بخوشی لے کر گھر آ رہی تھیں کہ راستہ میں عمر مل پڑے انہوں نے (معاذاللہ) سیدہ فاطمہ کو دھکا دیا اور ان سے وہ پروانہ چھین کر پھاڑ ڈالا۔

جواب ۱:

اس من گھڑت قصہ کی تردید بالتفصیل تو آئندہ آنے والی تمام ابحاث سے بخوبی ہو گی۔ من جملہ اُن کے باغ فدک مالِ فئی تھا۔ جو کسی کی ملک میں دیا جا ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ نبی علیہ السلام نے سیدہ کو باغ فدک دے دیا تھا۔ جس کے چھن جانے پر فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دعویٰ کیا سیدہ فاطمہ، اُمّ ایمن اور علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہم سب کی توہین ہے۔

فی الحال اختصاراً ہم شیعوں کی مذکورہ گپ کا جواب انہی کی معتبر کتاب سے پیش کیے دیتے ہیں۔

❊ ❊

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شرح ابن میثم:۔

فَقَالَتْ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ وَهَبَهَا لِيْ ، قَالَ فَمَنْ يَّشْهَدُ بِذٰلِكَ فَجَآءَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ وَّ اُمُّ اَيْمَنَ فَشَهِدَا لَهَا بِذٰلِكَ فَجَآءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فَشَهِدَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ يُقَسِّمُهَا ، فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ صَدَقْتِ يَا ابْنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَصَدَقَ عَلِيٌّ وَّصَدَقَتْ اُمُّ اَيْمَنَ وَصَدَقَ عُمَرُ وَ صَدَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَ ذٰلِكَ اَنَّ لَكِ مَا لِاَبِيْكِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْخُذُ مِنْ فَدَكٍ قُوْتَكُمْ وَ يُقَسِّمُ الْبَاقِيْ وَ يَحْمِلُ مِنْهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَكِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ اَصْنَعَ بِهَا كَمَا كَانَ يَصْنَعُ ، فَرَضِيَتْ بِذٰلِكَ وَاَخَذَتِ الْعَهْدَ عَلَيْهِ بِهٖ ۔

(ابن میثم شرح نہج البلاغہ جلد ۵ ص ۱۰۷ خطبہ ۴۴)

ترجمہ: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا (ابوبکر سے) کہ فدک نبی علیہ السلام نے مجھے ہبہ کیا تھا۔ ابوبکر صدیق نے پوچھا۔ اس پر کوئی گواہ؟ چنانچہ علی بن ابی طالب اور ام ایمن آئے اور انہوں نے اس کی گواہی دی استنے میں عمر بن الخطاب اور عبدالرحمٰن بن عوف بھی آ گئے، انہوں نے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گواہی دی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فدک (کی آمدن) کو تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ ابوبکر نے کہا۔ اے بنت رسول! آپ نے سچ کہا۔ ام ایمن اور علی نے بھی سچ کہا۔ عمر اور عبدالرحمٰن نے بھی سچ کہا۔ یعنی اے فاطمہ! آپ کو وہی کچھ ملتا رہے گا جو نبی علیہ السلام کے لیے تھا جیسا کہ نبی علیہ السلام فدک سے تمہاری خوراک بھر لیتے تھے اور باقی تقسیم کر دیتے اور اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے۔ اور میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ آپ کو وہی کچھ دیتا رہوں گا۔ جیسے نبی علیہ السلام کا دستور تھا۔ جس پر سیدہ راضی ہو گئیں اور اس پر ابوبکر صدیق سے عہد لے لیا۔

اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ علی مرتضیٰ اور ام ایمن نے فاطمہ کو فدک ہبہ کیے جانے کی گواہی ضرور دی تھی مگر بعد میں عمر فاروق اور عبدالرحمان بن عوف نے گواہی دی کہ عہد رسالت میں فدک کی آمدن تقسیم ہوتی تھی جس پر ابوبکر صدیق نے دونوں طرح کی گواہی میں یوں تطبیق دی کہ نبی علیہ السلام نے سیدہ فاطمہ کو فدک مکمل طور پر نہیں بلکہ آمدن کا کچھ حصہ دے رکھا تھا اور بقیہ آمدن فقراء میں تقسیم ہو جاتی تھی اور ابوبکر نے قسم اٹھائی کہ عہد رسالت سے فاطمہ کا مقرر حصہ انہیں ضرور ملتا رہے گا۔ جس پر وہ راضی ہو گئیں اور اس پر ابوبکر صدیق سے عہد لے لیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جواب ۲: یہ بارگاہِ صدیقی میں افترا ہے۔ کیونکہ اگر اس بات کو درست تسلیم کر لیا جائے۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حکم قرآن کی اس بارے میں مخالفت کی۔ اور یہ بھی لازم آتا ہے۔ کہ آپ کے اس خلاف شرع فیصلہ پر کسی نے اعتراض نہ کیا۔ حالانکہ یہ ایسا زمانہ تھا۔ کہ اس میں آزادیٔ رائے کا اتنا اہتمام تھا۔ کہ خلیفہ وقت کے فیصلہ کے خلاف بھرے مجمع میں ایک معمولی عورت کھڑے ہو کر ٹوک سکتی تھی۔ کہ آپ نے غلط کہا۔ اور وقت کا خلیفہ اس بڑھیا کی بات بڑی خندہ پیشانی سے سنتا تھا۔ اگر درست ہوتی تو سر تسلیم خم ورنہ کوئی گرفت نہیں تھی۔

عہدِ فاروقی میں عدل و انصاف کا عالم

منہج الصادقین

در وقتیکہ عمر بر بالائے منبر رفت و از مغالات در صداق منع کرد زنی بر خاست و او را گفت اَتَمْنَعُنَا مَا جَعَلَہُ اللہُ لَنَا آیا ما را منع میکنی از آنچہ حقتعالیٰ از برائے ما مقرر کردہ و زمام اختیار آں بدست ما دادہ بعد ازاں ایں آیت تلاوت کرد (وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْہُ شَیْئًا)..... پس عمر از رائے خود رجوع کرد۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد دوم ص ۵۸ مطبوعہ تہران زیر آیت وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَارًا)

ترجمہ: جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لائے اور حق مہر میں گرانی کو منع فرمایا تو ایک عورت اٹھی اور کہنے لگی کیا آپ ہم سے اُس چیز کو منع رکھنا چاہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مقرر کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے۔ اور اس کا ہمیں اختیار دیا ہے۔ اور اس کے بعد یہ آیہ کریمہ تلاوت کی یعنی اور اگر تم عورت کو حق مہر میں ایک ڈھیر (مال کا) بھی دو تو اس میں سے کوئی چیز نہ لو۔ عورت کی یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔

ہمارا اس واقعہ کو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے۔ کہ قارئین کے سامنے اس دور کی آزادی رائے کی تصویر آجائے۔ جس میں کسی امیر و غریب۔ شاہ و گدا، شریف و ذلیل میں کوئی امتیاز نہ تھا۔ اور نہ ہی آیات و احکام قرآنیہ کے خلاف کسی کی بات چلتی تھی۔ جب خلفائے راشدین کا دور ایسا مسعود تھا۔ تو ہم کس طرح باور کر سکتے ہیں۔ کہ خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے "وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ" کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک عورت اور ایک مرد کی گواہی پر فیصلہ فرما دیا۔ بلکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے گواہی کا مسئلہ ہی نہ تھا۔ کیونکہ آپ نے اس اصل بات کو ہی ختم فرما دیا۔ جس میں دعویٰ وغیرہ تھا "انبیاء کرام کی وراثت درہم و دینار نہیں ہوتی۔ بلکہ علم ہوتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بتانے کا مطلب یہ تھا۔ کہ اے فاطمہ! نبی کی وراثت زر و جواہر اور دنیوی مال و جائیداد نہیں ہوتی۔ بلکہ علم دین ہوتا ہے۔ تو تمہیں اپنے والد کے ارشاد کے مطابق اس مسئلہ کو اٹھانا ہی نہیں چاہیئے تھا۔ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بتلایا۔ تو کیا اس مقام پر ہم یہ کہیں۔ کہ "خاتون جنت" نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ اور اس پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ نہیں نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس ارشاد سے قبل اگر کوئی بات دل میں تھی بھی۔ تو وہ بھی صاف ہو گئی ہو گی اور بلا چون و چرا اسے حق سمجھتے ہوئے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو داد انصاف دی ہو گی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فدک کا مطالبہ سیدہ فاطمہ کی عصمت کے خلاف تھا۔

بقول شیعہ مؤرخ

ناسخ التواریخ:

کلمۂ او ودیعۂ خداوند رحمٰن و مناعتِ محل او از ملکوت رفیع تر بود تا بعوالی و فدک چہ رسد وچہ بسیار وقت کہ حسنین را گرسنہ میخوابانید و بلغۂ یک شبہ ایشا نرا بسائلی میر ساند۔ مملکتِ دنیا در چشم او با پر زبابے ہمیزان، نمیرفت و فدک و عوالی چنیست حاصل عوالی کدام است،

اگر گوئی ایں خطّا بہ و خطبہ چہ بود و ایں ہمہ فزع و شکوٰی چرا واجب مے نمود پس در حضرت امیر المومنین اظہار جسارت کردن و معذرت جستن با جلباب عصمت بینونت داشت، پاسخ ایں سخن را بدیں گو نہ ساختگی کنیم کہ اسرار اہل بیت مستور است،

(ناسخ التواریخ زندگانی حضرت فاطمہؓ صـ۱۵۸

مرزا محمد تقی شیعہ۔ طبع جدید تہران۔)

ترجمہ: سیدہ فاطمہ کی ہر بات اللہ کی طرف سے ودیعت کردہ ہوتی ہے آپ کا مقام تمام جہانوں سے بلند تر ہے۔ آپ کو فدک اور اس کے عوالی سے کیا غنیمت حاصل ہوتی تھی۔ آپ تو کئی وقت اپنے بچوں حسن و حسین کو بھوکا سلا دیتی اور ان کا رات بھر کا کھانا سائل کو دے دیتی تھیں۔ دنیا کی دولت تو ان کی نگاہ میں مکھی کے ایک پر کے برابر بھی نہ تھی، فدک اور عوالی کی حیثیت ہی کیا ہے؟ اور ان کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

آمدن کس زمرے میں ہے ؟
اگر تم پوچھو کہ سیدہ کے مذکورہ خطبے اور خطابات (ابوبکرؓ کے ساتھ) کیا معنے رکھتے ہیں اور وہ شکوے اور شکائتیں کیا تھیں ؟ چنانچہ حضرت علی کی بارگاہ میں سیدہ کا جسارت کرنا پھر معذرت کرنا لباسِ عصمت کے خلاف ہے۔
اس اعتراض کے جواب میں ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ اہل بیت کے اسرار پوشیدہ ہوئے ہیں۔

مندرجہ بالا عبارت سے یہ امور ثابت ہوئے

۱ - سیدہ فاطمہ کی ہر بات اللہ کی طرف سے ودیعت کردہ ہے۔ لہذا آپ کی شان کے خلاف کوئی بات آپ کی طرف منسوب کرنا آپ کی توہین ہے
۲ - آپ کا مقام اتنا بلند ہے کہ ساری دنیا کی دولت آپ کی نگاہ میں مکھی کے پر کے برابر بھی نہیں فدک کی تو حیثیت ہی کیا ہے ؟
۳ - مذکورہ عبارت سے ثابت ہوا کہ شیعہ کتب میں جو اس قسم کی روایات ہیں کہ باغ فدک چھن جانے پر سیدہ نے حضرت علی کو سخت سست کہا اور کہا کہ تم یوں گھر میں چھپے بیٹھے ہو جیسے بچہ ماں کے رحم میں ہوتا ہے۔ اور یوں شیر خدا کی سخت بے ادبی کی (معاذاللہ) یہ سب شیعہ روایات جھوٹ کا پلندہ ہیں اسی طرح فدک جیسی حقیر چیز کے لیے دختر رسول خدا ہوتے ہوئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شکوہ و شکایت کرنے کی تمام شیعہ روایات سیدہ کی عصمت کے خلاف اور آپ کے دامنِ عصمت کو داغدار کرنے کی بدترین جسارت ہیں۔

دعوت فکر:

مذکورہ عبارت سے ایک درس ہمیں حاصل ہوتا ہے جو ہم انصاف کے نام پر پورے مسلکِ شیعہ کے سامنے رکھتے ہیں ممکن ہے گم کردہ راہ کو ہدایت مل جائے۔

دیکھئے سیدہ فاطمہ کا علی مرتضیٰ پر فدک کے متعلق غضب ناک ہونا جب شیعہ مؤرخ نے عصمتِ سیدہ فاطمہ کے خلاف دیکھا تو فوراً یہ تاویل کر دی کہ یہ اہل بیت کے اسرار میں سے ہے لہذا علی مرتضیٰ پر کوئی اعتراض نہیں! شیعو! سیدہ کا غضب علی پر اگر اسرار اہل بیت میں سے ہے تو ابوبکر پر سیدہ کا غضب اور ناراضگی اسرار اہل بیت سے قرار دیتے ہوئے شخصیتِ صدیقی کو تم بے داغ کیوں نہیں سمجھتے؟

ع شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات؟

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مالِ فئ وانفال کی تعریف اور اس کا حکم قرآن وائمہ اہل بیت کے اقوال سے

نوٹ:

"باغ فدک" کے بارے میں ہم نے جو مختلف روایات کتب شیعہ سے پیش کی ہیں۔ ان میں اگرچہ ان لوگوں نے بہت رطب و یابس سے کام لیا ہے۔ اور دروغ گوئی تک سے باز نہیں آئے۔ جس کی تردید ہم نے ٹھوس دلائل سے کر دی ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود ان روایات میں ایک بات سب نے تسلیم کی۔ وہ یہ ہے۔ کہ "باغ فدک وہ مال ہے۔ جو بغیر جنگ و جدال بطور مصالحت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ آیا۔"

اور جو مال اس طریقہ سے مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ اُسے "مال فیء" کہتے ہیں۔ سورۃ حشر میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

آیت:

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(سورۃ الحشر رکوع ۴/ پ ۲۸)

ترجمہ: اور جو مال حق تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان لوگوں سے بغیر لڑے عطا کیا ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تو اس پر تم نے نہ گھوڑے دوڑائے ہیں نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے رسول
کو جس جس پر چاہتا ہے مسلط فرما دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر پوری پوری
قدرت رکھتا ہے۔

(ترجمہ مقبول احمد)

اس آیت کریمہ میں "مال فئے" کی خود اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرما دی۔ یعنی جو مال
جنگ و جدل کے بغیر حاصل ہو۔

جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ "فدک" روایت شیعہ کے مطابق اور تعریف قرآن
کے مطابق "مال فئے" ہے۔ تو اس قسم کے مال کا حکم کیا ہے؟ یعنی وہ کس کی ملکیت
ہوتا ہے؟ اور اس کا مصرف کیا ہوتا ہے؟ ان چند باتوں کے جواب سے زیر نظر مسئلہ
کی مزید وضاحت ہو گی۔ ہم اس سلسلہ میں کتب شیعہ سے ہی اس کا حکم ذکر کرتے
ہیں۔ سر دست پانچ حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

حوالہ نمبر (۱)

تہذیب الاحکام میں جناب باقر علیہ السلام اور جناب امام جعفر علیہ السلام
سے فے اور انفال کے بارے میں منقول ہے۔ کہ جو زمین اس طرح
ہاتھ آئے۔ کہ اس میں نہ خون بہایا گیا ہو (اور نہ ہی اس میں جہاد کی
نیت سے گھوڑے دوڑائے گئے ہوں) بلکہ کسی قوم سے مصالحت
کی گئی ہو۔ اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے کچھ دیا ہو۔ اور جو زمین غیر آباد
پڑی ہو۔ یا پانی کی تہہ میں ہو۔ یا پانی کے راستہ میں ہو۔ سب کی سب
فے اور انفال میں داخل ہے۔ اور اللہ اور اللہ کے رسول کی ملکیت
ہے۔ اور اللہ کا حصہ بھی اس کے رسول کے اختیار میں ہے۔ کہ جس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مصرف میں چاہے اسے صرف کرے۔ اور بعد رسول کے امام کو بھی وہی حق ہے۔

(ضمیمہ جات مقبول حواشی ص۱۵۶ / افتخار بک ڈپو لاہور)

حوالہ نمبر (۲)

الجوامع میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ انفال میں ہر وہ چیز داخل ہے۔ جو بغیر لڑائی کے کفار کے ملک سے ہاتھ آئے اور ہر وہ زمین جس سے اس کے رہنے والے بغیر لڑائی کے نکل جائیں جس کو فقہا کی اصطلاح میں "فئے" کہتے ہیں۔

(ضمیمہ جات مقبول حواشی ص۱۵۶)

حوالہ نمبر (۳)

عَنِ الْبَاقِرِ وَالصَّادِقِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اَلْفَيْءُ وَالْاَنْفَالُ مَا كَانَ مِنْ اَرْضٍ لَمْ تَكُنْ فِيْهَا هَرَاقَةُ دَمٍ وَقَوْمٌ صُوْلِحُوْا وَاَعْطُوْا بِاَيْدِيْهِمْ وَمَا كَانَ مِنْ اَرْضٍ خَرِبَةٍ اَوْ بُطُوْنِ اَوْدِيَةٍ فَهُوَ كُلُّهُ مِنَ الْفَيْءِ وَالْاَنْفَالِ فَهٰذَا كُلُّهُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ فَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ لِرَسُوْلِهٖ يَضَعُهٗ حَيْثُ شَآءَ وَهُوَ لِلْاِمَامِ بَعْدَ الرَّسُوْلِ

(تفسیر صافی جلد اوّل ص۶۲۶ مطبوعہ تہران / زیر آیت یسئلونک عن الانفال)

ترجمہ: امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ فئے اور انفال ہر وہ زمین ہے۔ جس کے حصول کے لیے خون ریزی نہ کی گئی ہو۔ اور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لوگوں نے بطور صلح اپنے ہاتھوں خود دے دی ہو۔ اور وہ زمین جو غیر آباد ہو۔ یا پانی کی تہہ میں ہو۔ وہ بھی تمام کی تمام فئے اور انفال میں داخل ہے۔ اور "فئے انفال" کا مالک اللہ اور اس کا رسول ہوتا ہے تو جو اللہ کی ملکیت ہے۔ وہ بھی نیابۃً اس کے رسول کی ملکیت میں ہوتی ہے۔ رسول کی مرضی اُسے جہاں چاہے صرف فرمائے۔ اور رسول کے انتقال کے بعد امام اس کا مالک ہوتا ہے۔

حوالہ نمبر (۴)

عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْاَنْفَالُ كُلُّ مَا اُخِذَ مِنْ دَارِ الْحَرْبِ بِغَيْرِ قِتَالٍ وَ كُلُّ اَرْضٍ اِنْجَلٰى اَهْلُهَا عَنْهَا بِغَيْرِ قِتَالٍ وَسَمَّاهَا الْفُقَهَاءُ فَيْئًا وَالْاَرَضُوْنَ الْمَوَاتُ وَالْاٰجَامُ وَبُطُوْنُ اَوْدِيَةٍ وَقَطَائِعُ الْمُلُوْكِ وَمِيْرَاثُ مَنْ لَا وَارِثَ لَهٗ وَهِيَ لِلرَّسُوْلِ وَلِمَنْ قَامَ مَقَامَهٗ بَعْدَهٗ (تفسیر صافی جلد اول ص۶۳۶)

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ "انفال" ہر وہ چیز ہے۔ جو دار الحرب سے لڑائی کے بغیر حاصل ہو۔ اور ہر وہ زمین جسے اس کے مالک بغیر لڑائی کے چھوڑ کر چلے جائیں۔ اسی قسم کی زمین کو فقہاء "فئے" کہتے ہیں۔ غیر آباد زمین۔ جنگلات، پانی کے راستے بادشاہوں کی جاگیریں اور اس شخص کی وراثت جس کا کوئی وارث نہ ہو۔ یہ تمام اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔ اور رسول کے بعد اس کے لیے جو ان (رسول) کا قائم مقام ہو۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حوالہ نمبر (۵)

سوم فیٔ است (یعنی منجملہ اموالیکہ آئمہ و ولاۃ دراں تصرف دارند واں ملے است۔ کہ از کفار بمسلمانان منتقل شود بدون قتال وایجاف خیل ورکاب واں رسول را باشد در حال حیوٰۃ وی و بعد از وی کسی را کہ قائم مقام وی باشد از ائمہ دین وایشاں ہر کس را کہ خواہند دھند۔ در ہر چہ صلاح باشد صرف نمایند وایں قول امیر المومنین است۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۹ ص ۲۲۳ مطبوعہ تہران / زیر آیت ما آفاء اللہ علی رسولہ / سورۃ حشر پ ۲۸)

ترجمہ: تیسرا مال فیٔ ہے۔ یعنی من جملہ ان اموال کے کہ جن میں ائمہ اور والیان حکومت تصرف رکھتے ہیں۔ یہ وہ مال ہوتا ہے۔ جو کفار کی ملکیت سے مسلمانوں کے پاس بغیر حرب و ضرب کے منتقل ہو کر آجائے۔ اس کے مالک رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتے ہیں۔ جب تک بقید حیات رہیں۔ اور ان کی وفات کے بعد اس شخص کی ملکیت قرار پاتے ہیں۔ جو پیغمبر کے قائم مقام ائمہ دین میں سے ہوتے ہیں۔ پھر یہ لوگ جس کو چاہیں اس میں سے عطا کریں۔ اور ہر اس کام پر خرچ کریں۔ جو بہتر ہوتا ہو۔ یہی قول امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہے۔

ان پانچ حوالہ جات سے ”مال فیٔ“ کی تعریف اور اس کا مصرف بخوبی واضح ہو گیا۔ اب ہم اپنے مقصد کی طرف لوٹتے ہیں۔ وہ یہ کہ جب ”فدک“ کے متعلق خود شیعہ روایات سے ثابت ہوا۔ کہ اسے بغیر جنگ و جدال کے مصف مصالحتی طور پر کفار خیبر نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف دیا تھا۔ تو اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طریقہ سے "فدک" کا شمار بھی مذکورہ روایات کی روشنی میں "مال فئے" میں ہوا اور جب "فدک" مال فئے ٹھہرا۔ تو اس کی ملکیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوئی اور اس کی آمدنی کا تصرف بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا۔ آپ کے وصال کے بعد جو شخص امام امت اور والی مملکت اسلامیہ بنا۔ یہ جائیداد نیابتہً اس کے زیر تصرف آئی۔ اور وہ بھی اس کی آمدنی انہی مدات میں خرچ کرنے کا پابند تھا۔ جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف فرمایا کرتے تھے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ "مال فئے" جب کسی کی ملکیت میں نہیں دیا جا سکتا اور نہ ہی اس کا کوئی مالک بن سکتا ہے۔ تو "فدک" بھی کسی کی ملکیت نہ قرار پایا۔ اور نہ ہی (اس کی ملکیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر صدیق) عمر بن خطاب، عثمان غنی حضرت علی، امام حسن رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی طرف منتقل ہوئی۔ بلکہ اپنے اپنے دور میں یہ حضرات اس کے امین ہو کر تصرف کرنے کا نیابتہً اختیار رکھتے تھے۔ لہٰذا اگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بالفرض سیدہ فاطمہ کے سوال کرنے پر انہیں یہ نہیں دیا تھا تو انہیں ایسا کرنا از روئے شرع لازم تھا۔ اور اس پر ان کے عدل و انصاف اور شرعی استقامت کی داد دینی چاہیئے۔ نہ کہ انہیں ظالم بنا کر لوگوں کے سامنے ان کا ڈھنڈھورا پیٹا جائے۔ لیکن عقل کے اندھوں کو اتنی سمجھ کہاں؟

سوال:

اگر کوئی شخص مذکورہ پانچ حوالہ جات کی روشنی میں اور آیت کریمہ کے ضمن میں یہ سوال کرے۔ کہ ان میں صرف "مال فئے" کی تعریف اور اس کے مصارف کا ذکر آیا۔ یہ کہاں آیا ہے۔ کہ "فدک" بھی "مال فئے" تھا؟ تاکہ اس کے ثابت ہونے کے بعد بقیہ باتیں درست مانی جائیں۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے۔ کہ پچھلی سطور میں ہم یہ عرض کر چکے ہیں کہ ان حوالہ جات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اورآیت قرآنیہ میں "مال فئے" کی تعریف ومصرف ذکر کیا گیا رہا یہ کہ "فدک" مال فئے تھا یا نہیں؟ تو ایک قاعدہ کلیہ جب بیان کر دیا جائے۔ تو اس وقت اس قاعدہ کے تحت جو بھی چیز آئے گی۔ اُسے وہی حکم دیا جائے گا۔ اس کی تمام جزئیات کا نام لے کر شمار کرنا نہ ضروری ہے۔ اور نہ ہی اس کی پابندی۔ جب تمہارے حوالہ جات سے یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ "فدک" بغیر جنگ وجدال کے حاصل ہوا۔ اور اس کی خاطر کوئی خون ریزی نہیں ہوئی۔ کفار نے مصالحتی طور پر اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا تھا۔ اور جب "فئے" کی تعریف اس پر صادق آتی ہے۔ تو اسے ہم "مال فئے" کیوں نہ کہیں! جب "فدک" تعریف کے مطابق "مال فئے" ٹھہرا۔ تو ایسے مال کی کسی کو ملکیت نہیں دی جاتی۔ بلکہ اللہ اور اس کے رسول یا رسول کے نائب اس کے متصرف ہوتے ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ "فدک" مال فئے ہونے کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف تھا۔ اور آپ کے انتقال کے بعد آپ کے نائب خلیفۃ المسلمین کے زیر تصرف آیا۔ اس طرح یہ ایک دوسرے کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

فدک مال فئے میں سے تھا

ناسخ التواریخ:

وچوں فتح فدک نبیروئے سوارہ وپیادہ نبود بتمامت خاص پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گشت وایں آیہ مبارکہ دلالت براین معنیٰ تو اند داشت

وَمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ
يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ
قَدِيْرٌ۔ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى
فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ
وَابْنِ السَّبِيْلِ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ
مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ
فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۔

ترجمہ فارسی:

میفرماید آنچہ از ملک و مال کفار بارسول مختار گذاشتم، سواران و پیادگان شمار نج تاختن و شکنج از م ساختن ندید ندکہ بہرہ و نصیبہ توانند کرد لاجرم خاصہ و خالصہ خدا و رسولست و مقرراست از برائے خویشاوندان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم و مساکین ایشاں تا درمیان توانگراں دست بدست نرود۔

(ناسخ التواریخ زندگانی حضرت فاطمہؑ صـ۸۳ ذکر تفویض ضوابط فدک بفاطمہ)

ترجمہ: جب فدک کی فتح سواروں اور پیادوں کی طاقت سے نہ تھی اس لیے تمام تر خاصہ پیغمبر ٹھہری۔ اور یہ آیہ مبارکہ اسی معنٰی پر محمول ہوتی ہے۔ کہ کفار سے جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو مال فئے دیتا ہے تو وہ ایسا (مال و علاقہ) ہے جس پر تم نے گھوڑے نہ دوڑائے ہوں اور نہ اونٹ مگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جس علاقہ پر چاہے تسلط دے دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کچھ علاقوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے اپنے رسول کو جو کچھ مال فئی دیتا ہے تو اس کا حق دار اللہ اس کا رسول، رسول کا رشتہ دار۔ یتیم مساکین اور مسافرین ہیں تاکہ یہ مال تم میں سے دولت مندوں کے درمیان نہ گھومتا رہے۔ اور جو رسول تمہیں دے دے لو اور جس سے روکے اس سے رُک جاؤ۔

مذکورہ بالا عبارت سے یہ امور ثابت ہوئے۔

(۱) علاقہ فدک پر فوج کشی نہیں کی گئی۔ بلکہ بغیر جنگ کے صلح کے ساتھ یہ علاقہ اسلام میں داخل ہوا اور ایسے علاقہ اور ایسے مال کو اللہ تعالیٰ کا قرآن اموال فئی قرار دیتا ہے۔

(۲) قرآن کی رو سے مال فئے رسول کے لیے ہے کہ وہ اس سے اپنا گھریلو خرچہ چلائیں اسی طرح آپ کے رشتہ داروں کے لیے ہے کہ اس میں سے انہیں بھی کچھ دیا جائے گا۔ اسی طرح مسلمانوں میں سے غرباء مساکین یتامیٰ اور مسافرین کے لیے ہے۔ گویا اس میں تمام اہل اسلام کا حق ہے۔

(۳) قرآن کریم نے اسے تمام یتامیٰ و مساکین و مسافرین پر خرچ کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے تاکہ اسے صرف دولت مندوں کے لیے مختص نہ کر دیا جائے۔ اور غریب لوگ فاقہ کشی میں مبتلا نہ رہیں۔

یاد رہے کہ مذکورہ عبارت سے قبل بھی مرزا محمد تقی نے ناسخ التواریخ میں شرح و بسط کے ساتھ ثابت کیا ہے۔ کہ فدک بغیر جنگ کے صلح کے ساتھ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تھا۔ اس لیے مال فئے ٹھہرا۔

اور ابھی آپ گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ یہ مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے اختیار و تصرف میں ہوتا ہے اور آپ اسے اللہ کے قرآن کے احکام کے مطابق اس کے ارشاد کردہ مصارف پر خرچ فرماتے ہیں۔ اور آپ کے بعد آپ کے جانشین خلیفہ کے تصرف میں ہوتا ہے اور وہ اُسے سنت نبوی اور ارشاد قرآن کے مطابق طے شدہ مصارف پر خرچ کرتا ہے۔ اور بلا شک و شبہ خلفاء ثلاثہ نے یہی کچھ کیا فدک کا مال فئی ہونا مجالس المومنین کے حوالہ سے بھی بحث کے آغاز میں بیان ہو چکا ہے اور مزید تسلی کے لیے اصول کافی کی عبارت پیش کی جا رہی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اصول کافی

عَنْ عَلِيِّ بْنِ سُبَاطٍ قَالَ لَمَّا وَرَدَ اَبُوالْحَسَنِ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى الْمَهْدِيِّ رَاٰهُ يَرُدُّ الْمَظَالِمَ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا بَالُ مَظْلِمَتِنَا لَا تُرَدُّ؟ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ يَا اَبَا الْحَسَنِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى لَمَّا فَتَحَ عَلٰى نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَكَ وَمَا وَالَاهَا لَمْ يُوْجِفْ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ۔ (اصول کافی جلد اول ص۵۴۳)

ترجمہ: علی بن سباط سے روایت ہے کہ جب امام موسیٰ کاظم عباسی خلیفہ مہدی کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ لوگوں کی غصب شدہ املاک واپس کر رہا ہے آپ نے کہا ہماری غصب ملک واپس کیوں نہیں کر رہا؟ کہا وہ کونسی اے ابوالحسن؟ کہا جب اللہ نے نبی کو فدک پر فتح دی تو اس پر گھوڑے نہیں دوڑائے

اب صافی شرح اصول کافی سے اسی جگہ مذکورہ حدیث کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

لَمْ يُوْجِفْ معلوم از باب افعال است۔ وضمیر مستتر راجع برسول است۔ "با" در بِخَيْلٍ برائے تعدیہ بمفعول دوم است۔ ومفعول اول محذوف است۔ بتقدیر لَمْ يُوْجِفِ الْعَسْكَرَ واشارہ است۔ بقول اللہ تعالیٰ در سورۂ حشر "وَمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ" (سورہ حشر پ۲۸)

ترجمہ۔ "لَمْ يُوْجِفْ" نفی جحد معلوم باب افعال سے ہے۔ اس میں مستتر ضمیر "هُوَ" رسول کی طرف لوٹتی ہے۔ "بِخَيْلٍ" کے لفظ پر داخل شدہ "حرف با" اس فعل کو دوسرے مفعول کی طرف متعدی کرنے کے لیے آتی ہے۔ اور مفعول اول عبارت میں حذف کیا گیا ہے۔ یعنی "لَمْ يُوْجِفِ الْعَسْكَرَ" ان الفاظ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(لَمْ یُوْجِفْ بِخَیْلٍ) کے ذکر فرمانے کا مقصد دراصل اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ جو سورہ حشر میں واقع ہے۔ "وَمَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ الخ"

وضاحت

مذکورہ عبارت میں "صاحب صافی" نے یہ بات واضح کر دی۔ کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے خلیفہ مہدی کے دربار میں "باغ فدک" کی حقیقت بیان کرتے ہوئے جو یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

" وَلَمَّا فَتَحَ عَلٰى نَبِيِّهٖ فَدَكَ وَمَا وَالَاهَا وَلَمْ يُوْجِفْ عَلَيْهِ بِخَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ" تو ان سے ان کی صاف طور پر یہ مراد تھی۔ کہ "باغ فدک" بھی آیت فئے میں داخل ہے۔ کیونکہ "مال فئے" کی طرح اس کے حصول کے لیے کوئی جنگ و جدال نہ ہوئی۔ بلکہ کفار نے محض صلح کرتے ہوئے یہ جائیداد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف دے دی تھی۔

دو ضروری باتیں:

۱۔ شیعہ و سنی دونوں کی معتبر کتب سے ثابت ہے۔ کہ "اموال فئے" (جس میں فدک بھی شامل ہے) کے متعلق جو عمل اور طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ اور جن مصارف پر آپ اسے خرچ فرمایا کرتے تھے۔ انہی مصارف پر آپ کے انتقال کے بعد خلیفہ اوّل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، خلیفہ ثانی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، خلیفہ ثالث عثمان غنی رضی اللہ عنہ، خلیفہ رابع علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ صرف کرتے رہے۔ آپ کے عمل اور طریقہ میں ذرہ بھر فرق نہ کیا۔ اور نہ ہی ان اموال میں کوئی تغیر و تبدل کیا۔ گویا قرآن پاک میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مذکور ہدایت اور حکم کے مطابق اِسے تصرف میں لاتے رہے۔ حتیٰ کہ "مروان" کا دور آیا۔ تو اس نے "فدک" میں ردوبدل کیا۔ اس کے بعد جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا۔ تو انہوں نے "مروان" کے طریقہ کو ختم فرما کر پھر سے وہی طریقہ وعمل جاری فرمایا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا تھا۔

اس وضاحت کے پیش نظر اگر کوئی متعصب، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس بنا پر غاصب، ظالم اور منافق تک کے الفاظ کہتا ہے۔ کہ ان حضرات نے "فدک" میں ردوبدل نہ کیا۔ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دینے کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل وطریقہ کو مقدم رکھا۔ تو پھر صرف یہی دو حضرات ہی موردِ الزام نہ ٹھہریں گے۔ بلکہ اس طریقہ اور عمل پر جو بھی کاربند رہا۔ وہ بھی ان الفاظ کا مصداق قرار پائے گا۔ کیونکہ یہ طریقہ وعمل جب یکساں ٹھہرا۔ تو اس طریقہ پر حکم بھی ایک جیسا ہو گا۔ لہٰذا یہ الفاظ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، امام حسن رضی اللہ عنہ بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات پر بھی صادق آئیں گے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

۲۔ دونوں فریق کی کتب اس بات کی بھی شہادت دیتی ہیں۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اے دختر رسول خدا میں جب تک زندہ ہوں۔ اموال فئے (فدک وغیرہ) میں وہی طریقہ اور عمل جاری رکھوں گا۔ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا تھا۔ اس میں قطعاً کوئی ردوبدل نہ کروں گا۔ اور تغیر وتبدل کے ذریعہ کوئی دوسرا طریقہ ہرگز نہ اپناؤں گا۔

ہاں یہ پیش کش کئے دیتا ہوں۔ کہ میرے ذاتی مال وجائیداد میں اے دختر رسول! تمہیں کلی اختیار ہے۔ جو چاہیں لے لیں۔ یہ سب آپ پر قربان ہے شیعہ کتاب "حق الیقین" کی عبارت ملاحظہ ہو۔

اموال واحوال خود را از تو مضائقہ ندارم۔ آنچہ خواہی بگیر تو سیدہ امتِ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پدرِ خودی و شجرۂ طیبہ از برائے فرزندانِ خود انکارِ فضلِ تو کسے نمی تواند کرد۔ وحکم تو نافذ است در مالِ من۔ اما در اموالِ مسلمانان مخالفتِ گفتہ پدر تو نمی توانم کرد۔

(۱) (حق الیقین ص۱۲۷ باب پنجم ذکر احتجاج حضرت زہرا با ابوبکر در امر فدک) مطبوعہ تہران

(۲) ناسخ التواریخ جزء اول از تاریخ خلفا ص۱۵۷ بالفاظ مختلفہ مطبوعہ تہران طبع جدید تہران مصنفہ مرزا محمد تقی، نیز ناسخ التواریخ زندگانی فاطمہ ص۱۴۸)

ترجمہ: میں اپنے اموال و احوال کو تم سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا آپ اس میں خود مختار ہیں۔ جو چاہیں لے سکتی ہیں آپ اپنے والد گرامی کی امت کی سیدہ ہیں اور اپنے فرزندوں کے لیے "شجرۂ طیبہ" ہیں۔ آپ کے فضل کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اور آپ کا حکم میرے ذاتی مال میں نافذ ہے۔ لیکن مسلمانوں کے اجتماعی مال میں آپ کے والد بزرگوار کے ارشاد کی مخالفت نہیں کر سکتا۔

اسی مقام پر کچھ سطور پہلے اسی کتاب "حق الیقین" میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے جو کچھ فرمایا۔ اس کی جھلک ملاحظہ ہو۔

حق الیقین: فدک کے متعلق خدمتِ فاطمہ میں صدیق اکبر کی نہایت مخلصانہ گزارش

ابوبکر گفت۔ اے دخترِ رسولِ خدا پدر تو نسبت بمومنان مشفق و کریم ومہربان ورحیم بود۔ و بر کافراں عذاب الیم وعقاب عظیم بود۔ واو راگر نسبت میدہم پدر تست نزنانِ دیگر و برادر شوہر تست نزدوستان دیگر او را اختیار کرد برہر خویشی و او یاری او۔ نمود در ہر امر عظیم و دست

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نبیدارد شمار امگر ہر سعادت مندی ودشمن نبیدارد شمارا مگر ہر بدبختی
پس شما عترت پاکیزۂ رسول اید و نیکاں و برگزیدگان وراہ نمایان ما اید
بسوئے خیر و سعادت و جنّت و توئی برگزیدۂ زناں و دختران بہترین
پیغمبراں راست گوئی در گفتار خود سبقت داری بر ہمہ بسبب وفور عقل
خود و کسی تو را از حق خود برنمیگرداند بخدا سوگند کہ من از رائی رسول خدا تجاوز
نکردہ ام و آنچہ کردہ ام باذنِ او کردہ ام و خدا را گواہ میگردم کہ شنیدہ ام
از رسول خدا کہ گفت ما گروہ انبیاء میراث نمیگذاریم نہ طلا و نہ نقرہ و نہ خانہ و نہ
عقار و نیست میراث ما مگر کتابہا و حکمت و علم پیغمبری و آنچہ طعمۂ ما است
ولی امرِ خلافت بعد از ما در آں حکم میکند بحکم خود و من چناں کردہ حکم کردم
کہ آنچہ تو از ما طلب می کنی صرف اسباب و اسلحہ شود کہ مسلمانان با کفار قتال
کنند و ایں را باتفاق مسلمانان کردہ ام و دریں امر منفرد و تنہا نبودہ ام۔
(حق الیقین صـ ۱۲۶) باب پنجم خطبہ حضرت صدیقۂ کبریٰ
ناسخ التواریخ زندگانی فاطمہ صـ ۱۴۷ طبع تہران)

ترجمہ: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے خدا کے پیغمبر کی لختِ جگر!
آپ کے والد گرامی مومنوں کے لیے انتہائی مشفق، کریم، مہربان اور
رحیم تھے۔ اور کفار کے لیے دردناک عذاب اور بہت بڑی سزا تھے
ان کے بارے میں جو کچھ نسبت کر سکتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ وہ آپ
کے والد تھے۔ نہ کہ دوسری عورتوں کے۔ اور آپ کے خاوند کے
بھائی تھے۔ کسی اور کے نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو
ہی اپنے اعزہ واقارب پر پسند فرمایا۔ اور حضرت علی نے بھی ان کی
خوب مدد کی۔ ہر سعادت مند ہی آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھے گا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور صرف بد بخت ہی آپ سے دشمنی کرے گا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ اولاد ہیں۔ اور ہم میں سے نیک اور برگزیدہ ہیں۔ ہر سعادت اور خیر وجنت کی آپ ہمارے لیے راہ نما ہیں۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر اِن نیک اختر سے پاکیزہ تر ہیں۔ گفتار میں سچی ہیں۔ عقل وسمجھ میں سب سے بڑھ کر ہیں۔ کوئی بھی آپ کو آپ کے حق سے محروم نہیں کر سکتا۔ اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے تجاوز نہیں کیا۔ اور جو کچھ کیا ہے۔ اُن کے ہی اذن سے کیا ہے۔ میں خدا کو گواہ کرکے کہتا ہوں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا۔ آپ نے فرمایا۔ ہم گروہ انبیاء میراث چھوڑ کر نہیں جاتے۔ نہ چاندی، نہ سونا نہ گھر نہ ہی زمین ہماری وراثت ہوتی ہے۔ ہماری وراثت صرف کتابیں، حکمت اور علم پیغمبرانہ ہوتا ہے۔ اور جو کچھ ہماری خوراک ہوتی ہے۔ اس میں ولی امر ہمارے بعد خلیفہ ہوتا ہے۔ اور اس بارے میں وہ ہی فیصلہ کرتا ہے۔ میں نے بھی اسی طرح فیصلہ کیا۔ اور جو آپ نے مجھ سے طلب فرمایا۔ وہ مسلمانوں کے اجتماعی امور میں صرف ہوگا۔ مسلمان اس سے سامان جنگ خریدیں گے۔ اور کفار کے ساتھ جنگ کریں گے۔ اور یہ فیصلہ میں نے مسلمانوں کے اتفاق سے کیا ہے۔ اس فیصلہ میں میں تنہا نہیں۔

خلاصہ کلام:

''حق الیقین'' کی اس عبارت سے یہ بات بالکل نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خاتون جنت کو اپنے مال و متاع میں تصرف کرنے کا کلی اختیار عطا کر دیا۔ لیکن "باغ فدک" چونکہ اجتماعی مفاد کے لیے وقف تھا۔ اس لیے اس کو دینے سے معذرت کی۔ اور یہ صرف ان کی اپنی رائے اور ذات کا فیصلہ نہ تھا۔ بلکہ صحابہ کرام کا اجتماعی اور متفقہ فیصلہ تھا۔ جس کی پشت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی مخالفت حضرت علی نے اپنے زمانہ خلافت میں بھی نہیں فرمائی — بلکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر ہی عمل فرماتے رہے۔

"باغ فدک" سے محرومی پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خلیفہ وقت سے ناراضگی کی تحقیق

"مسئلہ فدک" میں ایک بات خاص طور پر توجہ طلب ہے۔ وہ یہ کہ فدک سے محرومی کی وجہ سے سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا اس وقت کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں تھیں۔ ناراضگی کی یہ کہانی اہل سنت وجماعت کی کسی معتبر کتاب سے ان الفاظ کے ساتھ صراحۃً ثابت نہیں کی جا سکتی۔ کہ سیدہ نے خود فرمایا ہو" کہ میرا حق غصب ہوا۔ لہذا میں ابوبکر سے سخت ناراض ہوں۔ انہوں نے مجھ پر زیادتی کی۔ اس لیے میں ان سے کبھی بھی بات چیت نہ کروں گی"۔

اس بارے میں راقم الحروف کا دعویٰ ہے۔ کہ کوئی شخص اہل سنت وجماعت کی کسی معتبر کتاب سے اس قسم کا ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔ ہاں جو الفاظ پیش کیے جا سکتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ فَغَضِبَتْ فَاطِمَۃُ فَھَجَرَتْ اَبَابَکْرٍ یعنی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) غصہ ہو گئیں۔ اور ابوبکر سے گفتگو ترک کر دی۔ اس سے زیادہ کوئی حوالہ پیش نہیں کیا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جا سکتا۔

آیئے ان الفاظ کے بارے میں تحقیق کریں۔ کہ کیا ان الفاظ سے واقعی سیدہ کی ابوبکر سے ناراضگی ثابت ہوئی۔ اور عمر بھر کے لیے انہوں نے ابوبکر صدیق سے گفتگو کرنا بند کر دی۔ سب سے اہم بات یہ ہے۔ کہ یہ الفاظ راوی روایت کے خیال کی ترجمانی تو کر سکتے ہیں۔ سیدہ خاتون جنت کا ارشاد نہیں بن سکتے۔ یعنی اس روایت کے راوی نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ کہ میرے خیال میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر سے ناراضگی کی۔ اور اس کی بنا پر قطع تعلق کر لیا۔ اس کی تائید اور دلیل یہ ہے۔ کہ ناراضگی ایک ایسا فعل ہے۔ جس کا تعلق قلب انسانی سے ہوتا ہے۔ جب تک متکلم اپنی ناراضگی اور خوشی وغیرہ افعال قلبیہ کا خود اظہار نہ کرے۔ دوسرے کو اس کا علم نہیں ہو سکتا۔ ہاں بعض دفعہ قرائن و حالات سے ان امور کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن حالات و قرائن سے لگایا ہوا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔ چاہے وہ اندازہ لگانے والا معصوم ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا واقعہ ہمارے سامنے ہے۔ جب جناب خضر علیہ السلام نے کشتی کو ناکارہ بنا دیا۔ تو حضرت موسیٰ نے حالات اور قرائن سے یہ معلوم کیا۔ کہ کشتی اس لیے توڑی گئی ہے تاکہ اس کے اندر سوار لوگوں کو ڈبویا جائے۔ گویا ان کی رائے میں حضرت خضر علیہ السلام کے فعل کا مقصد یہی آیا۔ لیکن یہ اندازہ درست نہ تھا۔ بلکہ جو ارادہ تھا۔ اُسے حضرت خضر ہی جانتے تھے۔ کیونکہ اس کا تعلق افعال قلبیہ سے تھا۔ پھر وقت آنے پر آپ نے ارادہ بتلا دیا۔

اسی طرح جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پہاڑ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمکلامی کے بعد فارغ ہوئے۔ اور واپس قوم میں تشریف لائے۔ تو حالات و واقعات سے ایک اندازہ لگایا۔ کہ میرے طور پہ جانے کے بعد میرے بھائی ہارون نے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میری ہدایات پر پوری طرح عمل نہیں کیا۔ اور لوگ ان کی سستی یا کاہلی سے ناجائز فائدہ اٹھانے میں کامیاب ہو گئے۔ خدا وحدہ لاشریک کے ساتھ بچھڑے کو شریک بنالیا۔ اور اس کی پرستش شروع کر دی۔ حتیٰ کہ اتنا غصہ آیا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ کر جھنجھوڑا۔ لیکن یہ اندازہ درست نہ تھا۔ اور حضرت ہارون علیہ السلام سے کوتاہی اور سستی واقع نہ ہوئی تھی۔ اور حضرت ہارون علیہ السلام بالکل بے قصور تھے۔ ان دو قرآنی واقعات سے معلوم ہوا۔ کہ کسی قلبی فعل کے لیے حالات و واقعات اور قرائن راہنما تو بن سکتے ہیں لیکن اس کی حقیقت کی وضاحت اسی وقت درست اور یقینی ہو سکتی ہے۔ جب کہ متکلم اور فاعل خود اس قلبی فعل کی حالت کا اظہار کرے۔

نوٹ:

یاد رہے بعض واقعات اور حالات کو راوی اپنے قیاس کے مطابق صحیح سمجھ کر بیان کر دیتا ہے۔ لیکن اس کا وہ قیاس درست ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ محض ایک تاثر تھا۔ جو اس نے بیان کر دیا۔ حقیقت کچھ اور ہوتی ہے۔ تاریخ میں اس قسم کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ بلکہ حدیث پاک میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایسے واقعات موجود ہیں۔ ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات سے الگ ہو کر چند روز بالاخانہ میں قیام پذیر ہو گئے۔ تو آپ کے اس رویہ سے کچھ لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔ جب یہ خبر اڑتی اڑتی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لائے جہاں بیٹھے ہوئے لوگوں میں آپس میں یہی گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی حقیقت و تفتیش کے سبب بالاخانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اس بارے میں دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ طلاق کوئی نہیں دی۔ وہ سب میرے نکاح میں ہی ہیں۔

تو جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت نشینی اور علیحدگی سے کچھ لوگوں نے یہ قیاس و اندازہ لگایا۔ کہ آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے۔ حالانکہ ایسا قطعاً نہ ہوا تھا۔ اسی طرح اِس روایت کے راوی نے جب اپنے شیخ اور استاد سے "لَمْ تَتَکَلَّمْ" کے الفاظ سُنے۔ تو اس سے یہ قیاس کر لیا۔ کہ یہ الفاظ "سیدہ" کی حالت غضب کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ لہذا اس قیاس کے مطابق غلط فہمی سے "غَضِبَتْ" کا لفظ زیادہ کر دیا۔ اور ایک دوسرے سے یہی نقل ہوتا رہا۔

حالانکہ "لَمْ تَتَکَلَّمْ" کا مقصد یہ نہ تھا۔ کہ سیدہ غضبناک ہوئیں۔ اور غصہ میں آکر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کلام نہ کیا۔ اور واپس گھر آگئیں۔ بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ جب سیدہ خاتونِ جنت کو "فدک" کے بارے میں تسلی ہو گئی۔ اور انہیں اس کا علم ہو گیا۔ کہ اس میں بقول رسولِ خدا وراثت نہیں چلتی۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں وہی عمل و طریقہ باقی رکھا ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتی میں تھا۔ تو اس تسلی و تشفی کے بعد انہوں نے اس معاملہ میں مزید گفتگو نہ کی۔

یہ تھا ہم جو لفظ "لَمْ تَتَکَلَّمْ" کا ابھی بیان ہوا۔ اس کے مطابق ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں۔ کہ راوی کو غلط فہمی ہوئی۔ کہ جس سے اس نے ان الفاظ سے ناراضگی سمجھی۔ لہذا اس غلط فہمی کی بنا پر راوی کے عدل و ثقاہت اور عدالت میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔

تو جس طرح پچھلے دو واقعات قرآنیہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ ان حالات و واقعات

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے غلط قیاس ہوا تھا۔ اور اس کی تصحیح اس طرح ہوئی۔ کہ خود فاعل نے اپنے فعل کی وضاحت کر دی۔ کہ اس فعل میں میری کیفیت قلبی کیا تھی؟ تو اسی طرح جب تک سیدہ فاطمۃ زہرا رضی اللہ عنہا کی زبان اقدس سے صراحۃً یہ معلوم نہ ہو۔ کہ آپ نے اپنی قلبی کیفیت یعنی غصہ کا خود اقرار کیا۔ اور اس کا اپنی زبان سے اظہار کیا۔ اس وقت تک یہ کس طرح یقین کیا جا سکتا ہے۔ کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سن کر حضرت خاتون جنت ناراض ہو گئی تھیں۔ بلکہ اس وقت یہی کہا جائے گا۔ کہ راوی نے اپنے اندازے اور قیاس سے اس عبارت سے "غصہ ہونا" سمجھا۔ حالانکہ ایسا نہ تھا۔ اور نہ ہی ایسا واقعہ تھا۔ "لَمْ تَتَکَلَّمْ" کے الفاظ اپنے شیخ اور استاد سے سنے۔ اور ان سے ناراضگی کا مفہوم مراد لے کر "غَضِبَتْ" کا اپنی طرف سے اضافہ کر دیا۔ لہٰذا ایک اعتبار سے یہ روایت بالمعنی ہوئی۔

یہ مسلہ بات ہے۔ کہ روایت بالمعنی میں غلط فہمی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ متکلم کے الفاظ سے جو معنی سامع مخاطب کے ذہن میں آیا۔ اس نے یہ سمجھا۔ کہ متکلم کی اپنے کلام سے مراد بھی یہی ہو گی۔ حالانکہ بعض دفعہ سمجھا اور جاتا ہے۔ اور مراد متکلم کچھ اور ہی ہوتی ہے۔

"غَضِبَتْ فَاطِمَۃُ" والی روایت، روایت بالمعنی ہے، اسکے دلائل

ہم جب مختلف کتب حدیث کو اٹھاتے ہیں۔ اور ان میں "روایت فدک" پڑھتے ہیں۔ تو اس روایت کو ہم تین صحابہ سے مروی پاتے ہیں۔ وہ تین یہ ہیں۔ حضرت ابوہریرہ، ابوطفیل اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم۔

جہاں تک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے اس بارے میں روایت ہے۔ اس میں سب سے "غَضِبَتْ فَاطِمَةُ" کے الفاظ میں ہی نہیں تیسری راویہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت بذریعہ "زہری" ہے۔ اور امام زہری کے بہت سے شاگردوں میں سے بعض نے ناراضگی کا ذکر کیا۔ اور بعض نے سرے سے اس کا نام تک نہ لیا۔ جن بعض نے یہ الفاظ ذکر کیے۔ انہوں نے بھی بعض مواضع پر ان کا ترک کیا ہے۔ اور جہاں جہاں ناراضگی کا ذکر آیا ہے۔ ان میں سے کسی جگہ ناراضگی خود سیدہ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کے طور پر بیان نہیں کی گئی۔ تاکہ ان کی وجہ سے سیدہ کا غضب ناک اور ناراض ہونا ثابت ہو سکے۔

ہم مزید اطمینان کے لیے ان تین صحابہ کرام سے مروی روایت کے مکمل الفاظ نقل کرتے ہیں۔ جن میں کوئی قطع و برید نہ ہوگی۔ تاکہ آپ خود پڑھ کر اطمینان حاصل کر سکیں کہ یہ روایت، روایت بالمعنی ہے۔ اور روایت بالمعنی میں راوی کو غلطی ہو سکتی ہے جس کی بنا پر راوی نے "لَمْ تَتَكَلَّمْ" سے ناراضگی سمجھ کر اسے بیان کر دیا اور بعد میں آنے والوں نے اسی رسم کو باقی رکھا۔

روایت ابو طفیل:

عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ قَالَ لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَتْ فَاطِمَةُ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ اَنْتَ وَرِثْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمْ اَهْلُهٗ ؟ قَالَ فَقَالَ لَا بَلْ اَهْلُهٗ قَالَتْ فَاَیْنَ سَهْمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اِذَا اَطْعَمَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نَبِيًّا طُعْمَةً ثُمَّ قَبَضَهُ جَعَلَهُ لِلَّذِي يَقُوْمُ مِنْ بَعْدِهٖ فَرَأَيْتُ اَنْ اُرَدَّهٗ اِلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَتْ فَاَنْتَ وَمَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی جلد ۲۰ صـ۲۶۳ فی تذکرہ امتناع ابی بکر بن عطا فاطمہ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: ابوطفیل روایت کرتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے کسی کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ تاکہ دریافت کرے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تم وارث ہو یا آپ کے اہل؟ ابوبکر صدیق نے جواب دیا۔ نہیں بلکہ آپ کے اہل آپ کے وارث ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کہاں گئی؟ ابوبکر صدیق کہنے لگے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جب کسی پیغمبر کو میں کوئی چیز عطا کرتا ہوں۔ پھر وہ پیغمبر فوت ہو جاتا ہے۔ تو وہ چیز اس کے بعد بننے والے خلیفہ کی حفاظت میں ہوتی ہے۔ لہذا میں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ اس (باغ فدک) کو مسلمانوں پر خرچ کر دوں۔ جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے۔ تو اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ کہ میں نے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا۔

روایت ابوہریرہ:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عِنْدَ التِّرْمِذِیْ جَاءَتْ فَاطِمَةُ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَتْ مَنْ یَرِثُکَ قَالَ اَهْلِیْ وَوَلَدِیْ قَالَتْ فَمَالِیْ لَا اَرِثُ اَبِیْ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا نُوْرَثُ وَلٰکِنِّیْ اَعُوْلُ مَنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعُوْلُهُ

(فتح الباری شرح بخاری کتاب فرض الخمس جلد ۶ ص ۱۵۱ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائیں۔ اور پوچھا۔ تمہارا (مرنے کے بعد) کون وارث ہوگا۔ ابوبکر صدیق نے کہا۔ میری اولاد اور میرے اہل۔ تو جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا تو میں اپنے والد کی وارث کیوں نہیں؛ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ ہم وراثت نہیں چھوڑتے۔ لیکن میں ہر اس آدمی کی کفالت کروں گا۔ جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفالت فرماتے رہے۔

روایت صالح عن الزہری:

حَدَّثَنَا عَبْدُالْعَزِیْزِ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَائِشَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سَاَلَتْ اَبَابَکْرِ الصِّدِّیْقَ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّقْسِمَ لَهَا مِیْرَاثَهَا مَا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَیْهِ فَقَالَ لَهَا اَبُوْبَکْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَۃٌ فَغَضِبَتْ فَاطِمَۃُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَھَجَرَتْ اَبَا بَکْرٍ فَلَمْ تَزَلْ مُھَاجِرَتَہٗ حَتّٰی تُوُفِّیَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سِتَّۃَ اَشْھُرٍ قَالَتْ وَکَانَتْ فَاطِمَۃُ تَسْاَلُ اَبَا بَکْرٍ نَصِیْبَھَا مِمَّا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ خَیْبَرَ وَفَدَکَ وَصَدَقَتِہٖ بِالْمَدِیْنَۃِ فَاَبٰی اَبُوْبَکْرٍ عَلَیْھَا ذٰلِکَ وَقَالَ لَسْتُ تَارِکًا شَیْئًا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعْمَلُ بِہٖ اِلَّا عَمِلْتُ بِہٖ فَاِنِّیْ اَخْشٰی اِنْ تَرَکْتُ شَیْئًا مِّنْ اَمْرِہٖ اَنْ اَزِیْغَ فَاَمَّا صَدَقَتُہٗ بِالْمَدِیْنَۃِ فَدَفَعَھَا عُمَرُ اِلٰی عَلِیٍّ وَّعَبَّاسٍ فَاَمَّا خَیْبَرُ وَفَدَکُ فَاَمْسَکَھُمَا عُمَرُ وَقَالَ ھُمَا صَدَقَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَتَا لِحُقُوْقِہِ الَّتِیْ تَعْرُوْہُ وَنَوَائِبِہٖ وَاَمْرُھُمَا اِلٰی مَنْ وَّلِیَ الْاَمْرَ قَالَ فَھُمَا عَلٰی ذٰلِکَ اِلَی الْیَوْمِ

(بخاری شریف باب فرض الخمس جلد اوّل ص۴۳۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی)

ترجمہ: حضرت عبدالعزیز بن عبداللہ، ابراہیم بن سعد سے اور یہ صالح سے صالح نے ابن شہاب سے روایت کی۔ کہ عروہ بن زبیر فرماتے ہیں۔ کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی دختر نیک اختر سیدہ فاطمہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رضی اللہ عنہا نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث
کے بارے میں دریافت کیا۔ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بطور "فئے"
دی تھی۔ تو انہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے۔ ہمارے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی۔ ہم جو کچھ
چھوڑ کر جاتے ہیں۔ وہ صدقہ ہوتا ہے۔ تو اس پر رسول خدا کی بیٹی
غصہ میں آگئیں۔ اور ابوبکر صدیق سے قطع کلامی کرلی۔ اور یہ قطع کلامی
ان کی مدت عمر تک رہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد سیدہ فاطمہ
صرف چھ ماہ زندہ رہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔
کہ جناب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، ابوبکر صدیق سے اس متروکہ مال کا
حصہ بھی مانگتی تھیں۔ جو خیبر، فدک اور اس مال کا جو مدینہ میں تھا۔ لیکن
ابوبکر صدیق نے انکار کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ ان اشیاء میں جس طرح
حضور صلی اللہ علیہ وسلم تصرف فرمایا کرتے تھے۔ میں بھی اسی طرح تصرف
کروں گا۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں، کہ اگر آپ کے طریقہ تصرف میں کچھ بھی
کمی بیشی کی۔ تو گمراہ ہو جاؤں گا۔ لیکن آپ کا جو وقف مدینہ میں تھا، وہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی اور عباس رضی اللہ عنہما کو
دے دیا۔ اور خیبر و فدک اپنے قبضہ میں رکھا تھا۔ اور کہا تھا
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وقف تھا۔ جسے آپ نے ان ضروریات
اور حاجات کے لیے رکھا ہوا تھا۔ جو گاہے بگاہے پیش
آتی تھیں۔ آپ کے بعد اب ان کا اختیار و تصرف خلیفہ کو ہے۔
راوی کہتا ہے۔ کہ آج تک وہ اسی طرح ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

روایت شعیب عن الزہری

اَبُوالْیَمَانِ اَنَا شُعَیْبٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ ثَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ فَاطِمَۃَ اَرْسَلَتْ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ تَسْئَلُہٗ مِیْرَاثَہَا مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ تَطْلُبُ صَدَقَۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الَّتِیْ بِالْمَدِیْنَۃِ وَفَدَکَ وَمَا بَقِیَ مِنْ خُمُسِ خَیْبَرَ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَا فَہُوَ صَدَقَۃٌ اِنَّمَا یَاْکُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ مِّنْ ھٰذَا الْمَالِ یَعْنِیْ مَالَ اللّٰہِ لَیْسَ لَہُمْ اَنْ یَّزِیْدُوْا عَلَی الْمَاْکَلِ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَا اُغَیِّرُ شَیْئًا مِّنْ صَدَقَاتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْہَا فِیْ عَہْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَاَعْمَلَنَّ فِیْہَا بِمَا عَمِلَ فِیْہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَشَہَّدَ عَلِیٌّ ثُمَّ قَالَ اِنَّا قَدْ عَرَفْنَا یَا اَبَا بَکْرٍ فَضِیْلَتَکَ وَذَکَرَ قَرَابَتَہُمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحَقَّہُمْ وَتَکَلَّمَ اَبُوْبَکْرٍ فَقَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَرَابَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَیَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِیْ

(انتہیٰ) بخاری شریف جلد اول ص ۵۲۶ مناقب قرابۃ الرسول)

ترجمہ: ابوالیمان بیان کرتے ہیں۔ کہ شعیب، زہری سے اور وہ عروہ بن زبیر سے اور یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کسی آدمی کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ تاکہ ان سے اپنی اس میراث کا پوچھے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جو انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ملنی تھی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے وہ مال بطور فئے دیا تھا۔ یعنی صدقات مدینہ، فدک اور خیبر کے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ مانگا تھا۔ تو ابوبکر صدیق نے کہا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ہم میراث نہیں چھوڑتے ہمارا جو کچھ ہوتا ہے۔ وہ صدقہ ہوتا ہے۔ آل محمد اسی مال میں سے کھائیں۔ جو اللہ نے انہیں دیا ہے۔ لیکن انہیں یہ اختیار نہیں کہ کھانے سے زیادہ لیں۔ اللہ کی قسم! میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات کی اس حالت میں جو آپ کے عین حیات تھی۔ ذرا بھر تغیر و تبدل نہ کروں گا۔ بلکہ اس میں میرا عمل بھی وہی ہو گا۔ جو خود آپ کا تھا۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تشہد پڑھا۔ اس کے بعد کہا۔ اے ابوبکر! ہم تمہاری بزرگی جانتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت علی نے سیدہ فاطمہ کی حضور سے قرابت اور ان کا حق بیان کیا۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میرے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اپنی قرابت سے باعتبار سلوک کے بہت محبوب ہے۔

روایت خالد عن الزہری:

حَدَّثَنَا سَعْدٌ عَنْ عُقَيْلِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَتْ اِلَى اَبِيْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ تَسْاَلُهُ مِيْرَاثَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا اَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بِالْمَدِيْنَةِ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرِثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ اِنَّمَا يَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهَا فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَاَعْمَلَنَّ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَبٰى اَبُوْبَكْرٍ اَنْ يَّدْفَعَ اِلٰى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا۔

(ابو داؤد جلد دوم ص۱۵۷ ص۵۸ کتاب الخراج مطبوعہ سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ: اسد عقیل بن خالد سے، یہ ابن شہاب سے اور یہ عروہ بن الزبیر سے اور یہ حضرت عائشہ زوجہ مطہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا۔ کہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ابو بکر صدیق کے پاس اس غرض سے بھیجا۔ کہ دریافت کرے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقاتِ مدینہ اور خیبر کے مال غنیمت کا پانچواں حصہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے۔ وہ ہمیں ملنی چاہیئے۔ تو ابو بکر صدیق نے فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔ ہمارا سب کچھ چھوڑا ہوا صدقہ ہوتا ہے۔ آلِ محمد اس مال سے کھائیں گے۔ اللہ کی قسم! میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات میں کوئی ردو بدل نہ کروں گا۔ ان کی وہ حالت جو آپ کے موجود ہوتے تھی۔ وہی باقی رہے گی۔ اور ان پر اسی طرح عمل ہو گا۔ جو آپ کا تھا۔ تو یہ کہہ کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس میں سے کچھ بھی دینے سے انکار کر دیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خلاصہ:

ہم نے تفصیل کے ساتھ وہ روایات ذکر کر دی ہیں۔ جو موضوع کے متعلق تھیں۔ آپ نے توجہ فرمائی ہو گی۔ کہ سلسلہ روایت میں "ابوالطفیل اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما" سے ذکر کردہ الفاظ روایت میں تو "غَضِبَتْ" کا لفظ ہی موجود نہیں۔ باقی تین روایات جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں۔ ان میں امام زہری کے واسطہ سے ان کے صرف ایک شاگرد "صالح" کی ذکر کردہ روایت میں یہ لفظ آیا ہے۔ اور انہی (امام زہری) سے روایات کرنے والے دو راوی (شعیب، خالد) اس لفظ کا ذکر نہیں کرتے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام زہری کے شاگرد "صالح" نے جب اس واقعہ میں اپنے استاد زہری سے "لَمْ تَتَكَلَّمْ حَتّٰى مَاتَتْ" کے الفاظ سُنے۔ تو اس سے خود اندازہ لگا لیا۔ کہ سیدہ فاطمہ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اپنی وفات تک کلام نہ کرنا بوجہ غصہ اور ناراضگی کے تھا۔ اس اندازے اور قیاس کی بنا پر "صالح" نے "غَضِبَتْ" کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا۔ جو صرف اس کی اپنی سوچ کے مطابق تھا۔ حقیقتِ حال سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ کیونکہ سیدہ کا دم آخر تک کلام نہ کرنے کا اس مقام پر مفہوم یہ ہے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سوال و جواب کے بعد انہیں یہ بات سمجھ آ گئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم نہیں ہو تی۔ وہ صرف ان مستحقین پر صرف ہو گی۔ جن پر آپ خود صرف فرماتے رہے۔ تو اس حقیقت سے آگاہی کے بعد سیدہ نے پھر تا دم آخر اس معاملہ میں ابوبکر صدیق سے قطعاً گفتگو نہ کی۔

اگر حقیقت میں آپ ناراض ہوتیں۔ اور بوجہ ناراضگی گفتگو کا بائیکاٹ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فرماتیں۔ تو اس کا صحابہ کرام، اہل بیت اور تابعین وغیرہ میں بہت چرچا ہوتا۔ اور خاص کر اہل مدینہ سے یہ بات چھپی نہ رہ سکتی۔ لیکن ہمیں صرف امام زہری کے ایک شاگرد کی روایت میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی دوسرے شاگرد نے ان الفاظ کو ذکر نہیں کیا۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ ناراضگی نہ تھی۔ بلکہ راوی کا اپنا خیال تھا۔ جو اس نے ذکر کر دیا۔

فوائد احادیث مذکورہ

فائدہ نمبر (۱):

"اَرْسَلَتْ فَاطِمَۃُ" کے الفاظ سے معلوم ہوا، کہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی بنفس نفیس عدالت میں حاضری ایک غلط کہانی ہے۔ درست یہ ہے۔ کہ آپ نے کسی معتمد شخص کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا۔

فائدہ نمبر (۲):

"جَعَلَہٗ لِلَّذِیْ یَقُوْمُ مَقَامَہٗ" سے یہ فائدہ حاصل ہوا۔ کہ "باغ فدک" اور دیگر اموال فئے کے بارے میں شرعی ہدایات یہ تھیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان میں تصرف کا وہ شخص مجاز ہوگا۔ جو آپ کے قائم مقام (خلیفہ) ہوگا۔

فائدہ نمبر (۳):

"مَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم" کے الفاظ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بتلاتے ہیں۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا "در باغ فدک وغیرہ" کا سوال کرنا اس وجہ سے تھا۔ کہ انہیں یہ حدیث نہیں پہنچی تھی۔ جب سُن لی۔ تو آخری دم تک پھر اس موضوع پر کلام نہ فرمایا۔ "لَمْ تَتَكَلَّمْ حَتّٰى مَاتَتْ" کے الفاظ اسی مفہوم کو بیان کر رہے ہیں۔ یہ نہیں کہ مارے غصہ کے آپ نے تادم آخر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے گفتگو نہ فرمائی۔

فائدہ نمبر (۴)

مَنْ يَرِثُكَ قَالَ اَهْلِيْ وَوَلَدِيْ قَالَتْ فَمَالِيْ لَا اَرِثُ کے الفاظ بتلاتے ہیں۔ کہ سیدہ کے ذہن میں ایک سیدھا سا مسئلہ تھا۔ کہ جس طرح کوئی فوت ہو جائے اس کے اہل و عیال اس کے مال کے وارث ہوتے ہیں۔ اسی طرح میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ کی وارث ہوں۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف "ہبہ" کرنے کی روایت بے اصل ہے۔ حضرت خاتون جنت ہی نہیں بلکہ تقریباً امہات المؤمنین بھی یہی سمجھتی تھیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے ہمیں بھی کچھ ملنا چاہیے۔ اسی بنا پر انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنا وکیل بنایا۔ تاکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ہمارے حقوق کا مطالبہ کریں۔ جب ان ازواج مطہرات نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے "لَا نُوْرِثُ" والی حدیث سُنی۔ تو امہات المؤمنین نے اپنا مطالبہ ترک کر دیا۔ کیونکہ مسئلہ کی اصلیت معلوم ہو چکی تھی۔

فائدہ نمبر (۵)

جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس مال کے بارے میں یہ فرمایا۔ کہ میں اس کو اسی طریقہ و حالت سے صرف کروں گا۔ جس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف فرماتے رہے۔ تو یہ سن کر حضرت خاتون جنت بغیر ناراضگی کے خاموش

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہو گئیں۔

فائدہ نمبر (۶):

فَاَبَى اَبُوْبَكْرٍ عَلَيْهَا ذٰلِكَ فَقَالَ لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے "باغ فدک" کی آمدنی کو اسی طرح خرچ کیا جس طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف فرمایا تھا۔ صرف ابوبکر صدیق کے دور خلافت میں ہی نہیں بلکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک "باغ فدک" کا مصرف بعینہ وہی رہا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں تھا۔ ملاحظہ ہو۔

(ابن میثم شرح نہج البلاغۃ جلد نمبر ۵ صفحہ نمبر ۱۰۷ مطبوعہ تہران خطبہ ۴۴)

وَكَانَ يَاْخُذُ غَلَّتَهَا فَيَدْفَعُ اِلَيْهِمْ مِنْهَا مَا يَكْفِيْهِمْ ثُمَّ فَعَلَتِ الْخُلَفَاءُ بَعْدَهُ كَذٰلِكَ اِلٰى اَنْ وَلِيَ مُعَاوِيَةُ۔

ترجمہ: یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باغ فدک کے غلہ کو سب سے پہلے اہل بیت کی ضرورت کے مطابق انہیں عطا فرماتے تھے اور اسی طرح آپ کے بعد کے خلفاء نے یہی کیا۔ حتیٰ کہ امیر معاویہ والی سلطنت ہو گئے۔

فائدہ نمبر (۷):

فَاِنِّیْ اَخْشٰی اِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ اَمْرِهٖ اَنْ اَزِيْغَ کے الفاظ یہ بتلاتے ہیں۔ کہ صدیق اکبر نے "باغ فدک" وغیرہ کسی دیرینہ دشمنی کی بنا پر سیدہ فاطمہ کو دینے سے منع نہیں کیا تھا۔ بلکہ یہ اتباع رسول کی خاطر تھا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اسی لیے فرمایا۔ کہ اگر میں آپ کی اتباع کو چھوڑ دوں۔ تو گمراہ ہو جاؤں گا۔ اس کی واضح دلیل یہ بھی ہے۔ کہ کسی بھی شیعہ کتاب میں اس بات کا ثبوت نہیں مل سکتا۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی آمدنی اپنی ذات اور اپنی اولاد وغیرہ پر خرچ کی ہو۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

جیسا کہ ہم فائدہ ملا میں بتلا چکے ہیں۔ کہ "اَرْسَلَتْ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ" کے الفاظ میں یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا خود عدالت صدیقی میں نہیں گئیں۔ بلکہ کسی معتمد آدمی کو بھیجا تھا۔ اس صراحت کے باوجود کچھ ہمارے اپنے غیر محتاط علماء بھی یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنفس نفیس عدالت صدیقی میں تشریف لے گئیں۔ اور ان سے وراثت کا مطالبہ کیا۔ تحقیق یہی ہے۔ کہ سیدہ وراثت کے سلسلہ میں وہاں نہیں گئیں۔ کیونکہ آپ کا عدالت صدیقی میں جانا عقل ونقل دونوں کے خلاف ہے۔ کیونکہ سیدہ کے شوہر وہ عالی مرتبت شخصیت ہیں۔ کہ جن کے مقابلہ میں سارا عرب بھی آ جائے۔ تو بھی فرمائیں۔ کہ میں ان کی گردنیں اڑانے میں دیر نہ کروں گا۔ تو ایسے جری اور شیر خدا کو کب زیب دیتا ہے۔ کہ ان کی زوجہ اور دختر رسول عدالتِ صدیقی میں ایک حقیر دنیوی چیز کے لیے دستِ طلب دراز کریں اور سب کے سامنے چند درختوں کے حصول کی خاطر باہر تشریف لے آئیں۔

اس کے ساتھ جب ہم حضرت سیدہ کی وہ وصیت دیکھتے ہیں جو آپ نے "اسماء بنت عمیس" کو فرمائی تھی کہ "جب میرا انتقال ہو۔ تو مجھے "جنت البقیع" تک پالکی میں لے جانا۔ یہ وصیت اس لیے تھی۔ تاکہ بعد از وفات بھی کوئی غیر محرم آپ کے بدن پاک کی قامت نہ دیکھ سکے۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو وصیت فرمائی کہ مجھے آپ کے سوا کوئی دوسرا غسل نہ دے۔ تاکہ وقتِ غسل کسی کی میرے جسم پر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نظر نہ پڑے۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ مجھے دفن کرنے کے لیے رات کی تاریکی میں لے جانا تاکہ میرے جسم کا چارپائی پر پڑے ہوئے کوئی اندازہ بھی نہ کر سکے۔ اور نہ ہی کوئی اشارہ کر سکے۔ کہ وہ بنتِ رسول کا جنازہ جا رہا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ جس خاتون جنّت کی عفت و پاکدامنی اور شرم و حیا کا یہ عالم ہو۔ اس کے متعلق یہ باور کر لینا کہ محض چند درختوں کی خاطر عدالت کا دروازہ کھٹ کھٹایا ہوگا۔ اور خود عدالت صدیقی میں اپنے پاؤں سے چل کر تشریف لے گئی ہوں گی۔ بالکل خلاف عقل ہے۔ ہاں اگر" مدعیان محبت اہل بیت" اس قسم کے افسانے تراشیں تو کوئی عجب نہیں۔ کیونکہ "محبت اہلبیت" میں وہ اس قدر" وارفتہ" ہیں۔ کہ" توہین اہل بیت" بھی ان کے ہاں" محبت اہل بیت" قرار پائی ہے۔ اور ان کا ہر وہ لفظ جو دل زخمی کرنے میں تیر و تفنگ سے کم نہیں۔ اُسے وہ" عقیدت کے پھول" تصور کرتے ہیں۔ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ (پ ۱۶ رکوع ۳ سورۃ الکہف)

ہاں جن مقامات میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عدالتِ صدیقی میں جانا مذکور ہے۔ اُن مقامات اور اِن روایات سے دراصل ایک ہی واقعہ کا اظہار کرنا مقصود ہے۔ یعنی" باغ فدک" وغیرہ کے بارے میں عدالتِ صدیقی سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رجوع کرنا ایک ہی مرتبہ ہوا جب واقعہ ایک ہی ہو۔ تو اس واقعہ کو سرانجام دینے کے لیے دو ایسے طریقے جن میں تضاد ہو۔ اپنائے نہیں جا سکتے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اس ایک واقعہ میں یا تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے کسی کو بطور وکیل عدالت صدیقی میں بھیجا ہوگا۔ یا خود بنفسِ نفیس تشریف لے گئیں ہوں گی۔ جیسا کہ ہم با دلائل ثابت کر چکے ہیں۔ کہ آپ خود نہیں گئیں۔ بلکہ آپ نے کسی معتمد کو بھیجا تھا۔ تو اب ان روایات کی تاویل کرنا پڑے گی۔ جن میں ان کا خود جانا آیا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سو اس کا حل یہ ہو گا۔ کہ جن روایات میں کسی کو بھیجنے کا ذکر ہے۔ وہ حقیقت پر محمول ہیں۔ اور جن میں سیدہ خاتون جنت کا خود جانا مذکور ہے وہ مجازاً ہو گا۔ کیونکہ وکیل کا کام اس کے موکل کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ رعیت میں سے کسی کا کام جو بادشاہ کے حکم سے ہو۔ وہ بادشاہ کا کام کہلاتا ہے۔ کسی کے سفیر کی گفتگو اس کے بھیجنے والے کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ عزرائیل کا کسی کو موت دینا اللہ کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ اور وزرائے کرام کا کسی کو کچھ عطا کرنا بادشاہ کی عطا شمار ہوتا ہے اس لیے ان روایات میں مجاز سے کام لیا گیا۔ اور اس کی نسبت حضرت سیدہ خاتونِ جنت کی طرف کر دی گئی ہے۔ کیونکہ ان کا کسی کو بھیجنا گویا خود جانا تھا۔

واللہ اعلم بالصواب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیا بنتِ رسول کی ناراضگی، خلافت کے استحقاق پر اثر انداز ہو سکتی ہے

روایت صالح عن الزہری کا ،، روایت بالمعنی ،، ہونا۔ ہم نے ثابت کر دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف ،، غضبت ،، کی نسبت راوی کے قیاس و اندازہ کی بنا پر ہے۔ حقیقتِ حال اس کے خلاف ہے۔ اگر بتقاضائے بشری سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراض ہونا ثابت بھی ہو جائے

تو اس بنا پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر کونسا شرعی ضابطہ نافذ کرو گے ؛ اگر تمہارا جواب یہ ہو۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی اتنا اہم معاملہ ہے۔ کہ خاتونِ جنت جس سے ناراض ہو جائیں۔ وہ امت مسلمہ کا خلیفہ بننے کا مستحق نہیں رہتا۔ کیونکہ خلافت دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت اور نیابت ہے۔ اور جس سے خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر نیک اختر ناراض ہو جائیں۔ اُسے خلافت رسول کا حق کب باقی رہتا ہے۔

تو پھر ہم تم سے دریافت کریں گے۔ کہ اگر واقعی یہی قاعدہ اور قانون ہے۔ تو کیا صرف اس کا اطلاق ابوبکر صدیق پر ہو گا۔ یا کسی دوسرے پر بھی ؛ اگر صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک تم محدود کرتے ہو۔ تو یہ سخت ناانصافی ہے۔ (جو تمہاری دیرینہ عادت ہے۔) اگر سب کے لیے مانو۔ تو ہم ثابت کیے دیتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوئی ہیں۔ اور ہم تم سب اُن کو خلیفۂ رسول مانتے ہیں۔ بلکہ تم تو ان کو ،، خلیفہ بلا فصل ،، مانتے ہو۔ آؤ ہم تمہیں تمہاری کتابوں سے یہ بھی ثابت کر دکھائیں۔ کہ خاتون جنت بارہا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ناراض ہوئیں۔ دیکھئے ملاحظہ فرمایئے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حوالہ نمبر(۱):

ابوجہل کی لڑکی سے علیؓ نے نکاح کا ارادہ کیا تو سیدہ فاطمہؓ ناراض ہوگئیں

امالی صدوق:

اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَرَادَ اَنْ يَّتَزَوَّجَ ابْنَةَ اَبِيْ جَهْلٍ عَلٰى فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَكَاهُ عَلَى الْمِنْبَرِ اِلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ اِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَزَوَّجَ ابْنَةَ عَدُوِّ اللّٰهِ عَلَى ابْنَةِ نَبِيِّ اللّٰهِ اِنَّ فَاطِمَةَ بِضْعَةٌ مِّنِّيْ فَمَنْ اٰذَاهَا فَقَدْ اٰذَانِيْ وَمَنْ سَرَّهَا فَقَدْ سَرَّنِيْ وَمَنْ غَاظَهَا فَقَدْ غَاظَنِيْ۔

(۱) (امالی صدوق ص۱۶۲ المجلس الثانی والعشرون مطبوعہ قم)

(۲) جلاء العیون ص۲۲۷ جلد اول زندگانی فاطمہ طبع جدید)

(۳) ناسخ التواریخ زندگانی فاطمہ ص۲۰۶)

(۴) انوار نعمانیہ جلد اول ص۴۳ نور مرتضوی طبع تبریز جدید)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمہ کے ہوتے ہوئے۔ ابوجہل کی بیٹی سے شادی کرنا چاہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بر سر منبر تمام صحابہ کرام کے سامنے اس کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا۔ علی (رضی اللہ عنہ) چاہتا ہے۔ کہ اللہ کے پیغمبر کی بیٹی کے ہوتے ہوئے۔ اللہ کے دشمن کی بیٹی سے شادی رچا لے۔ خبردار! فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔ جس نے اسے دکھایا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس نے مجھے دکھایا۔ اور جس نے اُسے خوش کیا۔ اُس نے مجھے خوش کیا جس نے اسے غضبناک کیا۔ اُس نے مجھے غضبناک کیا۔

حوالہ ۲:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باغ صدقہ کیا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں غصہ سے مارا (معاذ اللہ)

امالی صدوق

حدیث میں وارد ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سلمان فارسی کو بلایا۔ اور فرمایا۔ کہ وہ باغ جس کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا۔ بازار میں جاکر تجار حضرات کے پاس فروخت کر دو۔ چنانچہ سلمان فارسی نے بارہ ہزار درہم پر اُسے فروخت کر دیا۔ اور یہ رقم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیش کر دی۔ وہاں ایک اعرابی تھا۔ اس نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے اس رقم میں سے چار ہزار چالیس درہم اس کو عطا فرما دیئے۔ تو یہ خبر مدینہ شریف میں پھیل گئی۔ لہذا تمام لوگ جمع ہو گئے۔ اور ایک آدمی انصار میں سے سیدہ فاطمہ کے پاس گیا۔ اور اس نے آپ کو مذکورہ واقعہ کی خبر دی۔ تو آپ نے اس کو دعا دی۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہیں بیٹھے ہوئے بقایا تمام رقم لوگوں میں تقسیم کر دی۔ یہاں تک کہ ایک درہم بھی باقی نہ رکھا۔ اس کے بعد سیدہ فاطمہ نے حضرت علی سے پوچھا۔ کہ آپ نے میرے باپ کے باغ کو فروخت کر دیا ہے؟ تو حضرت علی نے جواب دیا۔ ہاں میں نے فروخت کر دیا ہے۔ سیدہ فاطمہ نے سوال کیا کہ رقم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کہاں ہے ؟ تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے وہ اللہ کے راستہ میں تقسیم کر دی ہے اس کے جواب میں پھر حضرت فاطمہ نے فرمایا۔ کہ میں بھوکی ہوں ہمارے بیٹے بھوکے ہیں۔ اور آپ بھی ہماری مثل بھوکے ہیں اور ہمارے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے۔ اور یہ کہہ کر فاطمہ نے حضرت علی کے دامن کو پکڑ لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے فاطمہ! مجھے چھوڑ دے۔ تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ کہ میں خدا کی قسم ہرگز آپ کو نہیں چھوڑوں گی۔ یہاں تک کہ میرے اور آپ کے درمیان میرے ابا جان فیصلہ فرمائیں۔ پس جبریل نازل ہوئے اور فرمایا۔ کہ اے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو اور علی کو اللہ تعالیٰ سلام فرماتا ہے۔

قُلْ لِفَاطِمَةَ لَيْسَ لَكِ اَنْ تَضْرِبِيْ عَلٰى يَدَيْهِ وَ تَلْزَمِيْ بِثَوْبِهٖ۔

ترجمہ: یعنی فاطمہ کو فرما دیجئے۔ کہ تیرے لیے یہ جائز نہیں کہ تو حضرت علی کے ہاتھوں پر مارے اور اس کے دامن کو نہ چھوڑے۔

لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ کے گھر آئے۔ تو فاطمہ کو دیکھا کہ انہوں نے حضرت علی کا دامن پکڑا ہوا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دامن کو کیوں پکڑا ہوا ہے؟ سیدہ فاطمہ نے مذکورہ بالا واقعہ سنایا۔ تو اس پر آپ نے فرمایا۔ اے بیٹی! میرے پاس جبریل تشریف لائے۔ اور مجھے اور حضرت علی کو اللہ کا سلام پہنچایا۔ اور فرمایا ہے۔ کہ فاطمہ کو فرما دیجئے۔ کہ تیرے لیے جائز نہیں ہے۔ کہ تو حضرت علی کے ہاتھوں پر مارے۔ لہذا حضرت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چھوڑ دیا۔ اور معافی مانگی۔

(۱) (امالی صدوق ص۲۸۱ المجلس الحادی والسبعون)

(۲) جلاء العیون جلد اول ص۱۹۴ زندگانی فاطمہ بالفاظ مختلف)

(۳) انوار نعمانیہ جلد اول ص۵۸ نور مرتضوی)

نوٹ:

ان دونوں واقعات میں سے دوسرے واقعہ میں صرف سیدہ فاطمہ کی ناراضگی ہی نہیں بلکہ مارنے تک کا ذکر موجود ہے۔ اور پہلے واقعہ میں سیدہ خاتونِ جنت کی ناراضگی کی وجہ سے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا یہ عالم تھا۔ کہ آپ نے برسرِ منبر تمام صحابہ کرام کے سامنے اس کا اظہار فرمایا۔ اور یہاں تک فرمایا۔ کہ فاطمہ کی ناراضگی میری ناراضگی۔ اور اس کی خوشی میری خوشی ہے۔ اور جس نے اُسے تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف دی۔

ان دونوں روایات میں بالکل صاف صاف نظر آرہا ہے۔ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ناراض بھی کیا۔ اور تکلیف کا باعث بھی بنے۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برسرِ منبر اس امر کا اظہار فرمایا۔ ان روایات میں تو "روایت بالمعنی" کا احتمال بھی نہیں نکل سکتا۔ تاکہ اس پر محمول کر لیا جائے۔ جیسا کہ پچھلی "غَضِبَتْ" والی روایت میں اس کا احتمال تھا۔ تو اس صراحت کے ساتھ ناراضگی جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت میں کوئی اثر نہیں ڈالتی۔ کہ اس کی وجہ سے آپ کی خلافت کو "جعلی" ثابت کیا جائے۔ تو وہ ناراضگی جو "روایت بالمعنی" سے ثابت ہوئی۔ اس سے یہ فائدہ حاصل کرنا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت معاذ اللہ منافقانہ تھی۔ اور آپ خلیفہ برحق نہیں تھے۔ کہاں کی منطق ہے۔ اور کس دانشکدہ کی تعلیم ہے؟

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حوالہ ۳ : حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عقد ہو جانے کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا غم و غصہ سے رو پڑیں بوجہ آن کے فقیر ہونے کے (معاذ اللہ)

امالی صدوق :

قَالَ كُنَّا قُعُوداً عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَاءَتْ فَاطِمَةُ تَبْكِي بُكَاءً شَدِيْداً فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُبْكِيْكِ يَا فَاطِمَةُ قَالَتْ يَا اَبَاهُ عَيَّرَتْنِيْ نِسَاءُ قُرَيْشٍ وَقُلْنَ اِنَّ اَبَاكِ زَوَّجَكِ مِنْ مُعْدُوْمٍ لَا مَالَ لَهُ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ لَا تَبْكِيْنَ فَوَاللّٰهِ مَا زَوَّجْتُكِ حَتّٰى زَوَّجَكِ اللّٰهُ مِنْ فَوْقِ عَرْشِهٖ وَ اَشْهَدَ بِذٰلِكَ جِبْرَئِيْلَ وَ مِيْكَائِيْلَ۔

(۱) (امالی صدوق ص ۲۶۳/المجلس السابع والستون)

(۲) بحار الانوار جلد ۱۰ صفحہ ۴۶ باب کیفیۃ معاشرتہا مع علی طبع قدیم)

ترجمہ: راوی کہتا ہے۔ کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اچانک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سخت روتی ہوئی تشریف لائیں۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فاطمہ! تمہیں کس نے رُلایا؟ عرض کی ابا جان! قریشی عورتوں نے مجھے طعنہ دیا ہے۔ کہ تمہارے والد نے تمہاری شادی ایسے شخص سے کی۔ جس کے پاس کچھ مال نہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ بیٹی مت روؤ۔ اللہ کی قسم! میں نے تیری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شادی اس وقت کی جب اللہ نے تیری شادی عرش پر کر دی تھی۔ اور اس پر حضرت جبرائیل اور میکائیل گواہ بنے تھے۔

لمحہ فکریہ:

ناظرین کرام! آپ بنظر انصاف اور غور سے اس روایت کو پڑھیں۔ ایک طرف تو شیعہ حضرات فرضی ناراضگی کو اتنی اہمیت دیتے ہیں۔ کہ اس کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ کافر و منافق تک کہنے سے گریز نہیں کرتے۔ اور دوسری طرف انکے مذہب کے بانی مبانی اور صحاح اربعہ میں سے ایک کے مصنف "شیخ صدوق" نے اس روایت میں کھلے الفاظ میں جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی اور توہین کی۔ وہ کسی سے مخفی نہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جن کے بارے میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے "بتول" فرمایا۔ جس کے معنی دُنیا سے بے نیاز کے ہیں۔ "شیخ صدوق"، نے اس روایت کے ذریعہ اس سیدہ کو بہت بڑا دنیادار ثابت کیا۔ اور کہا کہ آپ نے اس کمینی دنیا کی خاطر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فقیر سمجھتے ہوئے انتہائی گریہ و بکا کیا۔ اور روتی ہوئی بارگاہِ رسالت میں آئیں۔ اور تمام صحابہ کرام کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی غربت اور اپنی بدقسمتی کا رونا رویا۔ تو کیا یہ انداز روایت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شدید توہین کے مترادف نہیں؟ اگر ہے۔ اور واقعی ہے۔ تو خود اس روایت کا راوی اور اس کے متبعین اور بنا دٹی مخلصین مومنین کا ایمان و خلوص کدھر گیا؟ ادھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرضی داستان عفرت سے کفر و نفاق کا فتویٰ، ادھر حقیقی گستاخی اور توہین سے خالص ایمان؟

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حوالہ نمبر (۴): حضرت علی کے ایک جائز فعل پر سیدہ ان سے ناراض ہو کر میکے چلی گئیں

فَقَدْ خَلَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ يَوْمًا فَنَظَرَتْ إِلَى رَأْسِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ حِجْرِ الْجَارِيَةِ فَقَالَتْ يَا اَبَا الْحَسَنِ فَعَلْتَهَا فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ يَا بِنْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلْتُ شَيْئًا فَمَا الَّذِيْ تُرِيْدِيْنَ قَالَتْ تَأْذِنُ لِيْ فِي الْمَسِيْرِ إِلَى مَنْزِلِ اَبِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ فَقَالَ لَهَا قَدْ اَذِنْتُ لَكِ۔ (انوار نعمانیہ جلد اول ص ۹۶، نور مرتضوی)

ترجمہ: (حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو شاہ حبشہ نے ایک لونڈی ہبہ کی انہوں نے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی) ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اس لونڈی کی گود میں تھا۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے ابوالحسن آپ نے اس سے جماع کیا ہے؟ آپ نے فرمایا خدا کی قسم اے بیٹی رسول کی میں نے اس سے کچھ نہیں کیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ناراضگی کے عالم میں کہا آپ مجھے رخصت دے دیں کہ میں اپنے والد گرامی کے گھر چلی جاؤں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اس کی اجازت دے دی۔

لیکن اس ناراضگی سے حضرت علی کی خلافت پر قطعاً کوئی آنچ نہ آئی۔ اسی طرح ان کی ناراضگی صدیق اکبر سے فرض کر بھی لیں تو بھی اس سے ان کی خلافت باطل نہیں ٹھہرتی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

"باغ فدک" کے ہبہ کی روایات اور ان کی تحقیق

اس موضوع پر روایات کے ذکر کرنے سے پہلے ایک بات ذکر کرنی مناسب سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ شیعہ حضرات یہ دعوی کرتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وارث صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتی ہیں۔ تو اس حقیقی وارثہ کو آپ کی متروکہ جائیداد (باغ فدک) سے محروم کیوں رکھا گیا۔!

دوسری طرف ان لوگوں کا یہ دعوی بھی ہے۔ کہ حضور صلی علیہ وسلم نے "باغ فدک" اپنی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو "ہبہ" کر دیا تھا۔ اگر یہ دوسرا دعوی درست ہے۔ تو پھر وراثت کے طور پر "باغ فدک" کا مطالبہ کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ باغ اپنی زندگی میں سیدہ فاطمہ کے نام "ہبہ" کر دیا تھا۔ تو اس وقت سے اس باغ کی ملکیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منتقل ہو کر سیدہ کے پاس آگئی۔ تو کیا اپنی ملکیت میں بھی وراثت کا مسئلہ بن سکتا ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت تو وہ مال ہوا۔ جو بوقت انتقال آپ کی ملک میں تھا۔ اور جو آپ کی ملک میں نہ تھا۔ وہ وراثت میں داخل ہی نہیں۔ جب وراثت میں داخل نہیں۔ تو اس کے متعلق وراثت کا مقدمہ بے معنی ہوگا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ شیعہ لوگوں کے دونوں دعوی ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور اجتماع نقیضین باجماع عقلاء محال ہے۔ لہٰذا یہ دونوں دعوٰی بیک وقت ایک ہی چیز پر ایک ہی شخص کے لیے صحیح ہونا محال ہے۔

اس محال کے ہوتے ہوئے ہم ان روایات کو پیش کرتے ہیں۔ جن میں "ہبہ" کا ذکر آیا ہے۔ ان کے ذکر کے بعد ہم یہ ثابت کریں گے۔ کہ ان روایات کا کیا مقام ہے؟ اور ایسی روایات سے کیا کچھ ثابت ہو سکتا ہے۔؟

روایت ۱:

تفسیر" درمنثور" میں "وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ" کے تحت امام سیوطی نے لکھا ہے۔

درمنثور:

اَخْرَجَ الْبَزَّارُ وَ اَبُوْ يَعْلٰى وَ ابْنُ اَبِىْ حَاتِمٍ وَ ابْنُ مَرْدَوِيَةَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ فَاَعْطَاهَا فَدَكَ۔

(درمنثور جلد ۴ ص ۱۷۷ زیر آیت وآت ذی القربی الخ پ ۱۵ مطبوعہ بیروت لبنان طبع جدید)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب "وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ" آیت نازل ہوئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا۔ اور انہیں "فدک" عطا کر دیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

روایت ۲:

مجمع البیان: قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَعْمَرِ بْنُ سَعِیْدِ بْنِ جَیْثَمٍ وَعَلِیُّ بْنُ الْقَاسِمِ الْکِنْدِیُّ وَیَحْیٰی بْنُ یَعْلٰی وَعَلِیُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ فُضَیْلِ بْنِ مَرْزُوْقٍ عَنْ عَطِیَّةَ الْعَوْفِیِّ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ بْنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ قَوْلُهٗ "وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ" اَعْطٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ فَدَکًا۔

(مجمع البیان تحت آیت "وات ذا القربیٰ حقہ"
جلد سوم جز ششم ص ۱۴۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب یہ آیت "وات ذاالقربیٰ حقہ" نازل ہوئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ کو "فدک" عطا فرمایا۔

ان دونوں روایات کا سلسلہ "ابو سعید" پر ختم ہوتا ہے جنہیں "خدری" لکھا گیا ہے۔ ان دونوں روایات کا سلسلہ اسناد "ابو سعید" سے "عطیہ العوفی" اور اس سے فضیل ابن مرزوق سے ہوتا ہوا راوی "ابو معمر بن سعید" تک پہنچتا ہے۔ گویا اسناد کی انتہاء "ابو سعید" پر ہی ہے۔ لہٰذا اس "ابو سعید" کے بارے میں ہم ناقدین حدیث کی تحقیق پیش کرتے ہیں۔ تاکہ "ابو سعید" اور "ابو سعید خدری صحابی رسول" کے درمیان وضاحت ہو جائے۔

یہ ابو سعید کون ہیں؟

یہ وہ ابو سعید ہیں۔ جو کلبی کے لقب سے مشہور ہیں۔ اور صاحب تفسیر ہیں۔ ان کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بہت سے نام اور مختلف کنیتیں ہیں۔ جن کی بنا پر ان کے نام میں دھوکہ ہو جاتا ہے۔
کبھی ان کا نام "محمد بن سائب کلبی" لیا جاتا ہے۔ اور کبھی انہیں "حماد بن سائب کلبی" کہتے ہیں۔ ان کی کنیت کلبی "ابو نضر" اور کبھی "ابو ہشام" اور کبھی "ابو سعید" لکھی ہوتی ہے۔ "عطیہ عوفی الکوفی" انہی سے روایت کرتا ہے۔ لیکن اس کا انداز روایت ایسا ہوتا ہے۔ جس سے یہ شبہ پڑ جاتا ہے۔ کہ یہ "ابو سعید" وہی ہیں جو "ابو سعید خدری" مشہور صحابی ہیں۔ حالانکہ یہ دو مختلف شخصیتیں ہیں۔ شبہ کی وجہ یہ ہے کہ "عطیہ الکوفی" بوقتِ روایت ان کی طرف حدثنا یا قال کے الفاظ تو منسوب کر دیتا ہے۔ لیکن ان کا نام اور مشہور کنیت "کلبی" ذکر نہیں کرتا ہے۔ یہ ایسا اس لیے کرتا ہے کیونکہ "عطیہ الکوفی" شیعہ ہے۔ اور اپنے شیخ کا مکمل اتہ پتہ اس لیے درج نہیں کرتا۔ تاکہ لوگ دھوکہ سے اس کے شیخ کو "ابو سعید خدری" سمجھ لیں۔ اور اس طرح اس کی مرویات قابلِ اعتبار ہو جائیں۔ چنانچہ یہ مغالطہ ظاہر ہو گیا۔ اور اس کی یہ ہوشیاری کھل گئی۔

مزید وضاحت کے لیے ہم کتب اسماء الرجال سے "ابو سعید" کا اور اس کے شاگرد "عطیہ" کا حال لکھتے ہیں

عَطِيَّةُ بْنُ سَعْدِ الْكُوْفِيُّ يُخْطِئُ كَثِيْرًا وَّ كَانَ شِيْعِيًّا مُدَلِّسًا۔

(تقریب جلد ثانی ص۲۴ باب ع ج مطبوعہ بیروت لبنان طبع جدید)

یعنی عطیہ بن سعد الکوفی اکثر خطا کرتا ہے۔ اور شیعی ہے۔ اور تدلیس کرتا ہے۔

روایات میں خطا کرنا اور شیعی ہونا تو واضح ہے۔ اس کی تشریح کی چنداں ضرورت نہیں۔ مگر "تدلیس" کسے کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں "اشعۃ اللمعات"

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تصنیف شیخ عبد الحق محدث دہلوی کے مقدمہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اشعۃ اللمعات:

صورتش آنست کہ راوی نام شیخ خود نبرد واز شیخ کہ فوق اواست۔ روایت کند بلفظیکہ موہم سماع است بیآرد۔ وحال آنکہ ازوے سماع ندارد۔ چنانکہ گوید عن فلان وقال فلان وتدلیس مذموم ومکروہ است مگر آنکہ ثابت شود کہ وے تدلیس نمیکند مگر از ثقہ ودر آں غرض فاسد نباشد۔ مثل اخفائے سماع از شیخ بجہت صغر سن وعدم جاہ وشہرت در ستر حال کہ سبب طعن گردد

(اشعۃ اللمعات ص۳-۴ جلد دوم طبع قدیم)

ترجمہ: اس کی صورت یہ ہے کہ راوی اپنے شیخ کا نام نہ لے بلکہ اپنے شیخ کے شیوخ سے روایت کرے اور ایسے لفظ کے ساتھ روایت کرے کہ جو موہم سماع ہو۔ حالانکہ اس کا اس سے سماع ثابت نہ ہو۔ جیسے کہے فلاں سے یا فلاں نے کہا۔ تدلیس مذموم ومکروہ ہے۔ مگر جب ثابت ہو جائے کہ راوی ایسے لوگوں سے تدلیس کرتا ہے۔ جو کہ ثقہ ہیں اور اس میں کوئی غرض فاسد نہ ہو۔ جیسے کہ اپنے شیخ سے سماع کو بوجہ صغر سنی یا عدم وجاہت وشہرت اور ستر حال کی بنا پر ذکر نہ کرے کیونکہ یہ سبب طعن ہے۔

"میزان الاعتدال" میں عطیہ کی نسبت مذکور ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میزان الاعتدال:

عَطِيَّةُ بْنُ سَعْدٍ الْعَوْفِيُّ تَابِعِيٌّ شَهِيْرٌ ضَعِيْفٌ...... قَالَ سَالِمُ الْمُرَادِيُّ كَانَ عَطِيَّةُ يَتَشَيَّعُ وَقَالَ ابْنُ مُعِيْنٍ صَالِحٌ وَقَالَ اَحْمَدُ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ وَكَانَ هُشَيْمٌ يَتَكَلَّمُ فِيْ عَطِيَّةَ وَرَوٰى ابْنُ الْمَدِيْنِيِّ عَنْ يَحْيٰى قَالَ عَطِيَّةُ وَاَبُوْ هَارُوْنَ وَبَشَرُ بْنُ حَرْبٍ عِنْدِيْ سَوَاءٌ وَقَالَ اَحْمَدُ بَلَغَنِيْ اَنَّ عَطِيَّةَ كَانَ يَأْتِي الْكَلْبِيَّ فَيَأْخُذُ عَنْهُ التَّفْسِيْرَ كَانَ يُكَنِّيْهِ بِاَبِيْ سَعِيْدٍ فَيَقُوْلُ قَالَ اَبُوْ سَعِيْدٍ قُلْتُ يَعْنِيْ يُوْهِمُ اَنَّهُ الْخُدْرِيُّ وَقَالَ النَّسَائِيُّ وَجَمَاعَةٌ ضَعِيْفٌ۔ (اِنْتَهٰى)

(میزان الاعتدال جلد دوم ص ۲۰۱ فی تذکرہ عطا البصری عطا بن سفیان مطبوعہ مصر طبع قدیم)

ترجمہ: یعنی عطیہ بن سعد العوفی الکوفی مشہور تابعی ہے اور روایت میں ضعیف ہے۔ سالم المرادی نے کہا۔ کہ عطیہ شیعی تھا اور ابن معین نے کہا کہ صالح ہے۔ امام احمد نے کہا یہ "ضعیف الحدیث" ہے۔ اور ہیشم کو عطیہ میں کلام ہے یحییٰ سے ابن المدینی نے روایت کیا۔ کہ عطیہ، ابو ہارون اور بشر بن حرب میرے نزدیک روایت حدیث میں ایک جیسے ہیں۔ امام احمد نے کہا۔ کہ مجھے پتہ چلا ہے۔ کہ "عطیہ" الکلبی کے پاس آتا اور ان سے تفسیر قرآن حاصل کرتا تھا۔ اور ان کی کنیت "ابوسعید" بیان کرتا۔ بوقت ضرورت کہتا "ابوسعید" نے کہا۔ میں کہتا ہوں کہ وہ "الکلبی" کی کنیت ابوسعید اس لیے ذکر کرتا۔ تاکہ لوگوں کو وہم میں ڈالے۔ کہ اس (ابوسعید) سے مراد ابوسعید الخدری ہیں۔ امام نسائی اور ایک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جماعت محدثین نے کہا۔ "عطیہ" حدیث میں ضعیف ہے۔

علامہ سخاوی نے اپنے منظوم رسالہ "جزری" میں "بَابُ مَنْ لَّهٗ اَسْمَآءٌ ... مُّخْتَلِفَةٌ وَّنُعُوْتٌ مُّتَعَدِّدَةٌ" میں جہاں کلبی کا ذکر کیا ہے۔ وہاں اس کے متعلق یہ بھی بیان کیا ہے۔

وَهُوَ اَبُوْ سَعِيْدٍ الَّذِیْ رَوٰی عَنْهُ عَطِيَّةُ الْعَوْفِیُّ مُوْهِمًا اَنَّهُ الْخُدْرِیُّ (بحوالہ تحفہ شیعہ جلد دوم ص ۱۴۱)

ترجمہ: اور یہ وہی ابوسعید ہے۔ جس سے عطیہ عوفی روایت کرتا ہے ابوسعید کی کنیت سے اس لیے ذکر کرتا ہے۔ تاکہ "ابوسعید الخدری" ہونے کا وہم گزرے۔

"عطیہ العوفی" کے حالات و واقعات سے یہ ظاہر ہو گیا۔ کہ اس کے شیخ کا نام محمد بن سائب یا حماد بن سائب تھا۔ اور ابوسعید اس کی تین کنیتوں میں سے ایک کنیت تھی۔ تو یہ "ابوسعید الکلبی" ہے۔ ابوسعید الخدری نہیں۔ اسی ابوسعید الکلبی کے بارے میں تہذیب التہذیب میں یوں مذکور ہے۔

تہذیب التہذیب:

قَالَ مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْهِ كَانَ بِالْكُوْفَةِ كَذَّابَانِ اَحَدُهُمَا الْكَلْبِیُّ ...... وَقَالَ الدَّوْرِیُّ عَنْ يَحْيٰی بْنِ مُعِيْنٍ لَيْسَ بِشَیْءٍ وَقَالَ مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ يَحْيٰی ضَعِيْفٌ وَقَالَ الْبُخَارِیُّ تَرَكَهُ يَحْيٰی وَابْنُ مَهْدِیٍّ ...... وَقَالَ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ ابْنِ مَهْدِیٍّ جَلَسَ اِلَيْنَا اَبُوْ جَزْءٍ عَلٰی بَابِ اَبِیْ عَمْرِو بْنِ الْعَلَاءِ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّ الْكَلْبِیَّ كَافِرٌ فَحَدَّثْتُ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بذلك يزيد بن زريع فقال سمعته يقول اشهد انه كافر قال
فما ذا زعم قال سمعته يقول كان جبرئيل يوحي الى النبي
صلى الله عليه وسلم فقام النبي لحاجته وجلس
علي فاوحى الى علي فقال يزيد انا لم اسمعه يقول هذا
ولكني رأيته يضرب صدره ويقول انا سبائي۔ قال
العقيلي هم صنف من الرافضة اصحاب عبد الله بن سبا
وقال ابن فضيل عن مغيرة عن ابراهيم انه قال لمحمد
ابن السائب ما دمت على هذا الرأي لا تقربنا وكان
مرجئا ..... وقال ابو عاصم زعم لي سفيان الثوري
قال قال الكلبي ما حدثت عن ابي صالح عن ابن عباس
فهو كذب فلا ترووه وقال الاصمعي عن قرة بن خالد
كانوا يرون ان الكلبي يزرف يعني يكذب وقال يزيد
ابن هارون كبر الكلبي وغلب عليه النسيان وقال
ابو حاتم الناس مجتمعون على ترك حديثه هو ذاهب
الحديث لا يشتغل به وقال النسائي ليس بثقة ولا يكتب
حديثه..... وقال علي بن الجنيد والحاكم ابو احمد والدار
قطني متروك وقال الجوزجاني كذاب ساقط وقال ابن حبان
وضوح الكذب فيه اظهر من ان يحتاج الى الاغراق في وصفه
يروي عن ابي صالح التفسير وابو صالح لم يسمع من ابن عباس
لا يحل الاحتجاج به وقال الساجي متروك الحديث وكان ضعيفا
جدا لفرطه في التشيع وقد اتفق ثقات اهل النقل على ذمه وترك

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الرِّوَايَةَ عَنْهُ فِي الْاِحْكَامِ وَالْفُرُوْعِ قَالَ الْحَاكِمُ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ رَوٰى عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ اَحَادِيْثَ مَوْضُوْعَةً وَّذَكَرَ عَبْدُ الْغَنِيِّ بْنُ سَعِيْدِ الْاَزْدِيُّ اَنَّهٗ حَمَّادُ ابْنُ السَّائِبِ الَّذِيْ رَوٰى عَنْهُ اَبُوْ اُسَامَةَ وَتَقَدَّمَ فِيْ تَرْجَمَةِ عَطِيَّةَ اَنَّهٗ كَانَ يُكَنِّي الْكَلْبِيَّ اَبَا سَعِيْدٍ وَيَرْوِيْ عَنْهُ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۹ صفحہ ۱۷۸ ذکر محمد بن سائب کلبی)

ترجمہ: معتمر اپنے والد سلیمان سے روایت کرتا ہے۔ کہ کوفہ میں دو کذاب تھے۔ ان میں سے ایک "کلبی" تھا۔ اور دوری نے بروایت یحییٰ بن معین روایت کیا ہے۔ کہ کلبی لَیْسَ بِشَیْءٍ ہے۔ اور معاویہ بن صالح بروایت یحییٰ بیان کرتا ہے۔ کہ کلبی ضعیف ہے۔ اور امام بخاری کا بیان ہے کہ کلبی کو یحییٰ اور ابن مہدی نے ترک کر دیا ہے۔ عبدالواحد بن غیاث نے ابن مہدی سے روایت کی کہ ابن جزء نے ابو عمرو بن علاء کے دروازے میں ہمارے پاس بیٹھ کر کہا۔ کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ کلبی کافر ہے۔ ابن مہدی نے کہا۔ کہ میں نے یزید بن زریع سے اس کا تذکرہ کیا۔ وہ بولا کہ میں نے ابو جزء کو کہتے سنا ہے۔ کہ حضرت جبرئیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی القاء کر رہے تھے۔ آپ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ تو علی بیٹھ گئے۔ اور جبرئیل نے علی پر وحی القاء کرنا شروع کر دی۔ اس پر یزید نے کہا۔ کہ میں نے کلبی کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا۔ مگر میں نے دیکھا ہے۔ کہ کلبی سینہ ٹھونک کر کہا کرتا تھا۔ میں سبائی ہوں۔ میں سبائی ہوں۔ عقیلی کا قول ہے۔ کہ سبائی دراصل رافضیوں کی ایک شاخ ہے۔ اور یہ لوگ عبداللہ بن سبا کے چیلے ہیں۔ ابن فضیل نے بروایت مغیرہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بیان کیا ہے کہ ابراہیم نے محمد بن سائب سے کہا۔ کہ جب تک تو اس
رائے پر ہے۔ ہمارے نزدیک نہ آنا۔ اور وہ مرجی تھا۔ ابو عاصم کہتے
ہیں۔ کہ سفیان ثوری نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ کلبی کا قول ہے۔ کہ میں نے
جو کچھ بروایت ابو صالح ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ وہ جھوٹ ہے
تم اسے روایت نہ کرنا۔ اصمعی نے بروایت قرۃ بن خالد بیان کیا
کہ لوگ سمجھتے تھے۔ کہ کلبی جھوٹ بولتا ہے۔ اور یزید بن ہارون کا
قول ہے۔ کہ کلبی عمر رسیدہ ہوگیا۔ اور اس پر نسیان غالب ہوگیا۔
ابو حاتم کا بیان ہے۔ کہ لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے۔ کہ کلبی کی
حدیث چھوڑ دینی چاہیئے۔ اور اس کی طرف توجہ نہ کرنی چاہیئے۔
نسائی کا قول ہے۔ کہ کلبی ثقہ نہیں۔ اور اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی
اور علی بن جنید اور ابو احمد حاکم اور دار قطنی کہتے ہیں۔ کہ کلبی متروک
ہے۔ جوزجانی کہتا ہے۔ کہ وہ بڑا جھوٹا اور ساقط عن الاعتبار ہے۔
ابن حبان کا قول ہے۔ کہ کلبی کا جھوٹ ایسا ظاہر ہے۔ کہ محتاج
بیان نہیں۔ اس نے ابو صالح سے تفسیر روایت کی ہے۔ اور ابو
صالح نے ابن عباس سے سنا نہیں۔ اس کے ساتھ احتجاج جائز نہیں
ساجی کہتا ہے۔ کہ کلبی کی حدیث متروک ہے۔ اور تشیع میں غلو
کے سبب نہایت ضعیف ہے۔ اور ثقات ناقلین اس کی مذمت
اور احکام و فروع میں اس کی روایت کو چھوڑ دینے پر متفق
ہیں۔ اور ابو عبداللہ حاکم کا بیان ہے۔ کہ اس نے ابو صالح سے
موضوع حدیثیں روایت کیں۔ اور عبدالغنی بن سعید ازدی نے ذکر
کیا۔ کہ وہ حماد بن سائب ہے۔ جس سے ابو اسامہ نے روایت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی۔ اور عطیہ عوفی کے حال میں پہلے آچکا ہے۔ کہ عطیہ مذکور کلبی کو ابو سعید کی کنیت سے یاد کرتا ہے۔ اور اس سے حدیثیں روایت کرتا ہے۔

میزان الاعتدال: مزید شہادت

اَلْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبَّاسٍ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ " دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ فَاَعْطَاهَا فَدَكَ قُلْتُ هٰذَا بَاطِلٌ وَلَوْ كَانَ وَقَعَ ذٰلِكَ لَمَا جَاءَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَطْلُبُ شَيْئًا هُوَ فِيْ حِرْزِهَا وَمِلْكِهَا وَمِنْهُ غَيْرِ عَلِيٍّ مِّنَ الضُّعَفَاءِ۔

(میزان الاعتدال ص ۲۲۹ جلد ۱ ذکر علی بن عباس

ترجمہ: قاسم بن ذکریا نے کہا۔ کہ ہم سے عباد بن یعقوب اور ان کو علی بن عباس نے بیان کیا۔ کہ فضیل بن مرزوق نے عطیہ اور عطیہ نے ابو سعید سے روایت کی جب آیت "واٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ" نازل ہوئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ کو بلا کر وہ "فدک" ان کو عطا کر دیا۔ میں کہتا ہوں۔ یہ باطل ہے۔ کیونکہ آپ نے واقعی "فدک" دے دیا ہوتا۔ تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس چیز کو مانگنے نہ آتیں۔ جو ان کے قبضہ اور ملک میں پہلے ہی تھی۔ اور اس حدیث میں "علی بن عباس" کے سوا اور بھی ضعیف راوی ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چیلنج

شیعہ لوگوں کے نزدیک باغِ فدک کے تنازع کی جڑ اور اصل یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی حیات مبارکہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ باغ ہبہ کر دیا تھا اور سیدہ رضی اللہ عنہا نے اس پر قبضہ بھی کر لیا تھا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اگر یہ باغ فدک سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ فرما دیا تھا اور سیدہ نے اس پر قبضہ بھی فرما لیا تھا تو شیعہ لوگوں کو میراثِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ جب چیز ہو ہی اپنے قبضہ و تسلط میں تو پھر میراث کیسی؟ دعوے کیسا؟ ہمارا دعویٰ ہے کہ اس قسم کی تمام روایات بے اصل اور غیر معتبر ہیں۔ ہم دنیائے شیعیت کو چیلنج کرتے ہیں کہ کوئی ایک ایسی صحیح روایت دکھا دیں جس کے رواۃ سب کے سب ثقہ اور شیعی المذہب ہوں جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کو باغ فدک ہبہ کرنا اور سیدہ کا اس پر قبضہ کرنا ثابت ہوتا ہو تو ہم منہ مانگا انعام پیش کریں گے۔ مگر ہم کہہ دیتے ہیں۔ ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

کوئی شیعہ عالم، مجتہد اور آیۃ اللہ ایسی کوئی روایت تاقیامِ قیامت نہیں دکھا سکتا۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي
وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِينَ ۔

الحاصل: مذکورہ روایات کو آپ ملاحظہ فرما چکے کہ کوئی ایک روایت بھی ایسی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

موجود نہیں جس سے ثابت ہو کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدہ فاطمہ زہرا کو باغِ فدک ہبہ فرمایا ہو اور سیدہؓ نے قبضہ کر لیا ہو۔ اس قسم کی جتنی روایات ہیں ان کے راوی غالی شیعہ اور سب کے سب کذاب اور وضاع ہیں۔ ایسی خانہ ساز اسناد سے ہبہ فدک کا مسئلہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ مزید برآں ان تمام روایات کا اصل واضع ایک ہی آدمی ہے سب اسی کی خزاں رسیدہ شاخیں ہیں اور وہ آدمی ہے "ابو سعید کلبی"، جس کے متعلق آپ بڑی وضاحت کے ساتھ معلوم کر چکے ہیں کہ علمائے اسمائے رجال کے نزدیک یہ شخص کس قدر ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

اہلِ تشیع کا شائع کردہ ایک رسالہ بنام "وہی مجرم وہی منصف"، ہماری نظر سے گزرا جس میں سابقہ روایات پر مصنفِ رسالہ نے ایک اعتراض کیا ہے جس کا جواب ہم یہاں دینا چاہتے ہیں۔ پہلے اعتراض کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

"وہی مجرم وہی منصف"

نواب صاحب کی اس ساری بحث کا خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ یہ روایتیں ابو سعید کلبی کی ہیں۔ ابو سعید خدری صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں اور انہوں نے اقرار و اعتراف کیا ہے کہ اس قسم کی روایتیں صرف ابو سعید کہہ کر خاموش ہو جاتی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ علمائے متقدمین نے روایت میں صرف ابو سعید کی سند پیش نہیں کی ہے بلکہ پورا نام ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ لکھا ہے۔

اب ایسی صورت میں محسن الملک صاحب کی غریب تاویل خود بخود باطل قرار پا جاتی ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ سیوطی کی عربی عبارت مندرجہ ذیل ہے۔

وَ اَخْرَجَ الْبَزَّارُ وَاَبُوْ یَعْلٰی وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَ ابْنُ مَرْدَوِیَۃَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ۔

اب منقولہ عبارت نواب صاحب کی طویل بحث کا جامع و مختصر اور مسکت جواب ہے کہ روایت میں راوی کے نام کی تحریر میں کسی قسم کا کوئی شبہ و دھوکہ ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ البزار، ابویعلی، ابن ابی حاتم اور ابوبکر ابن مردویہ جیسے مفسرین نے بعد از تحقیق اس بات کا اثبات فرمایا اور حضرت ابوسعید صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ پھر نواب صاحب کا یہ دعوے بھی مبنی بر کذب ہے کہ ایسی روایات صرف ابوسعید سے مروی ہیں اس لیے کہ ابوبکر ابن مردویہ نے اس روایت کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

(رسالہ "دامی مجرم دری مصنف" مصنفہ عبدالکریم مشتاق
شیعہ مطبوعہ اثنا عشری مسجد کھارادر کراچی ص ۲)

جواب :۔

شیعہ مولوی عبدالکریم صاحب مشتاق نے نواب محسن الملک صاحب آیات بینات پر اعتراض کرتے ہوئے ہبہ کی روایات کے صحیح ہونے پر جو استدلال کیا ہے وہ مبنی بر حقیقت نہیں۔ مشتاق صاحب یا تو علمی بے بضاعتی کا شکار ہیں یا پھر انہوں نے دانستہ مذہبی بد دیانتی کا ارتکاب کیا ہے۔ نواب صاحب نے اپنی کتاب "آیاتِ بینات" میں روایات ہبہ پر مفصل بحث سپردِ قلم کی ہے اور بتایا ہے کہ ۳۱۰ھ سے لے کر آج کے زمانے تک اس بارے میں جتنی کتب شیعہ لکھی گئی ہیں ان کی تعداد دس تک ہے۔ جن میں کتب اہل سنت کے حوالے سے ہبہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی روایات کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

پھر صاحبِ آیاتِ بینات نے کتبِ اہلِ سنت سے ایسی تمام روایات کو بمع اسناد نقل کیا جن میں "ابوسعید خدری" کا لفظ بھی موجود ہے۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ یہ سب کارستانی عطیہ کی ہے کہ اس نے مکاری کرتے ہوئے صرف دھوکہ دینے کے لیے ابوسعید کا لفظ لکھا جس سے بعض مصنفین کو غلط فہمی ہو گئی کہ شاید اس سے ابوسعید خدری ہی مراد ہیں۔ جیسا کہ "درمنثور" میں موجود ہے۔ لیکن صاحب آیاتِ بینات نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ علمائے شیعہ کو کتب اہلِ سنت سے جتنی بھی مسند روایات ملیں اور ان کو قابل اعتماد سمجھا گیا ان سب کا سلسلۂ اسناد ابوسعید پر ختم ہوتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نواب صاحب نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ والی روایات کا انکار نہیں کیا کہ عبدالکریم مشتاق کو گنجائشِ اعتراض ہو بلکہ نواب صاحب نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ بعض روایات میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا نام بھی موجود ہے مگر یہ سب کچھ "عطیہ" کی چالاکی اور دھوکہ دہی کا ثمرۂ خبیثہ ہے۔

روایت ابن عباس کا حال :۔

نواب محسن الملک صاحب نے "آیات بینات" میں تحریر کیا ہے کہ ہبہ کی تمام روایات کا سلسلۂ اسناد ابوسعید پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس پر عبدالکریم مشتاق صاحب نے بڑے زور سے بغلیں بجائی ہیں نواب صاحب پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ایسی روایات کا سلسلہ ابوسعید پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ہبہ کی روایت بیان کی ہے۔

قارئین! اس میں بھی حسبِ سابق مشتاق صاحب نے بے علمی یا بددیانتی سے کام لیا ہے۔ نواب صاحب نے ثابت کیا ہے کہ علمائے شیعہ کو اس بارے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں آج تک جتنی روایات مل سکی ہیں اور جن کو انہوں نے قابلِ حجت تسلیم کیا ہے۔ ان سب کا سلسلہ ابو سعید پر ختم ہوتا ہے۔ نواب صاحب نے ابن مردویہ کی ابن عباس رضی اللہ عنہما والی روایت کو نقل نہیں کیا اور نہ ہی اس کی تردید کو ضروری خیال کیا ہے کیونکہ متقدمین علمائے شیعہ کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ ابن مردویہ کی اس روایت سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے باغِ فدک کا ہبہ کیا جانا ثابت نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ اس روایت کا سلسلۂ اسناد ہی سرے سے موجود نہیں معلوم ہوتا ہے مشتاق کا مبلغ علم نقطار دو رسائل کی "لکھت پڑھت" تک محدود ہے۔ اسی لیے تو نواب صاحب پر اعتراض کر رہے ہیں کہ ان روایات کا سلسلہ ابو سعید پر ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ درمنثور میں ابن مردویہ سے مروی ابن عباسؓ والی روایت موجود ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس روایت کے اور راوی بھی ہیں۔ داد دیجئے مشتاق صاحب کے علم کی یہ تک معلوم نہیں کہ ابن مردویہ ۴۱۰ھ کا آدمی ہے۔ اور روایت کرتا ہے حضرت ابن عباس رضؓ سے جو صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ درمیان میں کسی راوی کا کوئی ذکر ہی نہیں۔ اب مشتاق ہی بتائیں کہ یہ درمیان والے راوی کون تھے؟ کیسے تھے؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟

تحقیقِ مزید :-

ابن مردویہ کی مسند روایت جو ثقۃ الاسلام علی بن طاوس حلی شیعی نے اپنی مشہور کتاب "طرائف فی معرفۃ مذہب الطوائف" میں نقل کی ہے۔ اس کا سلسلۂ اسناد ملاحظہ فرمائیں۔

طرائف فی معرفۃ مذہب الطوائف :-

وَمِنْ طَرِيْقِ مُنَاقِضَا نِهِمْ مَا رَوَوْا فِيْ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

كُتُبِهِمُ الصَّحِيحَةِ عِنْدَهُمْ بِرِجَالِهِمْ عَنْ مَّشَائِخِهِمْ حَتّٰى اَسْنَدُوْهُ عَنْ سَيِّدِ الْحُفَّاظِ ابْنِ مَرْدَوِيَةَ قَالَ اَخْبَرَنَا مُحْيُ السُّنَّةِ اَبُو الْفَتْحِ عَبْدُوْسُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْهَمْدَانِيُّ اِجَازَةً قَالَ حَدَّثَنَا الْقَاضِيُّ اَبُوْ نَصْرٍ شُعَيْبُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا عِبَادُ بْنُ يَعْقُوْبَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبَّاسٍ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اٰيَةُ وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰى حَقَّهٗ دَعَا رَسُوْلُ اللهِ فَاطِمَةَ فَاَعْطَاهَا فَدَكَ ۔

(طرائف فی معرفۃ مذہب الطوائف ص ۶۸ مطبوعہ بمبئی)

ترجمہ:۔ سنیوں کے عجیب مناقضات میں سے وہ روایت ہے جو انہوں نے اپنی معتبر اور صحیح کتب میں اپنے مشائخ سے روایت کی اور اسے سید الحفاظ ابن مردویہ باسناد مذکورہ یوں لکھتے ہیں کہ ابو سعید سے منقول ہے کہ جب آیت ”وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰى حَقَّهٗ“ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور باغ فدک انہیں عطا فرما دیا۔

حضرات! آپ نے دیکھ لیا کہ ابن مردویہ کی مذکورہ روایت میں یہی تین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرات فضیل ابن مرزوق ۔عطیہ ابن سعد اور ابوسعید راوی ہیں۔جن کے حالات گذشتہ اوراق میں آپ نے مفصل طور پر ملاحظہ فرمالیے ۔ایسے کسی راوی کی کوئی روایت اہل سنت پر بطور الزام پیش نہیں کی جاسکتی۔

معلوم ہوا کہ درمنثور میں ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایت کی ہے وہ قابلِ اعتماد نہیں۔یہی وجہ ہے کہ علمائے شیعہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے باغ فدک کے ہبہ کی تائید میں اس روایت کو کبھی پیش نہیں کیا۔البتہ انہوں نے اس بارے میں جن روایات کو قابلِ استناد سمجھا ہے وہ ابن مردویہ کے علاوہ دوسرے راویوں کی ہیں۔جن کا مفصل پوسٹ مارٹم کیا جاچکا ہے۔

ایک اور گواہی :۔

اس بات کی تصدیق کے لیے کہ ہبہ فدک کی سب مرویات کے راوی مرزوق اور عطیہ جیسے کذّاب لوگ ہیں مزید گواہی ہم شیعہ کی معتبر تفاسیر عیاشی اور مجمع البیان سے پیش کردیتے ہیں۔

تفسیر عیاشی و مجمع البیان :۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ صَالِحٍ كَتَبَ الْمَامُوْنُ
اِلٰى عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مُوْسَى الْعَبْسِيِّ يَسْئَلُهٗ
عَنْ قِصَّةِ الْفَدَكِ فَكَتَبَ اِلَيْهِ عُبَيْدُ اللهِ
ابْنُ مُوْسٰى بِهٰذَا الْحَدِيْثِ رَوَاهُ عَنِ
الْفُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوْقٍ عَنْ عَطِيَّةَ
فَرَدَّ الْمَامُوْنُ فَدَكَ عَلٰى وُلْدِ فَاطِمَةَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صَلَوَاتُ اللہِ عَلَیْھَا۔

(۱) تفسیر عیاشی مصنفہ ابوالنصر محمد بن مسعود عیاشی جلد دوم ص۲۸۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲) تفسیر مجمع البیان جلد سوم جز ششم ص۴۱۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: عبدالرحمن بن صالح سے روایت ہے کہ (مامون عباسی خلیفہ) نے عبیداللہ بن موسیٰ عبسی کی طرف باغ فدک کا واقعہ معلوم کرنے کے لیے خط لکھا عبیداللہ بن موسیٰ نے مامون کی طرف اس حدیث کو لکھ کر بھیجا جس کو فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے روایت کیا۔ اس پر مامون نے باغ فدک سیدہ فاطمہ صلوات اللہ علیہا کی اولاد کو واپس کر دیا۔

الحاصل:۔

ہبئہ فدک کے متعلق اہل تشیع نے اپنی کتب میں اہل سنت کی کتب سے جتنے بھی حوالہ جات نقل کیے ہیں وہ سب کے سب ایسے ہی ہیں جن کا سلسلۂ اسناد فضیل بن مرزوق عطیہ بن سعد اور ابوسعید پر ہی ختم ہوتا ہے۔ اور ان میں دونوں قسم کے ثبوت موجود ہیں کہ آیا باغ فدک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ فرما دیا تھا یا مامون الرشید نے اولادِ فاطمہؓ پر رد کیا تھا۔ ایسی تمام روایات انہی راویوں کی مرہونِ منت ہیں جن کو اہل سنت کی کتب اسماء رجال نے کذاب و وضاع ثابت کیا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

٭٭٭

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ایک غلط پراپیگنڈہ کی تردید

چند دن ہوئے اہل تشیع کا ایک رسالہ ”وہی مجرم، وہی منصف“، مصنفہ عبدالکریم مشتاق نظر سے گزرا جس میں ”باغ فدک“ کے متعلق تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ بالخصوص حدیث ” نَحْنُ الْاَنْبِیَاءُ لَا نُوْرِثُ دِرْهَمًا وَّلَا دِیْنَارًا اِلَّا عِلْمًا وَّحِکْمَةً “ کو مصنف نے کمال عیاری و مکاری کے ساتھ غلط ثابت کرنے کی سعی نامشکور کی ہے مقصود مصنف یہ ہے کہ حدیث مذکور کو روایت کرنے والا راوی سعید بن فیروز ابوالبختری ہے جو کذاب و وضاع ہے۔ اور یہ حدیث سعید بن فیروز ابوالبختری کے علاوہ کسی دوسرے راوی سے مروی نہیں ہے۔ رسالہ مذکورہ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

وہی مجرم وہی منصف :۔

پانچویں بات شاہ صاحب کی کافی میں وارد روایت کی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کتب شیعہ میں یہ روایت سوائے ابوالبختری کے کسی اور نے روایت نہیں کی ہے۔ ابوالبختری کے متعلق علماء شیعہ کا فیصلہ ہے کہ یہ کذاب اور مانا ہوا وضاع ہے ملاحظہ کریں ”فی معرفۃ الرجال الکشی“، مطبوعہ بمبئی ص ۱۹۹۔ پھر علامہ ابن حجر کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تصدیق کی ہے کہ یہ شخص سنی المذہب تھا۔ اور اس نے اپنے آپ کو بناوٹی شیعہ ظاہر کیا تھا۔

☆

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تقریب التہذیب:

سَعِیْدُ بْنُ فَیْرُوْزَ اَبُوالْبَخْتَرِیِّ ثِقَةٌ ثَبْتٌ فِیْهِ تَشَیُّعٌ قَلِیْلٌ کَثِیْرُ الْاِرْسَالِ مِنَ الثَّالِثَةِ۔

(تقریب التہذیب ص ۱۴۹)

اس سے ثابت ہوا کہ ابوالبختری اہلِ سنت میں معتمد ہے تھوڑا تشیع ظاہر کرتا تھا۔ مگر بہت مرسل احادیث بیان کرتا تھا۔ لیکن شیعوں کے نزدیک وہ سب سے زیادہ جھوٹا ہے۔ اس لیے جھوٹوں کی گواہی مقبول نہیں۔ پس قولِ ابوبکر رضا اور نام نہاد حدیث "لا نُوْرِثُ"، وضعی ثابت ہوئی۔

(رسالہ وہی مجرم وہی منصف مصنفہ عبدالکریم مشتاق ص ۴ مطبوعہ کراچی)

جواب:۔

اعتراض مذکور کے پیش نظر ہم نے پوری کتاب "رجال کشی"، کا بنظرِ عمیق مطالعہ کیا مگر اس میں سعید بن فیروز ابوالبختری کا نام تک نہیں۔ "رجال کشی"، میں جس ابوالبختری کو کذاب کہا گیا ہے اس کا نام سعید بن فیروز ابوالبختری نہیں بلکہ وہب بن وہب ابوالبختری ہے جو صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ رجال کشی کی عبارت پیشِ خدمت ہے:۔

رجالِ کشی:۔

اَبُوالْبَخْتَرِیِّ وَهْبُ ابْنُ وَهْبٍ ذَکَرَ اَبُوالْحَسَنِ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَلِيُّ بْنُ قُتَيْبَةَ الْقُتَيْبِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ سَلْمَةَ الْكُوْفِيِّ اَبُو الْبَخْتَرِيِّ اِسْمُهٗ وَهْبُ بْنُ وَهْبِ بْنِ كَثِيْرِ بْنِ زَمْعَةَ بْنِ الْاَسْوَدِ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ع) وَهُوَ رَبَّاهُ وَقَالَ عَلِيٌّ اَيْضًا قَالَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ الْفَضْلُ بْنُ شَاذَانَ كَانَ اَبُو الْبَخْتَرِيِّ مِنْ اَكْذَبِ الْبَرِيَّةِ۔

(رجال کشی مصنفہ عمر بن عبد العزیز بن الکشی ص۲۶۱ تذکرہ ابو البختری وہب مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:۔ ابو البختری وہب بن وہب۔ ابو الحسن علی بن قتیبہ القتیبی نے علی بن سلمہ کوفی سے ذکر کیا کہ ابو البختری کا نام وہب بن وہب بن کثیر بن زمعہ بن الاسود ہے۔ وہ صحابئ رسول ہیں اور ان کی تربیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی کی تھی۔ علی نے بھی یونہی کہا ہے۔ ابو فضل بن شاذان نے کہا کہ ابو البختری مخلوق میں سب سے زیادہ جھوٹا تھا۔

حیرت ہے۔ معترض نے حدیث مذکور کے مردود اور موضوع ہونے پر جن دو چیزوں سے استدلال کیا۔ ان میں پہلی چیز تو یہ تھی کہ اس حدیث کا راوی سعید بن فیروز ابو البختری ہے اور وہ کذاب ہے۔ (بحوالہ رجال کشی) حالانکہ "رجال کشی" میں اس نام کا کوئی بھی راوی موجود نہیں۔ بلکہ رجال کشی میں جسے کذاب ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہ وہب بن وہب ابو البختری ہے۔ معترض کے علم و دیانت سے بالکل تہی دامن ہونے کی کتنی بڑی دلیل ہے کہ اس نے ابو البختری کے لفظ سے دھوکہ دے کر وہب بن وہب کو سعید بن فیروز قرار دیا۔ اور پھر مسلکِ شیعہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی اسمائے الرجال کے موضوع پر ہماری نظر سے جتنی کتب گزری ہیں۔ ان میں سے کسی میں سعید بن فیروز کو کذاب نہیں کہا گیا بلکہ ثقہ گردانا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

شیعہ اسماء رجال کی کتب سعید بن فیروز ابوالبختری کے متعلق کیا کہتی ہیں؟

(۱) تنقیح المقال :-

سَعِيْدُ بْنُ فَيْرُوْزَ اَبُوالْبَخْتَرِيْ بِفَتْحِ الْمُوَحَّدَةِ وَ الْمُثَنَّاةِ بَيْنَهُمَا خَاءٌ مُعْجَمَةٌ اِبْنُ عِمْرَانَ الطَّائِيُّ مَوْلَاهُمْ اَلْكُوْفِيُّ ثِقَةٌ۔

(تنقیح المقال فی علم الرجال مصنفہ عبداللہ مامقانی شیعی جلد دوم ص۲۹ باب سعید مطبوعہ تہران)

ترجمہ: سعید بن فیروز ابوالبختری باء اور تاء کے فتح کے ساتھ اور ان دونوں کے درمیان خاء معجمہ ہے۔ یہ ابن عمران طائی کوفی مولا ان کا ثقہ راوی ہے۔

(۲) جامع الرواۃ :-

اَبُوالْبَخْتَرِيْ سَعِيْدُ بْنُ فَيْرُوْزَ [ق] فِيْ اَصْحَابِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْيَمَنِ وَقَدْ تَقَدَّمَ عَنْ [ى] اَنَّهُ سَعْدُ بْنُ عِمْرَانَ اَوِابْنُ فَيْرُوْزَ (مح)

(جامع الرواۃ مصنفہ محمد بن علی الاردبیلی شیعی جلد دوم ص۳۶۸ باب الباء من الکنی مطبوعہ قم ایران سن طباعت ۱۴۰۳ ہجری)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ترجمہ:۔ ابوالبختری سعید بن فیروز اصحاب علی علیہ السلام میں یمن سے ہے۔ اور پہلے گزر چکا ہے کہ وہ سعد بن عمران یا ابن فیروز ہے۔

قارئین کرام! آپ نے مذکورہ حوالہ جات سے ملاحظہ فرما لیا کہ کسی نے سعید بن فیروز ابوالبختری کو وضاع اور کذاب نہیں کہا بلکہ اسے ثقہ اور اصحاب علی رضی اللہ عنہ میں شمار کیا ہے۔ تنقیح المقال میں تو اس جگہ اس کی تعریف میں یہاں تک مذکور ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب خاص میں سے تھا۔ دیکھئے۔

تنقیح المقال:۔

سَعِيْدُ بْنُ فَيْرُوْزَ اَبُو الْبَخْتَرِيّ قَدْ عَدَّ الْعَلَّامَةُ سَعِيْدَ بْنَ فَيْرُوْزَ مِنْ غَيْرِ كُنْيَةٍ مِّنْ اَصْحَابِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنَ الْيَمَنِ وَعَنِ الْبَرْقِيِّ اَنَّهُ مِنْ خَوَاصِّهِ۔

(تنقیح المقال جلد دوم ص ۲۹ باب سعید مطبوعہ قم ایران)

ترجمہ:۔ سعید بن فیروز ابوالبختری:۔ علامہ نے اسے بغیر کنیت کے شمار کیا ہے۔ اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یمنی اصحاب میں سے تھا۔ برقی نے نے کہا کہ وہ آپ کے خاص اصحاب میں سے تھا۔

دوسری بات:۔

حدیث نَحْنُ الْاَنْبِيَاءُ لَا نُوَرِّثُ دِرْهَمًا وَّلَا دِيْنَارًا۔ الخ کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

موضوع ثابت کرنے کے لیے معترض کی دو دلیلوں میں سے ایک دلیل کا بطلان تو آپ حضرات نے ملاحظہ فرمالیا۔ رہی یہ دلیل کہ اس حدیث کا سوائے سعید بن فیروز ابوالبختری کے کوئی دوسرا راوی نہیں تو اس بات میں بھی معترض نے اپنی علمی بے بضاعتی، خیانت، کتمانِ حق، عناد اور شقاوت قلبی کا ثبوت دیا ہے۔ کیونکہ حدیث مذکور کا راوی ابوالبختری کے علاوہ عبداللہ بن میمون بھی ہے جس کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ کے چار نوروں میں سے ایک نور قرار دیا ہے۔ لیجئے پہلے عبداللہ بن میمون سے مروی حدیث ملاحظہ کریں۔ بعد میں ہم راوی مذکور کے "نور مکہ" ہونے کا قول پیش کریں گے۔

امالی شیخ صدوق:۔

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ هَاشِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنِ الصَّادِقِ جَعْفَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اٰبَآئِهٖ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ.... ....اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ اِنَّ الْاَنْبِيَآءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّ لَا دِرْهَمًا وَلٰكِنْ وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَ مِنْهُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(کتاب الامالی والمجالس مصنفہ شیخ صدوق ص۳۷
المجلس الرابع مطبوعہ قم)

ترجمہ:۔ (بحذف اسناد) عبداللہ بن میمون نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے آباؤ اجداد سے روایت کی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ .... بے شک علماء انبیاء کرام کے وارث ہوتے ہیں۔ بے شک انبیاء کسی کو درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے۔ لیکن وہ تو علم کی میراث چھوڑتے ہیں پس جس نے علم حاصل کیا۔ اس نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی میراث سے وافر حصہ حاصل کیا۔

روایت مندرجہ بالا میں آپ دیکھ چکے کہ حدیث ''لا نُوَرِّثُ'' کا راوی عبداللہ بن میمون بھی ہے۔ معلوم ہو گیا مصنف رسالہ'' دہی مجرم وہی منصف'' اپنے اس دعوے میں کتنا کاذب و خائن ہے کہ اس حدیث کا سعید بن فیروز ابوالبختری کے علاوہ اور کوئی راوی نہیں۔

اس حدیث کی سند:۔

اب کتب اسماء رجال شیعہ سے اس حدیث کے رواۃ کی سیرت و ثقاہت بھی قارئین کے سامنے رکھی جاتی ہے۔

راوی اوّل عبداللہ ابن میمون

(۱) رجال العلامہ الحلی:۔

عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَیْمُوْنٍ الْاَسْوَدُ الْقَدَّاحُ یَبْرِیُ الْقَدَاحَ مَوْلٰی بَنِیْ مَخْزُوْمٍ رَوٰی اَبُوْہُ عَنْ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جَعْفَرَ وَ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ وَ رَوٰی هُوَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَکَانَ ثِقَۃً - وَ رَوَی الْکَشِّیُّ عَنْ حَمْدَوِیَّۃَ عَنْ اَیُّوْبَ بْنِ نُوْحٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ یَحْیٰی عَنْ اَبِیْ خَالِدِ الْقَمَّاطِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَیْمُوْنٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ یَا ابْنَ مَیْمُوْنٍ کَمْ اَنْتُمْ بِمَکَّۃَ؟ قُلْتُ نَحْنُ اَرْبَعَۃٌ قَالَ اِنَّکُمْ نُوْرُ اللّٰہِ فِیْ ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ۔

(رجال العلامہ الحلی مصنفہ الحسن بن یوسف الحلی
ص۱۰۸ مطبوعہ قم ایران طبع جدید)

ترجمہ: عبد اللہ بن میمون اسود قداح جو کہ پتھر تراشا کرتا تھا اور بنی مخزوم کا غلام تھا۔ اس کے باپ نے امام باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور خود عبد اللہ بن میمون نے روایت کی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اور وہ ثقہ راوی تھا۔ اور روایت کی کشی نے حمدویہ سے اس نے ایوب بن نوح سے اس نے صفوان بن یحییٰ سے اس نے ابی خالد القماط سے اس نے عبد اللہ بن میمون سے اس نے امام باقر علیہ السلام سے کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابن میمون! تم مکہ میں کتنے آدمی ہو؟ میں (ابن میمون) نے عرض کیا کہ ہم چار ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم زمین کی تاریکیوں میں اللہ کے نور ہو۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(۲) تنقیح المقال:۔

عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَیْمُوْنِ الْاَسْوَدُ الْقَدَّاحُ .... وَعَدَّہٗ ابْنُ النَّدِیْمِ فِیْ فَھْرِسْتِہٖ مِنْ فُقَھَاءِ الشِّیْعَۃِ وَقَالَ النَّجَاشِیْ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ مَیْمُوْنِ بْنِ الْاَسْوَدِ الْقَدَّاحُ مَوْلٰی بَنِیْ مَخْزُوْمٍ یَبْرَیُ الْقَدَّاحَ رَوٰی اَبُوْہُ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرَ وَ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ وَرَوٰی ھُوَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ وَکَانَ ثِقَۃً ...... وَرَوَی الْکَشِّیْ عَنْ حَمْدَوِیَۃ عَنْ اَیُّوْبَ بْنِ نُوْحٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ یَحْیٰی عَنْ اَبِیْ خَالِدٍ صَالِحِ الْقَمَّاطِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَیْمُوْنٍ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ یَا ابْنَ مَیْمُوْنٍ کَمْ اَنْتُمْ بِمَکَّۃَ؟ فَقُلْتُ نَحْنُ اَرْبَعَۃٌ قَالَ اَمَا اِنَّکُمْ نُوْرٌ فِیْ ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ۔

(۱) تنقیح المقال جلد دوم ص۲۲ باب عبد اللہ مطبوعہ تہران)

(۲) رجال کشی ص۲۱۲ تذکرہ القداح مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:۔ عبد اللہ بن میمون اسود قداح ...... اس کو ابن ندیم نے اپنی فہرست میں فقہائے شیعہ سے شمار کیا ہے۔ اور نجاشی نے کہا کہ عبد اللہ بن میمون بن اسود قداح موسلے بنی مخزوم پتھر تراشا کرتا تھا۔ اور اس کے باپ نے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام باقر و جعفر علیہما السلام سے روایت کی اور وہ (عبداللہ بن میمون) ثقہ راوی تھا......... اور کشی نے حمدویہ سے اس نے ایوب بن نوح سے اس نے صفوان بن یحییٰ سے اس نے ابوخالد صالح القماط سے اس نے عبداللہ بن میمون سے اور اس نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابن میمون! تم مکہ میں کتنے آدمی ہو؟ میں (ابن میمون) نے عرض کیا ہم چار آدمی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم زمین کی تاریکیوں میں نور ہو۔

دوسرے راوی ،،ابراہیم بن ہاشم،، کی ثقاہت

تنقیح المقال:۔

اِبْرَاهِيْمُ بْنُ هَاشِمٍ الْقُمِّيْ قَدْ عَدَّهُ الشَّيْخُ فِيْ رِجَالِهِ مِنْ اَصْحَابِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ۔۔۔ ۔۔۔ وَقَالَ فِي الْفِهْرِسْتِ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ هَاشِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَبُوْ اِسْحَاقَ الْقُمِّيْ اَصْلُهٗ مِنَ الْكُوْفَةِ وَانْتَقَلَ اِلٰى قُمٍّ وَاَصْحَابُنَا يَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ مَنْ نَشَرَ حَدِيْثَ الْكُوْفِيِّيْنَ بِقُمٍّ وَذَكَرُوْا اَنَّهٗ لَقِيَ الرِّضَا وَالَّذِيْ اُعْرِفُ مِنْ كُتُبِهٖ كِتَابُ النَّوَادِرِ وَكِتَابُ الْقَضَايَا لِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(تنقیح المقال لعبداللہ مامقانی شیعی جلد اول ص۳۹ باب ابراہیم مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔ ابراہیم بن ہاشم قمی کو شیخ طوسی نے اپنی کتاب الرجال میں امام رضا علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ اور فہرست میں کہا کہ ابراہیم بن ہاشم ابواسحاق قمی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کا اصل وطن کوفہ تھا۔ وہاں سے منتقل ہو کر قم پہنچا۔ اور ہمارے اصحاب کہتے ہیں۔ یہ وہ شخص ہے جس نے کوفیوں کی احادیث کی قم میں اشاعت کی۔ اور ذکر کیا کہ اس نے امام رضا سے ملاقات کی تھی۔ اور اس کی مشہور کتابیں، کتاب النوادر اور کتاب القضایا لامیر المومنین ہیں۔

تیسرے راوی "علی ابن ابراہیم کی ثقاہت"

تنقیح المقال:۔

عَلِیُّ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ هَاشِمُ اَبُو الْحَسَنِ الْقُمِّیُّ قَالَ النَّجَاشِیُّ بَعْدَ هٰذَا الْعُنْوَانِ ثِقَةٌ فِی الْحَدِیْثِ ثَبْتٌ مُعْتَمَدًا صَحِیْحَ الْمَذْهَبِ۔

(۱) تنقیح المقال جلد دوم ص ۲۶۰ باب علی علیہ السلام
مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲) جامع الرواۃ محمد بن علی الاردبیلی جلد اوّل
ص ۵۴۵ باب العین بعدہ اللام مطبوعہ
مطبوعہ قم ایران سن طباعت ۱۴۰۳ھ)

ترجمہ:۔

علی ابن ابراہیم ہاشم ابو الحسن قمی۔ اس عنوان کے بعد نجاشی نے کہا کہ وہ حدیث کے معاملہ میں ثقہ، معتمد اور صحیح المذہب ہے۔

٭ ٭
٭

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

چوتھے راوی "حسین بن ابراہیم"، کی ثقاہت

تنقیح المقال :-

اَلْحُسَیْنُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ۔ ذَکَرَہُ الصَّدُوْقُ مُتَرَضِّیًا وَاَکْثَرَ مِنَ الرِّوَایَۃِ عَنْہُ وَ ذٰلِکَ یَشْہَدُ بِوَثَاقَتِہٖ۔

(۱) تنقیح المقال جلد اول ص۳۱۵ باب الحسین مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲) جامع الرواۃ جلد اول ص۲۳ باب الحاء بعدہ السین مطبوعہ قم۔ ایران)

ترجمہ :- حسین بن ابراہیم شیخ صدوق نے اسے پسندیدہ لوگوں میں ذکر کیا۔ شیخ کی اکثر روایات اسی سے ہیں۔ اور یہ بات اس کی ثقاہت پر شاہد ہے۔

دعوتِ غور و فکر :-

انصاف پسند قارئین حضرات کو ہم دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ مولوی عبدالکریم مشتاق کے ہذیانات کو مدنظر رکھتے ہوئے مذکورہ حوالہ جات کو مع ترجمہ ایک دفعہ پھر پڑھئے اور غور فرمایئے کہ مشتاق صاحب اور ان کے دیگر حواری کس قدر دروغ گوئی سے کام لیتے ہیں۔ اور جھوٹ کے سہارے کتنے بلند بانگ دعاوی کرتے ہیں۔ مگر جب ان کے دعاوی کو حقیقت کی کسوٹی پر رکھا جاتا ہے تو تارِ عنکبوت سے بھی کمزور ثابت ہوتے ہیں۔ مشتاق صاحب نے یہ بلا دعوی کیا تھا کہ حدیث "مدلا گوبرٹ"، کا راوی "سعید بن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فیروز ابوالبختری،، مجروح ہے۔ دوسرا دعوٰی ان کا یہ تھا کہ اس روایت کا سوائے اس "ابوالبختری" کے اور دوسرا کوئی راوی نہیں۔ پہلے دعوٰی کے تار پود تو آپ کو گزشتہ صفحات میں بکھرتے نظر آ چکے ہیں۔ دوسرے دعوٰی کا ابطال بھی آپ کے سامنے ہے کہ یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے جیسا کہ حوالہ جات مذکور ہوئے۔ اور شیخ صدوق سے مرفوعاً مذکور ہے کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ اور مستند ہیں۔ اس طرح مشتاق صاحب نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کے مفروضے پر جو قصر ناپائیدار تعمیر کیا تھا ایسا زمین بوس ہوا کہ نام و نشان ندارد۔

لمحۂ فکریہ :۔

قارئین کرام معلوم کر چکے کہ معترض نے حدیث "لا نورث" پر جو دو طرح کی تنقید کی تھی۔ غلط بے بنیاد اور دھوکہ دہی پر مبنی ہے۔ اس کی پہلی دلیل تھی کہ اس حدیث کا راوی سعید بن فیروز ابوالبختری وضاع اور کذاب ہے۔ اس کے متعلق آپ شیعہ اسمائے رجال کی کتب کے حوالہ جات ملاحظہ فرما چکے ہیں یہ راوی ثقہ آدمی ہے معترض کا دوسرا دعوٰی یہ تھا کہ اس حدیث کا راوی سعید بن فیروز ابوالبختری کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اس دعوٰی کا بطلان بھی آپ پر واضح ہو گیا کہ اس کا ایک راوی عبداللہ بن میمون بھی ہے۔ جسے شیعہ کتب رجال نے امام باقر رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ بلکہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے اس کو زمین کے نوروں میں سے ایک نور قرار دیا۔ اور عبداللہ مامقانی صاحب تنقیح المقال نے تو فیصلہ ہی کر دیا کہ عبداللہ بن میمون فقہائے شیعہ میں سے ہے اور ثقہ آدمی ہے۔ اور حدیث عبداللہ بن میمون کے دوسرے راویان بھی ثقہ ہیں۔

علاوہ ازیں ہم نے بخوفِ طوالت شیعہ کتب اسمائے رجال کے بہت سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حوالہ جات کو قلم انداز کر دیا ہے جن میں ان راویان کے ثقہ ہونے کو واضح کیا گیا ہے۔

جب شیعہ حضرات کی معتبر کتب اسمائے رجال نے تصدیق کر دی۔ کہ حدیث "لا نورث درھما و لا دینارا" الخ صحیح ہے تو اس سے اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باغ فدک کے میراث رسول نہ ہونے پر استدلال کیا ہے تو کون سا جرم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض سادات کرام نے بھی یہ فرمایا کہ اگر ہم بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوتے تو وہی فیصلہ کرتے جو آپ نے کیا۔ (ابن حدید شرح نہج البلاغہ جلد ۴ ص۸۲ مطبوعہ بیروت)

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے حدیث "لا نُوْرِثُ"، کی تشریح و تفصیل

تفسیر فرات کوفی:۔

فرات نے بیان کیا حدیث بیان کی مجھ سے محمد بن ابراہیم بن ذکریا نطفانی نے اس نے کئی واسطوں سے عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے انہوں نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد نبوی شریف میں تشریف لائے۔ ہم وہاں موجود تھے۔ آپ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان مواخاۃ (بھائی چارہ) قائم کرتا ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے درمیان قائم فرمایا ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنایا اور حضرت علی رض کو کسی کا بھائی نہ بنایا تو اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے مجھے چھوڑ کر سب کو جوڑا اور ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ اس سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میری کمر ٹوٹ گئی اور میری روح نکلنے کو آئی۔ اس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا مقام مجھ سے وہی ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اور میں نے تجھے مؤخر اس لیے کیا ہے کہ تو میرا بھائی اور میرا وارث ہے اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ وَالَّذِیْ اَرِثُ مِنْكَ یَارَسُوْلَ اللہِ قَالَ مَا وُرِثَتِ الْاَنْبِیَآءُ مِنْ قَبْلِیْ قَالَ مَا وُرِثَتِ الْاَنْبِیَآءُ مِنْ قَبْلِكَ قَالَ كِتَابُ رَبِّهِمْ وَسُنَّةُ نَبِیِّهِمْ اَنْتَ مَعِیَ یَا عَلِیُّ فِیْ قَصْرِیْ فِی الْجَنَّةِ مَعَ فَاطِمَةَ ابْنَتِیْ هِیَ زَوْجَتُكَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَنْتَ رَفِیْقِیْ۔

(تفسیر فرات کوفی مصنفہ فرات بن ابراہیم
شیعی ص۸۲ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:۔ قسم بخدا میں آپ کا وارث ہوں گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے فرمایا مجھ سے پہلے انبیاء کرام نے میراث نہیں چھوڑی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی پھر آپ سے پہلے انبیاء کرام نے کونسی چیز میراث میں چھوڑی؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ انہوں نے اپنے رب کی کتاب اور اپنی سنت میراث میں چھوڑی۔ اے علیؓ! تم میرے محل میں جنت میں میرے ساتھ ہو گے۔ میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی تمہارے ساتھ جنت میں ہو گی۔ وہ دنیا اور آخرت میں تمہاری زوجہ محترمہ ہے۔ اور تم میرے رفیق ہو گے۔

قارئین کرام! آپ نے مشاہدہ فرمایا کہ متنازع فیہ حدیث (جس کو عبدالکریم مشتاق شیعہ نے موضوع ٹھہرایا ہے۔ (اس لیے کہ اس کے نزدیک اس حدیث کا راوی سوائے سعید بن فیروز ابوالبختری کے اور کوئی نہیں اور ابوالبختری مشتاق صاحب کے نزدیک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وضاع اور کذاب ہے، کتنی مضبوط اور صحیح ہے۔ اور آپ نے یہ بھی دیکھ لیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام سے اس حدیث کی تشریح کتنی وضاحت کے ساتھ مذکور ہے حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام نے مولا علی رضی اللہ عنہ کو وارث بھی فرمایا اور ساتھ ہی فیصلہ فرما دیا کہ علی رضی اللہ عنہ میرے وارث تو ہیں مگر علم و حکمت اور کتاب و سنت میں نہ کہ مال و دولت میں۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام مالِ دنیا کی وراثت نہیں چھوڑتے۔

معترض کا یہ دعویٰ بھی باطل ہو گیا کہ اس حدیث کا سوائے ابوالبختری کے اور کوئی راوی نہیں۔ اب نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی اس وضاحت وصراحت کے بعد بھی اگر کوئی آپ کی وراثتِ دنیا کی رٹ لگاتا ہے۔ اور باغ فدک کو سیدہ فاطمہؓ کے لیے مال میراث قرار دیتا ہے تو اسے ضدی اور ہٹ دھرم ہی کہا جا سکتا ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اگر فدک سیدہ فاطمہ کے لیے ہبہ تھا تو پھر وراثت کا دعویٰ کیوں

شیعہ کی معتبر کتاب ”فروع کافی“

میں موجود ہے۔ کہ سات باغات کی تولیت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ سے ان کی میراث میں جھگڑا کیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شہادت دی۔ کہ یہ سات باغات ”وقف“ ہیں۔ ان میں وراثت جاری نہیں ہو سکتی۔ تاکہ آپ کو بھی حصہ ملے۔ ”فروع“ کی عبارت یہ ہے۔

فروع کافی: عَنْ اَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِی الْحَسَنِ الثَّانِیْ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سَئَلْتُہٗ عَنِ الْحِیْطَانِ السَّبْعَۃِ الَّتِیْ کَانَتْ مِیْرَاثَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِفَاطِمَۃَ عَلَیْہَا السَّلَامُ فَقَالَ لَا اِنَّمَا کَانَ وَقْفًا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْخُذُ اِلَیْہِ مِنْہَا مَا یُنْفِقُ عَلٰی اَضْیَافِہٖ فَلَمَّا قُبِضَ جَاءَ الْعَبَّاسُ یُخَاصِمُ فَاطِمَۃَ فِیْہَا فَشَہِدَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَغَیْرُہٗ اَنَّہَا وَقْفٌ عَلٰی فَاطِمَۃَ عَلَیْہَا السَّلَامُ وَہِیَ الدَّلَالُ وَالْعِفَافُ وَالْحُسْنٰی وَالصَّافِیَۃُ وَمَا لِاُمِّ اِبْرَاہِیْمَ وَالْمَیْثَبُ وَالْبَرْقَۃُ۔

(نمبر ۱) فروع کافی جلد ثالث ص ۲۷ مطبوعہ نولکشور طبع قدیم)
(نمبر ۲) فروع کافی جلد ہفتم ص ۴۲ کتاب الوصایا باب صدقات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وفاطمۃ الخ مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)
(۳) ناسخ التواریخ زندگانی فاطمہ ص ۲۴۵)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ترجمہ: احمد بن محمد نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہ میں نے امام موسےٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے ان سات باغات کے بارے میں دریافت کیا۔ جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تھے۔ تو امام موصوف نے فرمایا۔ وہ میراث نہ تھے۔ بلکہ وقف تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے اتنا لیتے تھے۔ جو کہ مہمانوں کے لیے کفایت کرتا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان باغات میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے جھگڑا کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے گواہی دی کہ باغات وقف ہیں۔ جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہیں۔ وہ سات یہ ہیں۔ دلال، عفاف، حسنیٰ، صافیہ، مالام ابراہیم، المثیب اور برقہ۔

اہل سنت و جماعت کی معتبر کتب میں "ہبہ" کے خلاف اس طرح مذکور ہے۔ کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے۔ تو اس وقت "باغ فدک" بنو امیہ کے قبضہ میں تھا۔ تو آپ نے بنی امیہ کو جمع کر کے فرمایا۔ جیسا کہ ابو داؤد کی روایت میں ہے۔

ابو داؤد: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَرَّاحِ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ جَمَعَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بَنِيْ مَرْوَانَ حِيْنَ اسْتُخْلِفَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهٗ فَدَكُ وَكَانَ يُنْفِقُ مِنْهَا وَيَعُوْدُ مِنْهَا عَلٰى صَغِيْرِ بَنِيْ هَاشِمٍ وَيُزَوِّجُ مِنْهَا اَيِّمَهُمْ وَاِنَّ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَاطِمَةَ سَأَلَتْهُ أَنْ يَجْعَلَهَا لَهَا فَأَبَى فَكَانَتْ كَذٰلِكَ فِي حَيٰوةِ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ فَلَمَّا
أَنْ وَلِيَ أَبُوْبَكْرٍ عَمِلَ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِيْ حَيَاتِهٖ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ فَلَمَّا أَنْ وَلِيَ عُمَرُ
عَمِلَ فِيْهَا مَا عَمِلَ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ ثُمَّ اَقْطَعَهَا مَرْوَانُ
ثُمَّ صَارَتْ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ عُمَرُ يَعْنِيْ ابْنَ
عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَرَأَيْتُ أَمْرًا مَنَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَاطِمَةَ لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ وَإِنِّيْ أُشْهِدُكُمْ أَنِّيْ قَدْ رَدَدْتُهَا عَلٰى
مَا كَانَتْ يَعْنِيْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(ابو داؤد جلد ثانی ص۵۹ کتاب الفئی والخراج والامارہ

ترجمہ: ہم سے عبداللہ بن جراح نے کہا۔ کہ جریر نے مغیرہ سے ہمیں خبر دی۔ کہ عمر بن عبدالعزیز نے بنی مروان کو اپنے خلیفہ بننے کے بعد جمع کیا۔ اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم "فدک" میں سے کچھ اپنے لیے خرچ فرماتے اور بنی ہاشم کے بچوں کی پرورش فرماتے۔ اور ان کی رانڈوں کو بیاہتے تھے۔ حضرت خاتون جنت نے "فدک" کے بارے میں آپ سے سوال کیا۔ تو آپ نے دینے سے انکار کر دیا۔ آپ کی زندگی میں اس کی آمدنی انہی مصارف پر خرچ ہوتی رہی۔ آپ کے پردہ فرمانے کے بعد جب ابوبکر خلیفہ مقرر ہوئے۔ تو انہوں نے وہی عمل باقی رکھا۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ پھر یہ بھی انتقال فرما گئے۔ پھر جب عمر فاروق خلیفہ مقرر ہوئے تو انہوں نے بھی وہی عمل باقی رکھا۔ جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تھا۔ پھر مروان نے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اِسے اپنے قبضہ (ملکیت) میں لے لیا۔ اور ان کے بعد جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے۔ تو انہوں نے دیکھا کہ جس فدک کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لختِ جگر کو نہ دیا۔ اس پر میرا قطعاً حق نہیں بنتا۔ میں تم حاضرین کو گواہ بناتا ہوں۔ کہ میں نے "فدک" کی وہی حالت برقرار کر دی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تھی۔

یعنی "مروان" نے ناجائز اس کو اپنی ملکیت قرار دے دیا تھا۔ اور اس طرح اس کی آمدنی ان مصارف پر صرف ہونا ختم ہو گئی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے دور میں تھے۔ تو آج پھر اُسے اُسی حالت پر لوٹا رہا ہوں۔ تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے طریقہ پر عمل ہو سکے۔

میراث انبیاء کا حکم شیعہ کتب سے

اصول کافی: انبیاء کی میراث مال نہیں احادیث ہیں:

(۱) عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ وَ ذٰلِکَ اَنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِرْھَمًا وَّ لَا دِیْنَارًا وَّاِنَّمَا اَوْرَثُوْا اَحَادِیْثَ مِنْ اَحَادِیْثِھِمْ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْءٍ مِّنْھَا فَقَدْ اَخَذَ حَظًّا وَّافِرًا فَانْظُرُوْا عِلْمَکُمْ ھٰذَا عَمَّنْ تَاْخُذُوْنَہٗ فَاِنَّ فِیْنَا اَھْلَ الْبَیْتِ فِیْ کُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلًا یَنْفُوْنَ عَنْہُ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ وَتَاْوِیْلَ الْجَاھِلِیْنَ۔

(اصول کافی جلد اول ص۳۲ کتاب فضل العلم باب صفۃ العلم وفضلہ الخ مطبوعہ تہران، طبع جدید)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ترجمہ: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ علماء وارث انبیاء ہیں۔ اور انبیاء
وارث نہیں ہوتے درہم و دینار کے بلکہ وہ مالک ہوتے ہیں
اپنی احادیث کے۔ پس جس نے ان احادیث سے کچھ لے لیا۔
اس نے کافی نصیب پالیا۔ پس تم اس پر نظر رکھو۔ کہ تم اس علم کو کس سے
لیتے ہو۔ یہ علم ہم اہلِ بیت کا ہے۔ کیونکہ جو علم پیغمبر نے امت کے
لیے چھوڑا ہے۔ اس کے وارث اہل بیت رسول ہیں" جو عادل
ہیں۔ اور جو رد کرتے ہیں غالبین کی تحریف اور اہل باطل کے تغیرات
اور جاہلوں کی تاویلوں کو۔

(ترجمہ اصول کافی جلد اول ص۳۵ مطبوعہ کراچی)

اصول کافی: انبیاء کی میراث علم ہے علماء ان کے وارث ہیں

(۲) وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى
سَائِرِ النُّجُوْمِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ
وَاِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوْرِثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا
لٰكِنْ وَّرَّثُوا الْعِلْمَ وَمَنْ اَخَذَ مِنْهُ اَخَذَ
بِحَظٍّ وَّافِرٍ۔

(۱) (اصول کافی جلد اول ص۳۴ کتاب فضل العلم طبع جدید

(۲) قرب الاسناد ص۳۷ طبع تہران جدید

ترجمہ: اور فرمایا۔ کہ دین کے عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے۔ جس طرح
ستاروں پر چاند کی فضیلت اور چاندنی رات پر فضیلت ہے
اور علماء کرام وارثِ انبیاء ہیں۔ اور انبیائے کرام نہیں چھوڑتے
اپنی امت کے لیے درہم و دینار بلکہ وہ چھوڑتے ہیں علم دین کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پس جس نے اس کو حاصل کیا اس نے بڑا نصیبہ پایا۔

(ترجمہ اصول کافی جلد اوّل ص۳۷)

امالی صدوق:

(۳) عَنِ الصَّادِقِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اٰبَائِهٖ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَلَكَ طَرِیْقًا یَطْلُبُ فِیْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّةِ فَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًی بِهٖ وَاِنَّهٗ یَسْتَغْفِرُ لِطَالِبِ الْعِلْمِ مَنْ فِی السَّمَآءِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ حَتَّی الْحُوْتِ فِی الْبَحْرِ وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلٰی سَآئِرِ النُّجُوْمِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ وَاِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَآءِ اِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَّلٰكِنْ وَّرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَ مِنْهُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ۔

امالی صدوق ص۳۷ المجلس خامس

عشر مطبوعہ قم)

ترجمہ: امام جعفر اپنے والد اور ان کے والد اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص طلب علم کے لیے راستہ طے کرتا ہے۔ اللہ رب العزت اُسے جنّت کی طرف لے جاتا ہے۔ اور فرشتے طالب علموں کے لیے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ کیونکہ انہیں اس سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ آسمان و زمین کی تمام مخلوق حتیٰ کہ دریا کی مچھلیاں طالب علم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے لیے استغفار کرتی ہیں۔ اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے۔ جیسے چودھویں کے چاند کی فضیلت ستاروں پر چاندنی رات میں اور علماء وارث انبیاء ہیں۔ اور انبیاء اپنی وراثت میں درہم و دینار نہیں چھوڑتے۔ بلکہ علم دین چھوڑتے ہیں۔ پس جس نے اس کو حاصل کر لیا۔ اُس نے بہت بڑا حصّہ حاصل کر لیا۔

مسئلہ میراث میں شیعہ حضرات کے اعتراضات اور ان کے جوابات

اعتراض نمبر (۱):

قرآن مجید میں مسئلہ میراث کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔
يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔

(سورۃ نساء - پ۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت فرماتا ہے۔ کہ تمہارے ترکہ میں سے ایک لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصّہ ہوگا۔

اس آیت کریمہ میں حکم عام ہے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ماننے والے تمام مومنین داخل ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس آیت کے حکم سے خارج نہیں۔ تو پھر بوجب اس حکم کے آپ کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وراثت بھی آپ کی اولاد (سیدہ خاتون جنت) کو ملنی چاہیئے۔ لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وراثت سے محروم کر دیا۔ اور اس طرح ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی خلاف ورزی کی۔ اور اس صریح حکم کے خلاف ایک خبر واحد "نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ لَا نُوْرِثُ" پیش کر کے سیدہ فاطمہ کو حق سے محروم کر دیا۔ لہذا ان کا ایسا کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

جواب نمبر (۱):

شیعہ حضرات کی سب سے صحیح اور امام غائب کی مصدقہ اصول کافی وہ کتاب ہے جسے امام جعفر نے ھذا کاف لشیعتنا سے تعبیر کیا یعنی یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لیے کافی ہے۔ ایسی کتاب کی حدیث کو خبر واحد کہہ کر صرف اپنے من گھڑت مسئلہ کو ثابت کرنے کے لیے ناقابل عمل قرار دینا تو ہین ائمہ اہل بیت ہے۔ علاوہ ازیں جب کہ شیعہ حضرات موجودہ قرآن کو تحریف شدہ قرار دیتے ہیں جیسا کہ کتب شیعہ میں تواترات کے ساتھ ثابت ہے۔ تو پھر وہ اس قرآن کی آڑ سے کر اصول کافی کی حدیث کو کیسے ناقابل عمل قرار دے سکتے ہیں۔

جواب نمبر (۲):

مذکورہ آیت میراث میں خطاب صرف امت کو ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مسئلہ وراثت مسلمانوں کو سمجھایا گیا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں داخل نہیں۔ کیونکہ یہ بات ثابت شدہ اور تحقیق شدہ ہے۔ جسے شیعہ سنی دونوں مانتے ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام انبیاء کرام کی "مالی وراثت" نہیں ہوتی۔ ہم گزشتہ اوراق میں شیعہ کتب سے یہ ثابت کر چکے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اہل سنت و جماعت کی کتب میں ایسی بہت سی احادیث موجود ہیں۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد صحابہ کرام نے روایت فرمائیں۔ مثلاً حضرت حذیفہ بن یمان، زبیر بن عوام، عباس، علی، عثمان، عمر، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، ابودرداء، ابوہریرہ اور ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ان تمام حضرات سے اس قسم کی روایات آئی ہیں۔ جن میں انبیائے کرام کی "مالی وراثت" نہ ہونے کا ذکر ہے۔

رہی یہ بات کہ "نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِيَاءِ لَا نُوْرِثُ" والی حدیث صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیش کی تھی۔ کسی اور کو یاد نہ تھی۔ تو اس اعتبار سے یہ خبر واحد ٹھہری۔ یہ بھی درست نہیں۔ بلکہ یہ روایت مذکورہ بالا تمام صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین میں مشہور و معروف تھی۔ بالفرض اگر اس کے سننے والے صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہوتے۔ تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ حدیث موجب علم یقینی ہے۔ کیونکہ احادیث کی مختلف اقسام متواتر، مشہور، خبر واحد وغیرہ ان لوگوں کے لیے ہیں۔ جنہوں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنیں۔ مگر جس نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنیں۔ اس کے لیے ان کا مرتبہ متواتر سے بھی بڑھ کر ہے۔

تیسری بات یہ بھی ذہن نشین رہے۔ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث جب پیش فرمائی۔ تو اس وقت اور اس دور میں بہت سے صحابہ کرام تک پہنچی۔ بلکہ وہاں موقع پر موجود بھی تھے۔ ان میں سے کسی نے اس بارے میں اختلاف نہ کیا۔ خود سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کے جواب میں آنا فرمایا "مَا سَمِعْتُ" یعنی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث نہیں سنی۔ تو "عدم سماعت" سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ کسی اور نے بھی نہیں سنی۔ وہ تو خود اپنی "نفی سماعت" فرما

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رہی ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اس حدیث کے ذریعہ آیت میراث کے عمومی حکم میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تخصیص کے ذریعہ نکال لیا گیا۔ اور آپ اس میں داخل نہیں۔ جس طرح وُہ لوگ اس میں داخل نہیں۔ جن کا ترکہ ہی نہیں ہوتا۔ یا جن کی اولاد ہی نہیں ہوتی۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس کی مثال ایک اور آیت کریمہ سے دی جا سکتی ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ "فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ"۔ اپنی پسند کی دو دو، تین تین اور چار چار عورتوں سے شادی کرو۔ اس آیت میں چار بیویوں کی بیک وقت نکاح میں رکھنے اور لانے کی اجازت ہے۔ تو یہ اجازت بھی امت کے لیے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس عام حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ کتب احادیث اور سیرت میں آپ کی بیک وقت چار سے زائد ازواج مطہرات کا نکاح میں ہونا مشہور و معروف ہے۔ تو جس طرح اس آیت کے عموم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مستثنیٰ کر دیا گیا۔ اسی طرح آیت میراث بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر مومنین کے لیے ہے۔ تو حدیث مذکورہ سے آیت میراث کی تخصیص تعیین اور تشریح ہو رہی ہے۔ اس سے مخالفت لازم نہیں آتی۔ اگر اس طرح تخصیص سے مخالفت لازم آئے۔ تو یہی اعتراض شیعہ حضرات پر بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ان کی فقہ میں بھی اس قسم کی تخصیصات موجود ہیں۔ جیسے مرنے والا کافر تھا۔ اور اس کی اولاد مسلمان تھی۔ تو کافر صاحب جائیداد کی وراثت اس کی مسلمان اولاد کو نہیں ملے گی۔ یا اس کے برعکس مرنے والا صاحب جائیداد مسلمان تھا۔ اس کی اولاد کافر ہے۔ تو بھی انہیں وارث نہیں بنایا جائے گا۔ حالانکہ حکم سب کے لیے عام تھا۔

اعتراض ۲: سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے وارث تھے

اگر انبیاء کرام کی "مالی وراثت" نہیں ہوتی۔ جیسا کہ تم نے ثابت کیا۔ تو دریافت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

طلب یہ امر ہے۔ کہ سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے والد سیدنا داؤد علیہ السلام کے وارث کیونکر قرار پائے۔ ان کے وارث ہونے کا قرآن گواہ ہے۔

وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاؤدَ (پ ۱۹) (حضرت سلیمان علیہ السلام جناب داؤد علیہ السلام کے وارث بنے۔

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ جب قرآن پاک نے نبی کی وراثت ثابت کی۔ اور وارث کا نام بھی ذکر کر دیا۔ تو وہ حدیث جس میں نبی کی وراثت سے انکار کیا گیا ہے۔ قابل عمل نہ ہوئی۔ اور مرجوح ٹھہری۔

جواب:

سائل نے سوال میں کچھ لاعلمی کا ثبوت دیا ہے۔ ہم نے احادیث مقدسہ کی روشنی میں ثابت یہ کیا تھا۔ کہ نبی کی "مالی وراثت" نہیں ہوتی۔ اور "وراثت علمی" کا ثبوت بھی انہی احادیث میں موجود ہے۔ جن میں "مالی وراثت" کی نفی ہے۔ تو جس وراثت کی ہم نے نفی کی۔ اگر آیت زیر بحث میں اسی کا ثبوت ہے۔ تو اعتراض درست۔ ورنہ ہم کب قائل ہیں۔ کہ "وراثت علمی" بھی نہیں ہوتی۔

بہرحال ہم جواب کی طرف لوٹتے ہیں۔ "وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاؤدَ" میں "وراثت علمی" مراد ہے۔ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے والد گرامی جناب داؤد علیہ السلام کے "وارث علمی" بنے۔ کیونکہ اگر اس وراثت سے مراد "وراثت مالی" ہوتی۔ تو صرف سلیمان علیہ السلام کے وارث ہونے کا کوئی معنی نہیں۔ وہ اس لیے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ان کے علاوہ اٹھارہ اور بھی بیٹے تھے (منہج الصادقین ج ۶ ص ۲۹۴) ان اٹھارہ کو چھوڑ کر اکیلے سلیمان علیہ السلام کیونکر "وارث مالی" بنے۔ اور دوسرے کیوں محروم رہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پھر تمہاری معتبر کتاب جو کہ امام معصوم کی مصدقہ ہے۔ اس میں امام جعفر رضی اللہ عنہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو "وارث علمی" قرار دیا ہے۔ جسے بالکل واضح طور پر ذکر کیا۔

قول امام جعفر سلیمان کو علمی وراثت ملی:

اصول کافی: مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ زُرْعَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ الْمُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللهِ اِنَّ سُلَيْمَانَ وَرِثَ دَاوُدَ وَاِنَّ مُحَمَّدًا وَرِثَ سُلَيْمَانَ وَاَنَّا وَرِثْنَا مُحَمَّدًا وَاِنَّ عِنْدَنَا عِلْمَ التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالزَّبُوْرِ وَتِبْيَانَ مَا فِي الْاَلْوَاحِ۔

(اصول کافی جلد اوّل ص ۲۲۴-۲۲۵ کتاب الحجۃ باب ان الائمۃ ورثوا علم النبی طبع جدید مطبوعہ تہران)

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سلیمان کے وارث ہوئے۔ اور ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وارث ہوئے۔ اور ہمارے پاس علم توریت و انجیل و زبور کا اور ہمارے پاس بیان واضح ہے اس کا جو الواح موسیٰ میں تھا۔

(مترجم اصول کافی جلد اول ص ۲۵۷ مطبوعہ کراچی)

شیعہ حضرات کا علامہ "ملا خلیل قزوینی" اس روایت کی یوں شرح کرتا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صافی شرح اصول کافی:

گفت امام جعفر صادق علیہ السلام پدرستیکہ سلیمان بمیراث گرفت علم راازداؤدچنانچہ اللہ تعالیٰ گفتہ درسورۂ نمل کہ «وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاؤدَ» وبدرستیکہ محمد بمیراث برد علم راازسلیمان وبدرستیکہ مااہل بیت محمد بمیراث بردیم علم راازمحمد وبدرستیکہ نزدِ مااست علم توریت موسیٰ وعلم انجیل وعلم زبور وعلم نسخہ کہ بیان واضح الواح موسیٰ است۔

(صافی شرح اصول کافی جزء سوم ص۱۴۹)

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ سلیمان علیہ السلام نے علم بطورِ میراث داؤد علیہ السلام سے حاصل کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نمل میں فرمایا۔ «وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاؤدَ» اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے میراثِ علم سلیمان علیہ السلام سے پائی۔ اور ہم اہل بیت نے وراثت علمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پائی۔ ہمارے پاس موسیٰ علیہ السلام کی تورات، انجیل اور زبور کا علم ہے۔ اور اس نسخہ کا علم جو موسیٰ علیہ السلام کی الواح میں تھا۔ یہ سب علم ہمارے پاس ہے:۔

سوال:

وراثت سلیمان از داؤد علیہما السلام میں «وراثت علمی» کے اثبات کے ضمن میں جو تم نے لکھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے۔ کیا کتب شیعہ بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ ایک آدھ حوالہ پیش کرو؟

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جواب:

شیعہ حضرات کی معتبر تفسیر "منہج الصادقین" میں مذکور ہے۔

تفسیر منہج الصادقین:

وبصحت پیوستہ کہ داؤد (علیہ السلام) را نوزدہ پسر بود وہریک یاقت نبوت ووراثت داشتند۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۶ ص ۴۷۲ زیر آیت وورث سلیمان داؤد سورۃ نمل رکوع نمبر ۲ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: یہ بات درجۂ صحت تک پہنچی ہے۔ کہ داؤد علیہ السلام کے انیس صاحبزادے تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک نبوت ووراثت کے قابل تھا۔

لیکن اس مقام پر "قابل وراثت" سے یہ ہرگز نہ سمجھا جائے۔ کہ اس سے مراد "وراثت مالی" تھی۔ بلکہ اس سے مراد "حکومت" تھی۔ اسی تفسیر کے اسی مقام پر اس کی وضاحت موجود ہے۔

تفسیر منہج الصادقین:

اکابر ہمہ بنی اسرائیل بفضل وکمال سلیمان معترف شدند۔ وداؤد ملک باو تسلیم کرد۔ ودیگر روز وفات نمود سلیمان بر تخت نشست

(۱) (تفسیر منہج الصادقین جلد ۶ ص ۴۷۲)

(۲) (مجمع البیان جلد چہارم جزء ۸ ص ۲۱۴ زیر آیت وارث سلیمان)

(۳) (تفسیر صافی جلد دوم ص ۲۳۳ سورہ نمل)

ترجمہ: بنی اسرائیل کے تمام اکابر نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے فضل وکمال

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کا (نسبت دیگر اٹھارہ بھائیوں کے) اعتراف کر لیا۔ اور داود علیہ السلام نے اپنا ملک و حکومت ان کے سپرد کر دیا۔ اس کے دوسرے روز حضرت داؤد علیہ السلام انتقال کر گئے۔ اور سلیمان علیہ السلام تختِ پدری پر بیٹھ گئے۔

لمحہ فکریہ:

علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں باغ فدک واپس کیوں نہ لے لیا

"باغ فدک" کے مسئلہ میں حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا مطالبہ اور اس کے جواب میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حدیث رسول پیش فرما کر مسئلہ کی نوعیت متعین کر کے اس کے بارے میں جو فیصلہ فرمایا۔ آپ حضرات نے گذشتہ پڑھ لیا۔ اور یہ فیصلہ صرف خلافتِ صدیقی تک ہی برقرار نہ رہا۔ بلکہ دور فاروقی، عثمان اور حضرت علی و امیر معاویہ رضی اللہ عنہم تک برقرار رہا۔ صرف "مروان" کے دور میں اس میں رد و بدل ہوا۔ اور پھر حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اس کی پہلی حیثیت بحال کر دی۔

اس مسئلہ میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر بقول شیعہ خلفائے ثلاثہ نے ظالمانہ طور پر "باغ فدک" کو غصب کیے رکھا۔ تو پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ جب خلافت علی رضی اللہ عنہ کا دور آیا۔ اور اس وقت ان مخالفین میں سے کوئی بھی زندہ نہ تھا۔ تو اپنے دور خلافت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس ظلم کی تلافی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کیوں نہ کی۔ اور کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرض نہ تھا۔ کہ اپنے دور خلافت میں مظلوم کا حق ظالم سے واپس دلاتے۔ حالانکہ ایک مسلمان عادل حاکم پر فرض ہے۔ کہ مظلوم کی دادرسی کرے۔ اور ظالم سے غصب شدہ حق مظلوم کو واپس دلائے اسی بات کی وصیت بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حسنین کریمین کو فرمائی۔

نہج البلاغہ:

لَا تَتْرُكُوا الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَيُوَلّٰى عَلَيْكُمْ شِرَارُكُمْ ثُمَّ تَدْعُوْنَ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ۔

ترجمہ: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو کسی حال میں ترک نہ کرو۔ ورنہ تمہارے شریر تم پر مسلط کر دیئے جائیں گے پھر دعائیں مانگو گے۔ لیکن وہ قبول نہیں ہوں گی۔

(نہج البلاغہ ص۴۲۲ خطبہ۴۷ چھوٹا سائز مطبوعہ بیروت)

اگر حسنین کریمین کو یہ وصیت ہے۔ تو خود بھی اس پہ کاربند ہوں گے۔ اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں "خلفائے ثلاثہ" کا "باغ فدک" کے معاملہ میں یہ رویہ قابل اعتراض تھا۔ تو چپ کیوں سادھے رہے۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ جو فیصلہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ وہ من وعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تھا۔ اسی لیے امیر معاویہ تک اسی پر عمل ہوتا رہا۔ نہ اس میں ردو بدل کیا۔ اور نہ ہی کسی نے اعتراض کیا۔ لیکن ہمارے اس دعوے کے برعکس شیعہ اس فیصلہ کو غاصبانہ فیصلہ قرار دیتے ہیں۔ تو ان کے بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس ظلم کو کیوں نہ عدل میں بدلا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مذکورہ سوال کے لایعنی جوابات دینے کی ناکام کوشش

سید نعمت اللہ جزائری اپنی مشہور کتاب ''انوار نعمانیہ'' میں اس سوال کے بارے میں لکھتا ہے۔

انوار نعمانیہ:

''کلام علی'' وَاَمَّا قَوْلُ عَلِيٍّ لَوْ كُسِرَتْ لِيَ الْوِسَادَةُ ثُمَّ جَلَسْتُ عَلَيْهَا" اَلْحَدِيْثُ۔ مَعْنَاهُ اَنِّيْ اِنْ تَمَكَّنْتُ مِنَ الْحُكُوْمَةِ بَيْنَ النَّاسِ مِنْ غَيْرِ مُنَازِعٍ وَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ مُتَمَكِّنًا فِيْ وَقْتِ خِلَافَتِهٖ مِنْ اِقَامَةِ الْاَحْكَامِ عَلٰى وُجُوْهِهَا لِمَا تَقَدَّمَهُ الْمُتَخَلِّفُوْنَ فِي الْبِدَعِ فَصَارَ لَا يَقْدِرُ اَنْ يُّغَيِّرَ مَا فَعَلُوْهُ فَمِنْهُ عَزْلُ شُرَيْحٍ عَنِ الْقَضَاءِ اَرَادَهٗ فَلَمْ يَتَمَكَّنْ مِنْهُ لِاَنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْبًا مِنْ قِبَلِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ وَمِنْهُ صَلٰوةُ الضُّحٰى فَقَدْ اَرْسَلَ اِبْنَهُ الْحَسَنَ اَنْ يُّنَادِيَ فِيْ مَسَاجِدِ الْكُوْفَةِ اَنْ لَا تُصَلُّوْا فَضَجَّ النَّاسُ ضَجَّةً وَّاحِدَةً وَقَالُوْا وَا عُمَرَاهُ اَمَرَنَا بِالصَّلٰوةِ وَاَنْتَ تَنْهَانَا عَنْهَا اَرَاَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى۔ وَمِنْهُ رَدُّ الْفَدَكِ وَالْعَوَالِيْ عَلٰى اَوْلَادِ فَاطِمَةَ فَاِنَّهٗ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

كَانَ مَظِنَّةَ الْفِتْنَةِ وَالْفَسَادِ بِتَغْلِيطِ مَنْ تَقَدَّمَهُ۔

وَقَدْ رَوَى الصَّدُوْقُ طَابَ ثَرَاهُ فِيْ كِتَابِ الْعِلَلِ عِلَلًا أُخْرٰى مِنْهَا رَوَاهُ مُسْنِدًا اِلٰى اَبِيْ بَصِيْرٍ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قُلْتُ لَهٗ لِمَ لَمْ يَاْخُذْ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَدَكًا لَمَّا وَلِيَ النَّاسَ وِلَايَةً مَا عِلَّةُ تَرْكِهَا فَقَالَ لِاَنَّ الظَّالِمَ وَ الْمَظْلُوْمَ قَدْ كَانَا قَدِمَا عَلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَ اَثَابَ اللّٰهُ الْمَظْلُوْمَ وَعَاقَبَ الظَّالِمَ فَكَرِهَ اَنْ يَّسْتَرْجِعَ شَيْئًا قَدْ عَاقَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ غَاصِبَهٗ وَاَصَابَ عَلَيْهِ الْمَغْصُوْبَةَ وَ ذَكَرَ اَيْضًا جَوَابًا اٰخَرَ رَوَاهُ بِاِسْنَادِهٖ اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ الْكَرْخِيِّ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ فَقُلْتُ لِاَيِّ عِلَّةٍ تَرَكَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَدَكًا لَمَّا وَلِيَ النَّاسَ فَقَالَ لِلْاِقْتِدَاءِ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ لَمَّا فَتَحَ مَكَّةَ وَقَدْ بَاعَ عَقِيْلُ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ دَارَهٗ فَقِيْلَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا تَرْجِعُ اِلٰى دَارِكَ فَقَالَ وَهَلْ تَرَكَ لَنَا عَقِيْلٌ دَارًا اِنَّا اَهْلُ الْبَيْتِ لَا نَسْتَرْجِعُ شَيْئًا يُّؤْخَذُ مِنَّا ظُلْمًا فَلِذٰلِكَ لَمْ يَسْتَرْجِعْ فَدَكًا لَمَّا وَلِيَ وَذَكَرَ اَيْضًا جَوَابًا ثَالِثًا بِاِسْنَادِهٖ اِلٰى عَلِيِّ بْنِ فَضَّالٍ عَنْ اَبِي الْحَسَنِ قَالَ سَاَلْتُهٗ عَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِمَ لَمْ يَسْتَرْجِعْ فَدَكًا لَمَّا وَلِيَ النَّاسَ فَقَالَ لِاَنَّا اَهْلُ الْبَيْتِ لَا يَاْخُذُ لَنَا حُقُوْقَنَا مِمَّنْ ظَلَمَنَا اِلَّا هُوَ يَعْنِيْ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

إِلَّا اللّٰهُ وَ نَحْنُ أَوْلِيَاءُ الْمُؤْمِنِيْنَ إِنَّمَا نَحْكُمُ لَهُمْ وَ نَأْخُذُ حُقُوْقَهُمْ مِمَّنْ ظَلَمَهُمْ وَ لَا نَأْخُذُ لِأَنْفُسِنَا ۔

(۱) انوار نعمانیہ جلد اول ط۴۶ نور مرتضوی طبع جدید اور ص۱۵ طبع قدیم)

(۲) مجالس المومنین جلد اول ص۱۵ (تہران)

ترجمہ: رہا قول علی۔ "لَوْ كُسِرَتْ لِيَ الْوِسَادَةُ ثُمَّ جَلَسْتُ عَلَيْهَا" الحدیث ۔ سو اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اگر میں لوگوں کے درمیان بغیر کسی نزاع کرنے والے کے حکومت پر قادر ہو جاؤں الخ یہ قول دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ حضرت امیر اپنے عہد خلافت میں اقامت احکام پر جیسا کہ چاہیئے قادر نہ تھے۔ کیونکہ متخلفین بدعتوں میں آپ سے سبقت لے گئے۔ لہذا آپ قادر نہ تھے۔ قاضی شریح کو عہدہ قضا سے معزول کرنا تھا۔ آپ نے اس کا ارادہ کیا۔ مگر اس پر قادر نہ ہوئے کیونکہ قاضی موصوف متقدمین کی طرف سے متعین تھے۔ اور من جملہ ایسی بدعات کے نماز ضحی تھی۔ آپ نے اپنے صاحبزادے حسن کو بھیجا۔ کہ مساجد کوفہ میں منادی کر دے۔ کہ نماز ضحی نہ پڑھی جائے۔ پس لوگوں نے شور برپا کر دیا۔ اور کہنے لگے۔ ہائے عمر! آپ نے ہمیں اس نماز کا حکم دیا۔ اور یہ ہمیں اس سے منع کر رہے ہیں "اَرَاَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى عَبْدًا إِذَا صَلّٰى" اور من جملہ ایسے احکامات کے فدک و عوالی مدینہ کو اولاد فاطمہ پر رد کرنا تھا۔ کیونکہ متقدمین کی درشتی کے سبب یہ مظنہ فتنہ و فساد تھا (یعنی پہلے خلفاء کی سختی کی وجہ سے فتنہ و فساد کا خطرہ بنا ہوا تھا۔)

شیخ صدوق طاب ثراہ نے کتاب العلل میں اس کے اور اسباب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بیان کیے ہیں۔ جن میں سے ایک کو بسندِ ابو بصیر روایت کیا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق سے پوچھا۔ کہ امیر المومنین نے اپنی خلافت میں فدک کیوں نہ لیا؟ اور کس سبب سے اِسے چھوڑ دیا۔ امام نے فرمایا۔ کہ ظالم و مظلوم دونوں اللہ سبحانہ کے ہاں پہنچ چکے تھے۔ اور خدا نے مظلوم کو ثواب اور ظالم کو عذاب دے دیا تھا۔ اس لیے حضرت امیر نے ناپسند کیا۔ کہ اس چیز کو واپس لے لیں۔ جس پر اللہ نے غاصب کو عذاب اور مغصوب کو ثواب دے دیا۔ شیخ صدوق نے اس کا ایک اور جواب دیا ہے۔ جسے اس نے بسندِ ابراہیم کرخی روایت کیا ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق سے پوچھا۔ کہ حضرت امیر نے اپنی خلافت میں فدک کس واسطے نہ لیا؟ امام نے جواب دیا۔ کہ اس میں آپ نے رسول اللہ کی اقتداء کی۔ کہ فتح مکہ کے وقت جب کہ عقیل بن ابی طالب نے آپ کا گھر بیچ دیا تھا۔ آپ سے عرض کی گئی۔ کہ یا رسول اللہ! آپ اپنے گھر میں نزول کیوں نہیں فرماتے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ کیا عقیل نے ہمارے واسطے کوئی گھر چھوڑا ہے؟ ہم اہل بیت اشیائے مغصوبہ کو واپس نہیں لیتے۔ اسی واسطے حضرت امیر نے اپنی خلافت میں فدک واپس نہ لیا۔ شیخ صدوق نے اس کا تیسرا جواب یوں دیا۔ کہ علی بن فضال نے امام ابو الحسن سے دریافت کیا۔ کہ حضرت امیر نے اپنی خلافت میں فدک کس واسطے واپس نہ لیا۔ حضرت امام نے فرمایا۔ کہ ہم اہل بیت کے حقوق ظالموں سے بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں لیتا۔ ہم مومنوں کے اولیاء ہیں۔ ہم ان کے لیے حکم کرتے ہیں۔ اور ان کے ظالموں سے ان کے حقوق لیتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مگر اپنے حقوق نہیں لیتے۔ (انتہٰی)

"انوارِ نعمانیہ،، کی مذکورہ عربی عبارت اور اس کے ترجمہ سے ہمیں اپنے سوال کے چار جواب دستیاب ہوئے۔ جو ہمیں بالترتیب درج ذیل کتب میں بھی موجود ملے ہیں۔

تہذیب المتین:

۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے دور خلافت میں احکام دین کی اقامت پر قدرت نہ رکھتے تھے۔ جس کی وجہ سے (ا) قاضی شریح کو معزول نہ کر سکے۔ (ب) نماز ضحی کو بند نہ کر سکے۔ اگرچہ اس کے لیے مساجد میں اعلان بھی کروا دیا تھا۔ (ج) فدک اور عوالی مدینہ اولاد فاطمہ کو واپس نہ دلا سکے۔ کیونکہ خلفائے ثلاثہ کی مخالفت میں فتنہ وفساد کا خطرہ تھا۔

(تہذیب المتین جلد اوّل ص۲۲۶ ذکر قضیہ غصب فدک طعن الرماح ص۱۲۷)

کشف الغمہ:

۲۔ امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اس قضیہ میں ظالم اور مظلوم کا معاملہ اللہ کے ہاں پہنچ چکا ہے۔ یعنی دونوں اس دنیا کو چھوڑ چکے ہیں اللہ نے ظالم کو عذاب اور مظلوم کو ثواب دے دیا ہے۔ لہٰذا اس کے فیصلہ کے بعد فیصلہ کرنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پسند نہ فرمایا۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص۴۹۴)

٭ ٭

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کشف الغمہ:

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں اتباعِ رسول کی۔ وہ اس طرح کہ آپ نے فتح مکہ کے بعد اپنے مغصوبہ مکانات واپس نہیں لیے تھے۔ لہٰذا آپ کی اتباع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مغصوبہ جائیداد واپس نہ لی۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص۴۹۴ مطبوعہ تبریز تذکرہ فاطمہ زہرانی خطبۃ فاطمہ فی قصہ فدک)

طعن الرماح:

۴۔ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ ظالموں سے ہم اہل بیت کے حقوق اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں لینا۔ اس لیے ہم اپنے حقوق واپس نہیں لیتے۔ لیکن مومنوں کے ولی ہونے کی وجہ سے ان کے حقوق ان کو دلاتے ہیں۔

(طعن الرماح ص۱۲۷)

خود کتب شیعہ سے مذکورہ جوابات کی تردید

تردید جواب اوّل: توہین علی شیر خدا

"سید نعمت اللہ" نے جو یہ کہا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ احکام شرعیہ کے قیام پر قادر نہ تھے۔ اور فتنہ و فساد کی وجہ سے خاموش رہے۔ تو ہم اس کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جواب میں گذارش کریں گے۔ کہ یہ سب کچھ اس شخصیت کے بارے میں کہا جا رہا ہے۔ جنہیں "اَسَدُ اللهِ الْغَالِبُ" کہا جاتا ہے۔ اور جو بروایت کتب شیعہ اس طاقت کے حامل ہیں۔ کہ اگر سارا عرب بھی ان کے مقابلہ میں آ جائے۔ تو کسی کی پرواہ نہ کریں۔ اور ایک ایک کی گردن اڑا دیں۔

ہم دوسری بات یہ کہتے ہیں۔ کہ اگر واقعی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہی کمزور حالت تھی۔ تو وہ امامت کے لائق ہی نہ رہے۔ لہذا ان کو وہاں سے ہجرت کر جانی چاہیئے تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ۔ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا۔ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا۔ (النساء پ ۵ ۱۴۶)

ترجمہ: تحقیق جن لوگوں کی جان کھینچتے ہیں فرشتے اس حال میں کہ وہ اپنا برا کر رہے ہیں (ان سے) فرشتے کہتے ہیں تم کس حال میں تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم کمزور تھے اس ملک میں۔ فرشتے کہتے ہیں۔ کیا خدا کی زمین کشادہ نہ تھی۔ کہ تم وطن چھوڑ جاتے پس ایسے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ بری جگہ پھر جانے کی۔ (انتہیٰ)

"صاحب تفسیر صافی" اس آیت کے تحت لکھتا ہے۔

تفسیر صافی:

اَقُوْلُ وَ فِي الْاٰيَةِ دَلَالَةٌ عَلٰى وُجُوْبِ الْهِجْرَةِ مِنْ مَوْضِعٍ لَا يَتَمَكَّنُ الرَّجُلُ فِيْهِ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مِنْ اِقَامَةِ دِيْنِهٖ ۔

(تفسیر صافی جلد اول ص۲۸۷ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: میں کہتا ہوں۔ کہ اس آیت میں ہجرت کے واجب ہونے پر دلالت ہے۔ ایسے مقام سے جہاں آدمی اپنے دین کے قیام کی قدرت نہ رکھتا ہو۔

یہ مسلم امر ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ہجرت بھی نہ کی۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ آپ رد فدک پر قادر تھے۔ پس اعتراض قائم رہا۔

تردید جواب دوم: تناقض کی انتہا ،

یہ جو تم نے کہا۔ کہ اس معاملہ میں ظالم و مظلوم ، عذاب و ثواب کے ذریعہ اپنے انجام کو پہنچ گئے۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فدک واپس نہ لیا۔ یہ جواب بالکل بے موقعہ اور باطل ہے۔ کیونکہ عذاب و ثواب کا معاملہ قیامت سے متعلق ہے۔ قیامت سے قبل دنیا میں ظالم اور مظلوم کے درمیان عدل و انصاف نہ کرنے کا یہ بہانہ نہیں بن سکتا۔ اس لیے "باغ فدک" کی واپسی سے رکنے کے لیے یہ حیلہ کارگر نہیں۔

اس جواب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ "باغ فدک" کی واپسی کی قدرت تھی۔ لیکن اس قدرت کو حیلہ کی وجہ سے بروئے کار نہیں لایا گیا۔ حالانکہ جواب اول میں بالکل صاف صاف کہہ دیا گیا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو احکام دین کے قیام کی قدرت ہی نہ تھی۔ جس کی مثالیں بھی ساتھ ہی بیان کیں۔ لہٰذا جواب اول اور جواب دوم باہم متخالف ہیں۔ اس لیے دونوں "ھباء منثورا" ہو گئے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تردید جواب سوم: اہل بیت نے متعدد بار فدک واپس لیا

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف جس کلام کی نسبت کی گئی ہے وہ غلط نسبت ہے۔ اور قابل قبول نہیں۔ کیونکہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے عمر بن عبدالعزیز سے فدک کو واپس لے لیا تھا۔ پھر اس کے بعد ایک مدت تک ان کے قبضہ میں رہا۔ اس کے بعد "خلفائے عباسیہ" میں سے جو اہل بیت کے حق کا لحاظ کرتے تھے۔ انہوں نے "باغ فدک" کو اولاد فاطمہ پر لوٹایا۔

چنانچہ مامون الرشید نے اپنے عامل "قثم بن جعفر" کو لکھا تھا۔ کہ "فدک" اولادِ فاطمہ کو دے دو۔ اس حکم پر عمل کرتے ہوئے جب اِسے لوٹایا گیا۔ تو اس وقت کے امام، امام علی رضا نے قبول کر لیا۔ اس کے بعد پھر "متوکل" نے اس باغ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے مرنے کے بعد معتضد نے پھر واپس لوٹا دیا۔ پھر "مکتفی" نے قبضہ میں لیا۔ اور "مقتدر" نے واپس کر دیا۔

"مجالس المومنین" کی عبارت اس بارے میں ملاحظہ ہو۔

مجالس المومنین:

القصہ عمر بن عبدالعزیز برغم انف منافقاں فدک را بامام محمد باقر علیہ السلام تسلیم نمودہ و در دست ایشاں بود تا عمر بن عبدالعزیز وفات یافت و بعد از آں خلفائے عباسی آنہا کہ نفیلتے و انصافے و معرفتے بحق اہل بیت داشتند۔ مانند مامون و معتصم و واثق فدک با اولاد حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) رد نمودند۔ و چوں نوبت بمتوکل ناصبی رسید از ایشاں گرفتہ بحجام خود داد۔ بعد از آں معتضد رد نمود و مکتفی باز گرفت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ومعتضد رد آں نمود۔

(۱) مجالس المومنین جلد اوّل ص۵۰-۵۱ در ذکر فدک مطبوعہ تہران ابن ابی حدید جلد ۱۶ ص۲۱۸)

(۲) انوار نعمانیہ جلد اوّل ص۷۴ تذکرہ نور مرتضوی طبع جدید تبریز ایران و طبع قدیم ص۱۵)

(۳) کشف الغمہ جلد اوّل ص۴۹۵ تذکرہ خطبہ فاطمہ فی قصۃ فدک)

ترجمہ: الغرض حضرت عمر بن عبدالعزیز نے منافقوں کو رسوا کرنے کے لیے ان کی ناک رگڑتے ہوئے "باغ فدک" حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ اور یہ آپ ہی کے ہاتھ میں رہا۔ حتیٰ کہ عمر بن عبدالعزیز نے وفات پائی۔ بعد ازاں اہل بیت کی فضیلت، ان کے ساتھ عدل و انصاف اور ان کے حق کو پہچاننے والے خلفائے عباسیہ مثل مامون الرشید معتصم باللہ اور واثق باللہ نے باغ فدک اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیا۔ پھر جب متوکل باللہ کا زمانہ آیا۔ تو اس نے ان سے لے کر اپنے حجام کو دے دیا۔ اس کے بعد معتضد نے رد کیا۔ تو مکتفی نے لے لیا۔ اور مقتدر نے پھر رد کر دیا۔

حاصل کلام:

مذکورہ بالا کلام سے یہ حاصل ہوتا ہے۔ کہ "باغ فدک" مغصوبہ اشیاء کی طرح نہ تھا۔ اگر واقعی مغصوب ہوتا۔ تو صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے اس کی واپسی حرام نہ ہوتی۔ بلکہ اہل بیت میں سے ہر ایک کے لیے حرام ہوتی۔ حالانکہ بار ہا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اہل بیت نے اسے قبول کیا۔ اور پھر اُن سے واپس لیا جا نا رہا۔ جس کو شیعہ مجتہد "نور اللہ شوستری" نے واضح الفاظ میں تسلیم کیا ہے۔

اگر بفرضِ محال ان شیعہ لوگوں کا یہ وضعی قاعدہ مان لیا جائے۔ کہ اہل بیت "مغصوب" واپس نہیں لیتے۔ تو ہم اس قاعدے کے مطابق ان سے دریافت کرنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ تم "خلفائے ثلاثہ" کو دربارۂ خلافت حق پر سمجھتے ہو۔ (جیسا کہ حقیقت ہے) یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے "حقِ خلافت" کے غاصب شمار کرتے ہو؟ اگر اپنے مذموم عقیدہ کے مطابق ان خلفائے ثلاثہ کو "حق خلافت" کا غاصب سمجھتے ہو۔ تو اس مغصوبہ خلافت کو (تمہارے قاعدہ کے مطابق) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو واپس نہیں لینا چاہیئے تھا۔ حالانکہ آپ نے خلافت کو قبول فرمایا اور تقریبًا پانچ سال تک اس مسند پر فائز رہے۔ خلافت کا معاملہ ہو۔ تو مغصوبہ شے کے واپس ہونے کو قبول کر لیں۔ اور "باغ فدک" کا معاملہ ہو تو کہیں کہ ہم مغصوبہ چیز واپس نہیں لیتے۔ یہ دوہرا معیار کہاں سے درست ثابت ہوا؟

حالانکہ یہ مسلّم امر ہے۔ کہ اہل بیت حق پر ہیں۔ اور حق ہمیشہ ان کے ساتھ رہا۔

کشف الغمہ:

عَنْ اُمِّ سَلْمٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ عَلِیًّا مَعَ الْحَقِّ وَ الْحَقَّ مَعَہٗ لَنْ یَّزُوْلَ حَتّٰی یَرِدَ عَلَیَّ الْحَوْضَ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول ص142 فی فضائل مولانا امیر المومنین مطبوعہ تبریز)

ترجمہ: ام سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کو فرماتے سنا۔ کہ بے شک "علی" حق کے ساتھ ہے۔ اور حق، علی کے ساتھ رہے گا۔ حوض کوثر پر آنے تک آپس میں جدا نہ ہوں گے۔

ہم اہل سنت وجماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ کہ اہل بیت نے کبھی بھی حق کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ مصائب کے پہاڑ ٹوٹے۔ تکالیف کی آندھیاں چلیں۔ جیسا کہ واقعہ فاجعہ کربلا شاہد ہے۔ یزید کی بیعت نہ کی۔ سب کچھ قربان کر دیا۔ لیکن باطل کے سامنے نہ جھکے۔ بلکہ صاف صاف اعلان فرما دیا۔ حسین شہید تو ہو سکتا ہے۔ لیکن فاسق وفاجر کی بیعت نہیں کر سکتا۔ تو کیسے ممکن ہے کہ جب "باغ فدک" اور "خلافت" منصوبہ اشیاء قرار پائیں۔ اور ان کا واپس لینا ان کے ہاں نا جائز ہو۔ تو اس حق کو چھوڑ کر باطل کو قبول کر لیں۔ اور اسی باطل پر ہی عمل کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو جائیں۔ "معاذ اللہ ہذا بہتان عظیم"۔

تردید جواب چہارم:

حضرت علی طلب خلافت کے لیے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مہاجرین وانصار کے ہر دروازہ پر لے کر گئے

جواب چہارم میں جو کچھ بیان کیا گیا۔ اہل بیت پر ایک بہتان سے کم نہیں۔ کہا گیا ہے۔ کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ کہ ہم اپنے حقوق ظالموں سے نہیں لیتے۔ مگر دیگر مومنین کے حقوق ان پر ظلم کرنے والوں سے دلواتے ہیں۔ کیونکہ ہم تمام مومنین کے "ولی" ہیں۔

اگر ہم ان کے اس فرضی اصل کو تسلیم کر لیں۔ تو بھی اس جواب میں خلل موجود ہے

کیونکہ خود ان کی معتبر کتب سے ثابت ہے۔ کہ اہل بیت خود اپنے حق کے بارے میں کوشاں رہے۔ لیکن چاروں طرف سے ناکامی کے بعد خاموش ہو گئے۔

تہذیب المتین:

منقول ہے۔ کہ جس روز ابوبکر کے ساتھ بیعت ہوئی۔ اسی رات کو آنحضرت نے جناب فاطمہ کو پشت حمار پر سوار کیا۔ اور حسن و حسین اپنے دونوں نور چشموں کو ہمراہ لیا۔ اور جملہ مہاجرین و انصار (شرکائے بدر) کے گھروں میں جا کر اپنی نصرت و حمایت کی طرف ان کو دعوت دی۔ اور حدیث غدیر کو یاد دلایا۔ یعنی اتمام حجت باکمل الوجوہ فرمایا۔ کل چالیس حضرات نے حضرت کی دعوت قبول کی۔ آپ نے انہیں امر کیا۔ کہ کل صبح اپنے سر منڈا کر اور ہتھیار لگا کر ہمارے پاس آئیں۔ اور سر و جان کی شرط پر شرائط بیعت بجا لائیں۔ مگر خوف و ہراس نے ان پر غلبہ کیا۔ اور اپنے عہد پر قائم نہ رہے۔ چنانچہ دن ہوا۔ تو سوائے چار اشخاص سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد بن اسود و عمار بن یاسر و بروایتے زبیر بن عوام کے کوئی نہ آیا۔ آپ نے دوسرے پھر تیسرے روز ایسا ہی کیا۔ رات کو وعدہ کرتے تھے۔ مگر صبح کو کوئی آ کے وفا نہ کرتا تھا۔ الا وہی چار اشخاص۔ حضرت ابوعبداللہ جعفر صادق کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ کے بعد تمام خلقت مرتد ہو گئی تھی مگر تین اشخاص، سلمان ابوذر۔ مقداد۔ (انتہی)

(تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین جلد اول حصہ دوم ص ۲۶ مطبوعہ دہلی۔ ذکر مصیبت عظمیٰ و دواہیہ کبریٰ الخ)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بیت الاحزان:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ بَاقِرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ عَلِیًّا حَمَلَ فَاطِمَۃَ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہَا عَلٰی حِمَارٍ وَّسَارَ بِہَا لَیْلًا اِلٰی بُیُوْتِ الْاَنْصَارِ یَسْئَلُہُمُ النُّصْرَۃَ وَتَسْئَلُہُمُ الْاِنْتِصَارَ فَکَانُوْا یَقُوْلُوْنَ یَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَدْ مَضَتْ بَیْعَتُنَا لِہٰذَا الرَّجُلِ۔

(بیت الاحزان ص ۸۷، شیخ قمی طبع قم)

ترجمہ: امام باقر سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو گدھے پر بٹھایا اور انہیں ساتھ لے کر انصار کے گھروں پر گئے علی انصار سے مدد مانگتے تھے اور فاطمہ ان سے مدد کرنے کا سوال کرتی تھیں۔ تو وہ کہتے کہ اے دختر رسول ہماری بیعت ان کے لیے ہو چکی ہے۔

احتجاج طبرسی:

فَقَالَ سُلَیْمَانُ فَلَمَّا کَانَ اللَّیْلُ حَمَلَ عَلِیٌّ فَاطِمَۃَ عَلٰی حِمَارٍ وَّاَخَذَ بِیَدِ ابْنَیْہِ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ فَلَمْ یَدَعْ اَحَدًا مِّنْ اَھْلِ بَدْرٍ مِّنَ الْمُہَاجِرِیْنَ وَلَا مِنَ الْاَنْصَارِ اِلَّا اَتٰی مَنْزِلَہٗ وَذَکَرَ حَقَّہٗ وَدَعَاہُ اِلٰی نُصْرَتِہٖ فَمَا اسْتَجَابَ لَہٗ مِنْ جَمِیْعِہِمْ اِلَّا اَرْبَعَۃٌ وَّاَرْبَعُوْنَ رَجُلًا فَاَمَرَہُمْ اَنْ یُّصْبِحُوْا بُکْرَۃً مُّحَلِّقِیْنَ رُؤُسَہُمْ مَعَہُمْ سِلَاحُہُمْ وَقَدْ بَایَعُوْا عَلَی الْمَوْتِ فَاَصْبَحَ وَلَمْ یُوَافِقْہُ مِنْہُمْ اَحَدٌ غَیْرُ اَرْبَعَۃٍ قُلْتُ لِسَلْمَانَ مَنِ الْاَرْبَعَۃُ . قَالَ اَنَا وَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اَبُوْذَرٍّ وَّالْمِقْدَادُ وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَامِ ثُمَّ اَتَاهُمْ مِّنَ اللَّيْلَةِ الثَّانِيَةِ فَنَاشَدَهُمُ اللهَ فَقَالُوْا نُصْبِحُكَ بُكْرَةً فَمَا مِنْهُمْ اَحَدٌ وَفِيْ غَيْرُنَا ثُمَّ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ فَمَا وَفِيْ اَحَدٌ غَيْرُنَا فَلَمَّا رَاٰی عَلِیٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ غَدْرَهُمْ وَقِلَّةَ وَفَائِهِمْ لَزِمَ بَيْتَهٗ۔

(۱) (احتجاج طبرسی جلد اول ص۱۵۷ ذکر ما جریٰ بعد الرسول صلی اللہ علیہ مطبوعہ قم طبع جدید)

(۲) (ناسخ التواریخ تاریخ خلفا جلد اول ص۸)

ترجمہ: سلیمان نے کہا۔ جب رات پڑی۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ کو گدھے پر بٹھا کر حسنین کریمین کے ہاتھ پکڑ کر تمام اہل بدر مہاجرین اور انصار کے ایک ایک گھر پر پہنچے۔ اور ہر ایک کو اپنے حق کی طرف متوجہ کرتے ہوئے مدد کرنے کو کہا۔ لیکن ان میں سے چوالیس حضرات کے سوا کسی نے حامی نہ بھری۔ ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ صبح تمہارے سر منڈے ہوئے ہوں۔ اور ہر ایک مسلح ہو۔ انہوں نے مرنے مارنے پر بیعت کی۔ لیکن جب صبح ہوئی۔ تو چار اشخاص کے سوا کسی نے موافقت نہ کی۔ وہ چار سلمان، ابوذر، مقداد اور زبیر بن عوام تھے۔ پھر دوسری رات بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے کی طرح کیا۔ تو انہوں نے پھر صبح آنے کا وعدہ کیا۔ لیکن آئے وہی چار تیسری رات بھی ایسا ہی ہوا۔ تو جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کی بے وفائی، دھوکہ بازی دیکھی۔ تو خاموش ہو کر اپنے گھر بیٹھ گئے۔

تینوں عبارتوں کا خلاصہ:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے حقوق کے حصول کے لیے پوری جدوجہد کی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور دختر رسول کو مع حسنین کریمین کے سفارش کے لیے ساتھ بھی لیا۔ لیکن چوالیس ۴۴ کے سوا کسی نے حامی نہ بھری۔ پھر ان میں سے صرف چار باقی رہ گئے۔ اسی لیے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ (بقول شیعہ) نے فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف تین چار مسلمان رہ گئے۔ باقی تمام مرتد ہو گئے تھے۔ اس کوشش بسیار کے بعد ناامید ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گھر بیٹھ رہنے کا پکا ارادہ کر لیا۔

ان عبارتوں میں شیعہ حضرات کے چوتھے جواب کی دنداں شکن تردید موجود ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محض اپنے حقوق کے حصول کی خاطر ہر قسم کا حربہ استعمال کیا۔ تو وہ دعویٰ اور قاعدہ کدھر گیا۔ کہ "اہل بیت اپنے حقوق ظالموں سے نہیں لیتے۔" یہاں تو حقوق کی وصولی کی خاطر مرنے مارنے پر بیعت کی جا رہی ہے۔ اور انہیں مسلح ہو کر نکلنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

جہاں ان عبارتوں سے ان کے جواب کی تردید ہوتی ہے۔ وہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ شیعوں سے بڑھ کر کوئی بھی اہل بیت کا گستاخ اور دشمن نہیں۔ دیکھیے شیر خدا کو اتنا کمزور ثابت کیا گیا ہے۔ اور اس قدر جاہ پرست دکھایا گیا ہے۔ کہ مہاجرین و انصار کے گھروں پر دختر رسول کو لے کر پھراتے ہوئے ذکر کیا گیا۔ یہ بھی لکھا گیا کہ بنت رسول بلا واسطہ مہاجرین و انصار سے خلافت طلب کرتی رہیں، العیاذ باللہ حالانکہ یہ وہ دختر رسول ہیں۔ جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب میدان حشر میں میری بیٹی آئے گی۔ تو اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو حکم دے گا۔ کہ اپنے چہرے دوسری طرف پھیر لو۔ کیونکہ میرے محبوب کی لاڈلی بیٹی آ رہی ہے۔ اور جن کا چہرہ دیکھنا سورج کو بھی نصیب نہ ہوا۔ اہل بیت کے ایک سچے محب نے کیا خوب کہا۔

شعر
بے اجازت جن کے گھر جبریل بھی آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں عز و شان اہل بیت (مولانا حسن رضا)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بقول آئمہ اہل بیت اہل سنت ہی حقیقی محبانِ اہل بیت ہیں

لیکن یہ حقیقی محبت، اہل سنّت وجماعت کو ہی نصیب ہے۔ جس کا تمہیں بھی اقرار ہے۔ جامع الاخبار میں شیخ صدوق نے اسی حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا۔

جامع الاخبار:

مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔

ترجمہ: جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک کی محبت میں مرا۔ وہ سنت وجماعت (کے عقیدہ) پر مرا۔

(فصل ۱۳۱ فی الموت مطبوعہ نجف اشرف جامع الاخبار ص۱۸۹)

جامع الاخبار:

پھر لکھا ہے۔

وَلَيْسَ عَلٰى مَنْ مَاتَ عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَذَابُ الْقَبْرِ وَلَا شِدَّةُ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

(جامع الاخبار ص۸۷ فصل ۴۶ فی صلوۃ الجماعۃ)

ترجمہ: جو سنت وجماعت (کے عقیدہ) پر مرا۔ اسے نہ عذاب قبر ہوگا۔ اور نہ ہی قیامت کے دن کی سختی۔

ان دونوں عبارتوں سے "شیخ صدوق" نے واضح کر دیا کہ اہل بیت کے حقیقی دوست اہل سنت وجماعت ہیں۔ اسی وجہ سے نہ انہیں عذاب قبر ہوگا۔ اور نہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حشر کی سختی ان کو ہو گی۔

خلاصہ:

ہمارے سوال کے جو چار جوابات شیعہ حضرات کی طرف سے دیئے گئے تھے ایک ایک کر کے ان کی تردید کر دی گئی۔ اور اس طرح وہ بے اصل اور بے بنیاد ثابت ہوئے۔ لہذا ہمارا سوال اب بھی موجود ہے۔ اور اس کے جواب کے لیے ہم منتظر ہیں۔ دیکھئے کیا جواب ملتا ہے۔

وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

اہل بیت کے حق میں شیعوں کی گستاخیاں اور ان کی سزائیں

شیعہ حضرات "باغ فدک" کے غصب کے الزام میں اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معاذ اللہ کافر، مرتد اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف اسی سلسلہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں ایسی گستاخانہ عبارت منسوب کرتے ہیں۔ جسے پڑھ کر دل کانپ اٹھتا ہے۔ دل تو نہیں چاہتا۔ کہ وہ الفاظ دہرائے جائیں۔ لیکن ان نام نہاد محبان اہل بیت کے نظریات سے آگاہی کی خاطر انہیں پیش کیا جا رہا ہے۔

حق الیقین:

پس حضرت فاطمہ بجانب خانہ برگردید۔ حضرت امیر انتظارِ معاودت او می کشید۔ چوں بمنزل شریف قرار گرفت از روئے مصلحت

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خطا بہائے شجاعانہ لبید او صیا نمود کہ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ ای
مثل خائبان در خانہ گریختہ ای۔

(۱) حق الیقین ص۱۲۷ باب پنجم ذکر احتجاج حضرت زہرا با ابی بکر
(۲) ناسخ التواریخ زندگانی فاطمہ ص ۵۵
(۳) ناسخ التواریخ جزء اول از تاریخ خلفاء ص۱۶۲ بالفاظ مختلفہ
(۴) بحار الانوار جلد ۱۰ ص۴۶ کیفیۃ معاشرتھا معلی)

ترجمہ: پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کی طرف لوٹیں۔ ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کا انتظار کر رہے تھے۔ جب سیدہ اپنے در دولت پر آئیں، اور آرام سے بیٹھ گئیں۔ تو از روئے مصلحت شجاعانہ انداز سے سیدا وصیاء کو (سخت الفاظ میں) فرمایا۔ کہ تم اس بچے کی طرح جو ابھی اپنی ماں کے رحم میں ہو۔ پردہ نشین ہو گئے۔ اور ذلیل لوگوں کی طرح گھر بھاگ آئے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ ان لوگوں کی صحابہ کرام اور اہل بیت کی شان میں گستاخیاں ہی یہ ثمرہ دے رہی ہیں۔ کہ نہ زندگی میں سکھ چین، نہ قبر میں آرام اور نہ حشر میں حزن و ملال سے آزادی کی نعمت سے بہرہ ور ہوں گے۔ دنیا میں سزا یہ کہ مرتے دم تک اپنی پٹائی خود کر رہے ہیں۔ اور کرتے رہیں گے۔ اور بوقت موت ان کے منہ سے منی نکلے گی۔ اور یہ خود کہتے ہیں۔

من لا یحضرہ الفقیہ: بوقت موت شیعوں کے منہ سے منی نکلتی ہے۔

سُئِلَ الصَّادِقُ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِاَیِّ عِلَّۃٍ یُغَسَّلُ الْمَیِّتُ قَالَ تَخْرُجُ مِنْہُ النُّطْفَۃُ الَّتِیْ خُلِقَ مِنْھَا تَخْرُجُ مِنْ عَیْنِہٖ اَوْ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

من قبلہ (۱) (من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص۴۳ طبع قدیم مطبوعہ لکھنؤ)

(۲) (من لا یحضرہ الفقیہ جلد اول ص۸۴ باب غسل المیت مطبوعہ تہران

(۳) فروع کافی جلد ۳ ص۱۶۲ کتاب الجنائز

(۴) علل الشرائع ص۲۹۹ باب ۲۳۸ طبع جدید

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ کہ میت کو غسل کیوں دیا جاتا ہے۔ فرمایا۔ اس لیے کہ وہ نطفہ (منی) جس سے اس کی تخلیق ہوئی تھی۔ اس کی آنکھ یا منہ سے نکلتا ہے۔

اور بعد مردن قبر میں ان کا حال بقول مجلسی یہ ہوگا کہ۔

مجمع المعارف: قبر میں شیعوں کا منہ قبلے سے پھیر دیا جاتا ہے

بروایتے فرمود کہ ہفت نفر در قبر از قبلہ رو گرداں شوند۔ خمر فروش مصر بر شراب، وشہادت دہندۂ ناحق و محتکر و ربوا خور و عاق والدین و نوحہ گر۔

(مجمع المعارف بر حلیۃ المتقین ص۱۶۸ مذکور در بیان آداب تجارت)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قبر میں سات آدمیوں کے منہ قبلہ سے پھر جائیں گے۔ شراب بیچنے والا، شراب نوشی پر اصرار کرنے والا ناحق گواہی دینے والا۔ جوا کھیلنے والا۔ سود کھانے والا ماں باپ کا نافرمان اور ماتم کرنے والا۔

ماتم کرنے والا قیامت کو بشکل کتا اٹھایا جائے گا۔

مجمع المعارف:

در حدیث است غنا نوحہ ابلیس است بر فراق بہشت و فرمود نوحہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کنندہ بیاید روز قیامت نوحہ کناں مانند سگ۔

(مجمع المعارف برحلیۃ المتقین ص۱۶۲ درحرمت غنا مطبوعہ
تہران طبع قدیم سن طباعت ۱۳۶۲ھ)

ترجمہ: حدیث پاک میں ہے۔ کہ جنت کی جدائی کی وجہ سے ابلیس مرثیہ خوانی کرتا ہوا ماتم کرتا ہے۔ اور فرمایا۔ ماتم کرنے والا کل قیامت کو کتے کی مانند آئے گا۔

حیات القلوب:

زنے را دیدم برصورت سگ آتش در دبرش داخل می کردند واز دہانش بیروں مے آمد۔ و ملائکہ سر و بدنش را بگرزہائے آہن می زدند فاطمہ سلام اللہ علیہا گفت اے پدر بزرگوار من مرا خبر دہ کہ عمل و سیرت ایشاں چہ بود کہ حق تعالیٰ ایں نوع عذاب برایشاں مسلط گردانید حضرت گفت اے دختر گرامی آنکہ بصورتِ سگ بود و آتش در دبرش میکردند اوخوانندہ و نوحہ کنندہ ۔

(۱) (حیات القلوب نولکشوری جلد دوم ص۵۴۲ باب بست و چہارم

(۲) عیون اخبار الرضا جلد دوم ص۱۰ طبع تہران (جدید)

(۳) انوار نعمانیہ جلد اول ص۲۱۶ نور ملکوتی اور ص۹۸ طبع قدیم

ترجمہ: حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ میں نے ایک عورت کو کتے کی شکل میں دیکھا۔ آگ اس کی دبر میں ڈالتے ہیں۔ اور منہ سے باہر نکالتے ہیں۔ اور فرشتے اس کے سر اور بدن کو لوہے کی گرزوں سے کوٹتے ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا۔ ابا جان مجھے بتلایئے۔ کہ ان لوگوں کی سیرت اور عمل کیا تھے۔ کہ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس قسم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کا عذاب انہیں دیا جا رہا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ میری نیک بچی! جو عورت کتے کی شکل میں تھی۔ اور آگ اس کی دبر سے داخل کر کے منہ سے نکالتے تھے۔ وہ ماتم کرنے والی تھی۔

نتیجہ:

اگر آپ مذکورہ بالا کتب شیعہ کے حوالہ جات کو نظر انصاف سے پڑھیں گے۔ تو آپ یہ فیصلہ کر ہی لیں گے۔ کہ صحابہ کرام اور اہل بیت کے سب سے بڑے گستاخ یہی لوگ ہیں۔ جو دکھلاوے کے لیے "محبان اہل بیت" کا روپ دھارے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان گستاخانِ اہل بیت و صحابہ کرام کے لیے دنیا، بوقت موت اور قبر و حشر میں ایسی سنگین سزائیں تیار رکھی ہیں۔ جو انہی کا حصہ ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

حضرت خاتون جنت کا جناب صدیق اکبر کے ساتھ ناراضگی دور کر کے راضی ہو جانا

گذشتہ اوراق میں آپ نے "باغ فدک" کے معاملہ میں "غضبت" کے بارے میں تحقیق ملاحظہ فرمائی۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسی کی تکمیل کے لیے چند ایسی عبارات پیش کریں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہو۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی ناراضگی اور عداوت نہ تھی۔ بلکہ دونوں "رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ" کی عملی تصویر تھے۔ ان عبارات کو دیکھ کر اور پڑھ سن کر ہر ذی انصاف یہ تسلیم کرے گا۔ کہ اگر بالفرض سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بتقاضائے بشری حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے ناراض ہوئی بھی تھیں۔ تو یہ ناراضگی عارضی تھی۔ اور چند روز سے زائد ثابت نہیں ہوئی۔ ہم اپنی اہل سنت و جماعت اور اُن کی (شیعہ حضرات) کتب سے اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

روایاتِ کتب اہل سُنّت و جماعت

البدایۃ والنہایۃ :

روایت ۱ :

قَالَ الْحَافِظ ابو بکر البیهقی انبانا ابو عبد الله محمد بن یعقوب حدثنا محمد بن عبد الوهاب ثنا عبد ان عثمان العتکی بنیسابور انبانا ابو حمزة عن اسماعیل بن ابی خالد عن الشعبی قال لما مَرِضَتْ فَاطِمَةُ اَتَاهَا اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ فَاسْتَاْذَنَ عَلَیْهَا فَقَالَ عَلِیٌّ یَافَاطِمَةُ هٰذَا اَبُوْبَکْرٍ یَسْتَاْذِنُ عَلَیْكِ فَقَالَتْ اَتُحِبُّ اَنْ اٰذَنَ لَهٗ قَالَ نَعَمْ فَاَذِنَتْ لَهٗ فَدَخَلَ عَلَیْهَا یَتَرَضَّاهَا فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا تَرَکْتُ الدَّارَ وَالْمَالَ وَالْاَهْلَ وَالْعَشِیْرَةَ اِلَّا ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَمَرْضَاةِ رَسُوْلِهٖ وَمَرْضَاتِکُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ثُمَّ تَرَضَّاهَا حَتّٰی رَضِیَتْ وَهٰذَا اِسْنَادٌ جَیِّدٌ قَوِیٌّ۔ وَالظَّاهِرُ اَنَّ عَامِرَ الشَّعْبِیَّ سَمِعَهٗ مِنْ عَلِیٍّ اَوْ مِمَّنْ سَمِعَهٗ مِنْ عَلِیٍّ وَقَدِ اعْتَرَفَ عُلَمَاءُ اَهْلِ الْبَیْتِ بِصِحَّةِ مَا حَکَمَ بِهٖ اَبُوْبَکْرٍ فِیْ ذٰلِكَ قَالَ الْحَافِظُ البیهقی انبانا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ حَدَّثَنَا اَبُوْعَبْدِ اللهِ الصَّفَّارُ ثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِسْحٰقَ الْقَاضِيْ ثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ ثَنَا ابْنُ دَاوُدَ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوْقٍ قَالَ قَالَ زَيْدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ اَمَّا اَنَا فَلَوْ كُنْتُ مَكَانَ اَبِيْ بَكْرٍ لَحَكَمْتُ بِمَا حَكَمَ بِهٖ اَبُوْبَكْرٍ فِيْ فَدَكَ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد پنجم باب انہ علیہ السلام قال لا نورث ۔ ص ۲۸۹ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: حافظ ابوبکر البیہقی نے کہا۔ کہ امام شعبی سے کئی واسطوں کے ذریعہ ہمیں روایت پہنچی۔ کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں۔ تو ابوبکر صدیق آئے۔ اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ سے پوچھا۔ باہر ابوبکر ہیں۔ وہ اندر آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں۔ تو سیدہ نے کہا۔ کیا تم (علی) انہیں اجازت دینا پسند کرتے ہو۔ کہا ہاں۔ تو سیدہ نے اجازت دے دی۔ ابوبکر اندر آئے۔ اور بیمار پرسی کی۔ اور کہا۔ اللہ کی قسم! میرا مکان، مال، گھربار اور خاندان صرف اللہ، اس کے رسول اور اس کے اہل بیت تمہاری خوشنودی کے لیے ہے۔ پھر ابوبکر سیدہ کو راضی کرتے رہے حتیٰ کہ وہ راضی ہوگئیں۔ (اس حدیث کی اسناد بہت خوب ہیں۔)

ظاہر یہی ہے۔ کہ یہ بات امام شعبی نے حضرت علی سے بلا واسطہ یا بالواسطہ سنی ہوگی۔ اور علمائے اہل بیت نے حضرت ابوبکر صدیق

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے (فدک کے بارے میں) فیصلہ کی صحت کا اقرار کیا ہے۔

حافظ البیہقی نے کہا۔ کہ زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے کہا۔ کہ اگر میں بھی ابو بکر صدیق کی جگہ پر ہوتا۔ تو "باغ فدک" کا وہی فیصلہ کرتا۔ جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔

روایت ۲ :

طبقات ابن سعد:

اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ عَنْ عَامِرٍ قَالَ جَاءَ اَبُوْبَكْرٍ اِلٰى فَاطِمَةَ حِيْنَ مَرِضَتْ فَاسْتَاْذَنَ فَقَالَ عَلِيٌّ هٰذَا اَبُوْبَكْرٍ عَلَى الْبَابِ فَاِنْ شِئْتِ اَنْ تَاْذَنِيْ لَهٗ قَالَتْ وَذٰلِكَ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ نَعَمْ فَدَخَلَ عَلَيْهَا وَاعْتَذَرَ اِلَيْهَا وَكَلَّمَهَا فَرَضِيَتْ عَنْهُ ۔

(طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۲۷/ ذکر بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم (فاطمہ) مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت سیدہ فاطمہ کے گھر جانے کے لیے دروازے پر پہنچے۔ تو اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت علی نے کہا۔ دروازے پر ابو بکر کھڑے اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ اگر تمہاری خوشی ہو۔ تو آجائیں۔ سیدہ نے کہا۔ کیا تم اسے (اندر آنے کو) پسند کرتے ہو۔ کہا۔ ہاں۔ تو ابو بکر اندر آ گئے۔ اور سیدہ سے معذرت کی۔ اور گفتگو کی۔ تو سیدہ ان سے راضی ہو گئیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

روایت نمبر (۳):

فتح الباری:

رَوَی الْبَیْھَقِیُّ مِنْ طَرِیْقِ الشُّعْبِیِّ اِنَّ اَبَابَکْرٍ عَادَ فَاطِمَۃَ فَقَالَ لَھَا عَلِیٌّ ھٰذَا اَبُوْبَکْرٍ یَسْتَاذِنُ عَلَیْکِ فَقَالَتْ اَتُحِبُّ اَنْ اٰذَنَ لَہٗ قَالَ نَعَمْ فَاَذِنَتْ لَہٗ فَدَخَلَ عَلَیْھَا فَتَرَضَّاھَا حَتّٰی رَضِیَتْ۔

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۶ ص ۱۵۱)

ترجمہ: امام بیہقی نے بطریق شعبی روایت کی۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ کی عیادت کے لیے گئے۔ حضرت علی نے سیدہ سے کہا۔ کہ دروازے پر ابوبکر کھڑے اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ سیدہ نے کہا۔ کیا تم اسے پسند کرتے ہو۔ کہا ہاں۔ تو سیدہ نے اجازت دے دی۔ ابوبکر آئے۔ اور سیدہ کو خوش کرنے کی کوشش کی۔ اور وہ راضی ہو گئیں۔

ان تین روایات سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے

۱۔ "لَمَّا مَرِضَتْ فَاطِمَۃُ اَتَاھَا اَبُوْبَکْرٍ" کے الفاظ سے معلوم ہوا۔ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ کی بیمار پرسی کے لیے ان کے گھر تشریف لے گئے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۲۔ "فَقَالَتْ اَتُحِبُّ اَنْ اٰذَنَ لَهٗ قَالَ نَعَمْ" سے معلوم ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بوجہ محبوبِ علی رضی اللہ عنہ ہونے کے اندر آنے کی اجازت ملی۔

۳۔ "حَتّٰی رَضِیَتْ" سے معلوم ہوا۔ کہ اگر بتقاضائے بشریت سیدہ کے دل میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراضگی تھی بھی تو بالآخر وہ ختم ہو گئی۔ اور آپ راضی ہو گئیں۔

۴۔ "هٰذَا اِسْنَادٌ جَیِّدٌ" کے الفاظ حدیث کی سند قوی اور اچھی ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جس سے یہ استدلال ہو سکتا ہے۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا واقعی راضی ہو گئیں۔ اور راضی خوشی اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔

۵۔ "فَلَوْ كُنْتُ مَكَانَ اَبِیْ بَكْرٍ لَحَكَمْتُ بِمَا حَكَمَ بِهٖ اَبُوْ بَكْرٍ فِیْ فَدَكٍ" کے الفاظ سے معلوم ہوا۔ کہ زید بن امام زین العابدین نے جو امام اہل بیت ہیں۔ نے فرمایا۔ کہ ابوبکر صدیق کا فیصلہ حق تھا۔ اور اگر ابوبکر کی جگہ میں ہوتا۔ تو یہی فیصلہ کرتا۔ کیونکہ حق یہی تھا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ ابوبکر صدیق حق پر تھے۔

۶۔ فَاِنْ شِئْتِ اَنْ تَاْذَنِیْ" سے معلوم ہوا۔ کہ سیدہ کی خواہش پر اور حضرت علی رضی عنہ کی پسند پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اندر آنے کی اجازت ملی۔

۷۔ "وَكَلَّمَهَا فَرَضِیَتْ" سے معلوم ہوا۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان سلسلۂ کلام چلا۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ سیدہ رضی اللہ عنہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہو گئیں۔

لہذا یہ بات غلط ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تا دمِ مرگ ناراض رہیں۔ اور "باغ فدک" کے قبضہ کے بعد سیدہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آخری دم تک قطعاً گفتگو نہیں فرمائی۔ اور ناراض ہوتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی یہ کہہ دے۔ کہ یہ روایات تو اہل سنت و جماعت کی ہیں۔ اور انہوں نے اپنے عقیدہ کے مطابق ایسی روایات گھڑ لی ہوں گی۔ جن سے دونوں کے درمیان راضی نامہ معلوم ہو سکے۔ لیکن بات تب بنے گی۔ اگر ہماری (شیعہ) کتب سے یہی مضمونِ رضامندی دکھا دو۔ تو ہم اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے اب شیعہ حضرات کی کتب سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مابین گفتگو ہونا اور راضی نامہ ہونا ذکر کرتے ہیں۔

روایات از کتب شیعہ:

باغِ فدک کے متعلق صدیقی فیصلہ عملِ رسول کے عین مطابق تھا

شرح نہج البلاغہ ابن ابی حدید

روایت ۱:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ مِنْ فَدَكٍ قُوْتَكُمْ وَيُقَسِّمُ الْبَاقِيَ وَيَحْمِلُ مِنْهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَكِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ اَصْنَعَ بِهَا كَمَا كَانَ يَصْنَعُ فَرَضِيَتْ بِذٰلِكَ وَاَخَذَتِ الْعَهْدَ عَلَيْهِ بِهٖ وَكَانَ يَأْخُذُ غَلَّتَهَا فَيَدْفَعُ اِلَيْهِمْ مِنْهَا مَا يَكْفِيْهِمْ ثُمَّ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَعَلَتِ الْخُلَفَآءُ بَعْدَهٗ كَذٰلِكَ اِلٰى اَنْ وَلِىَ مُعَاوِيَةُ ۔

(شرح نہج البلاغہ ابن حدید جز ۱۶ جلد ۴ ص ۸۰ ذکر ما فعل ابو بکر بفدك وما قاله فى شانها الخ مطبوعہ بیروت درۂ نجفیہ ص ۲۲۶ طبع قدیم تذکرہ کیفیۃ موتہ)

ترجمہ: جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "فدک" سے تمہاری خوراک لے لیا کرتے تھے۔ اور باقی ماندہ تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ اور فی سبیل اللہ سواریاں بھی لے کر دیا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم کھا کر تم سے اقرار کرتا ہوں۔ کہ میں "فدک" کی آمدنی اسی طرح صرف کروں گا۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ تو حضرت سیدہ اس پر راضی ہو گئیں۔ اور حضرت ابو بکر صدیق سے اس کا عہد لے لیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ "فدک" کا غلہ وصول کر کے اہل بیت کی ضروریات کے مطابق انہیں دیا کرتے تھے۔ پھر ان کے بعد دوسرے خلفاء نے بھی ایسا ہی کیا۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہی عمل جاری رہا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابوبکر صدیق کے دلائل سن کر سیدہ فاطمہ ہمیشہ کے لیے ان پر راضی ہو گئیں

شرح نہج البلاغہ: ---- ابن میثم

روایت ٢:

وروی انه لما سمع كلامها احمد الله واثنى عليه
وصلى على رسوله ثم قال يا خيرة النساء وابنة خير الاباء
والله ما عدوت رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا
عملت الا بامره وان الرائد لا يكذب اهله قد قلت فابلغت
واغلظت فاهجرت فغفر الله لنا ولك اما بعد فقد دفعت
آلة رسول الله صلى الله عليه وسلم ودابته وحذاءه الى علي
عليه السلام واما ما سوى ذلك فاني سمعت رسول الله صلى
الله عليه وسلم يقول انا معاشر الانبياء لا نورث ذهبا
ولا فضة ولا ارضا ولا عقارا ولا دارا ولكنا نورث الايمان
والحكمة والعلم والسنة وقد عملت بما امرني وسمعت
فقالت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد وهبها لي
قال فمن يشهد بذلك فجاء علي بن ابي طالب وام ايمن
فشهدا لها بذلك فجاء عمر بن الخطاب وعبد الرحمن
بن عوف فشهدا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

يُقَسِّمُهَا فَقَالَ اَبُوبَكْرٍ صَدَقْتِ يَا ابْنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَصَدَقَ عَلِيٌّ وَ صَدَقَتْ اُمُّ اَيْمَنَ وَصَدَقَ عُمَرُ وَصَدَقَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَذٰلِكَ اَنَّ لَكِ مَا لِاَبِيْكِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْخُذُ مِنْ فَدَكٍ قُوْتَكُمْ وَيُقَسِّمُ الْبَاقِيَ وَيَحْمِلُ مِنْهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَكِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ اَصْنَعَ بِهَا كَمَا كَانَ يَصْنَعُ فَرَضِيَتْ بِذٰلِكَ وَ اَخَذَتِ الْعَهْدَ عَلَيْهِ بِهٖ وَكَانَ يَاْخُذُ غَلَّتَهَا فَيَدْفَعُ اِلَيْهِمْ مِنْهَا مَا يَكْفِيْهِمْ ثُمَّ فَعَلَتِ الْخُلَفَاءُ بَعْدَهٗ كَذٰلِكَ اِلٰى اَنْ وَلِيَ مُعَاوِيَةُ۔

(شرح نہج البلاغہ ابن میثم جلد پنجم صفحہ ۱۰۷ زیر خطبہ ۴۴ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: روایت کی گئی ہے۔ کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدہ کا کلام سُنا۔ (یعنی یہ کہ سیدہ ابوبکر سے کلام نہ کریں گی۔ تو یہ سُن کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدہ کے گھر آئے۔) تو اللہ کی حمد و ثنا بیان کی۔ اور رسول اللہ پر صلوٰۃ بھیجی۔ پھر کہا۔ اے خیر النساء! اے بہترین باپ کی بیٹی! خدا کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مخالفت نہیں کی۔ میں نے تو ان کے کہنے پر عمل کیا۔ اور گھر کا خیر خواہ گھر والوں کی تکذیب نہیں کرتا۔ میں نے جو کچھ کہا۔ وہ فریضہ تھا جو میں نے پہنچا دیا۔ لیکن آپ ناراض ہو گئیں۔ اور مجھ سے گفتگو کرنا ترک کر دی۔ اللہ مجھے اور تمہیں معاف کرے۔ اس کے بعد صدیق اکبر نے کہا۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیار آپ کا گھوڑا اور آپ کی نعلین حضرت علی رضی اللہ عنہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کو دے دیں۔ ان کے علاوہ باقی اشیاء کے متعلق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہم جماعت انبیاء کی وراثت سونا، چاندی، زمین، سامان اور مکان وغیرہ نہیں ہوتی۔ بلکہ ایمان، حکمت، علم اور سنت کی وراثت ہم چھوڑتے ہیں۔ میں نے وہی کچھ کیا۔ جس کا حضور نے مجھے حکم دیا۔ اور میں نے وہ حکم سُنا تھا۔ تو یہ سُن کر سیدہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ کہ "فدک" تو رسول اللہ نے مجھے ہبہ کر دیا۔ تھا۔ ابو بکر صدیق نے پوچھا۔ اس بات کا کوئی گواہ؟ تو حضرت علی اور ام ایمن بطور گواہ پیش ہوئے۔ اور اس امر کی گواہی دی۔ اتنے میں حضرت عمر اور عبدالرحمن بن عوف بھی آ گئے۔ ان دونوں نے یہ گواہی دی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم "فدک" کو تقسیم فرماتے تھے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے بنت پیغمبر! تو نے بھی سچ کہا۔ اے علی! تم بھی سچے ہو۔ اے ام ایمن! تم بھی سچی اور اے عمر و عبدالرحمن تم دونوں بھی سچے ہو۔ اس لیے کہ اے فاطمہ! تیرے لیے وہی کچھ ہے۔ جو آپ کے والد کا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم "فدک" کی آمدنی سے تمہاری خوراک کا اہتمام فرماتے۔ اور باقی ماندہ کو تقسیم فرما دیتے اور اس میں سے فی سبیل اللہ سواری بھی لے دیتے۔ تمہارے بارے میں اللہ سے معاہدہ کرتا ہوں۔ کہ میں اسی طرح تم سے سلوک کروں گا۔ جس طرح حضور سلوک فرمایا کرتے تھے۔ تو یہ سُن کر سیدہ فاطمہ راضی ہو گئیں۔ اور اسی پر ابو بکر صدیق سے عہد لے لیا۔ ابو بکر صدیق "فدک" کا غلہ وصول کرتے۔ اور اہل بیت کو ان کی ضرورت کے مطابق دے دیتے۔ ان کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خلیفہ ہونے تک یہی عمل جاری رہا۔

زید ابن علی نے فدک کے بارے میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو اپنا فیصلہ قرار دیا۔

ابن حدید:

روایت نمبر ۲:

قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ عَنْ
اَبِيْ سَلَمَةَ اِنَّ فَاطِمَةَ طَلَبَتْ فَدَكَ مِنْ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ اِنِّيْ
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ النَّبِيَّ
لَا يُوْرَثُ مَنْ كَانَ النَّبِيُّ يَعُوْلُهُ فَاَنَا اَعُوْلُهُ وَمَنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ فَاَنَا اُنْفِقُ عَلَيْهِ فَقَالَتْ يَا
اَبَا بَكْرٍ اَتَرِثُكَ بَنَاتُكَ وَلَا تَرِثُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بَنَاتُهُ فَقَالَ هُوَ ذَاكَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَاَخْبَرَنَا اَبُوْ زَيْدٍ
قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ حَدَّثَنَا
فُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوْقٍ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَخْتَرِيُّ بْنُ حَسَّانٍ
قَالَ قُلْتُ لِزَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اُهَجِّنَ
اَمْرَ اَبِيْ بَكْرٍ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ اِنْتَزَعَ فَدَكَ مِنْ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا
السَّلَامُ فَقَالَ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ كَانَ رَجُلًا رَحِيْمًا وَكَانَ يَكْرَهُ اَنْ يُغَيِّرَ
شَيْئًا فَعَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَتْهُ فَاطِمَةُ
فَقَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَانِيْ فَدَكَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فَقَالَ لَهَا هَلْ لَكِ عَلٰى هٰذَا بَيِّنَةٌ فَجَاءَتْ بِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَشَهِدَ لَهَا ثُمَّ جَاءَتْ اُمُّ اَيْمَنَ فَقَالَتْ اَلَسْتُمَا تَشْهَدَانِ اَنِّيْ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَا بَلٰى قَالَ اَبُوْ زَيْدٍ يَعْنِيْ اَنَّهَا قَالَتْ لِاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ قَالَتْ فَاَنَا اَشْهَدُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهَا فَدَكَ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَبِرَجُلٌ اٰخَرُ اَوِ امْرَاَةٌ اُخْرٰى لِتَسْتَحِقِّيْ بِهَا الْقَضِيَّةَ ثُمَّ قَالَ زَيْدٌ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَوْ رَجَعَ الْاَمْرُ اِلَيَّ لَقَضَيْتُ فِيْهِ بِقَضَاءِ اَبِيْ بَكْرٍ۔

(ابن حدید شرح نہج البلاغہ جلد چہارم ص۹۲ مطبوعہ بیروت بڑا اسائز فی الاخبار الواردۃ فی فدک وما منع فیھا)

ترجمہ: ابو سلمہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر صدیق سے "فدک" کا مطالبہ کیا۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے۔ کہ نبی کی وراثت نہیں ہوتی۔ لہٰذا آپ جس کی کفالت کیا کرتے تھے میں بھی اس کی کفالت کروں گا۔ اور جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خرچہ دیا کرتے تھے۔ میں بھی اُسے خرچہ دوں گا۔ تو سیدہ نے کہا۔ تمہارے مرنے کے بعد تمہاری بیٹیاں وارث ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان کی بیٹیاں وارث نہ ہوں؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بات ایسے ہی ہے۔ ابوبکر جوہری کہتا ہے۔ کہ بختری بن حسان نے زید بن علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ (اس پوچھنے کی غرض یہ تھی۔ کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو داغدار کیا جائے) کہ ابوبکر صدیق نے سیدہ فاطمہ سے باغ فدک چھین لیا تھا۔ تو جناب زید نے فرمایا۔ کہ ابوبکر بڑے رحم دل آدمی تھے۔ اور جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادا فرماتے رہے۔ اس میں ردوبدل مکروہ جانتے تھے۔ پھر آپ کے پاس سیدہ فاطمہ تشریف لائیں۔ اور کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے "فدک" عطا کر دیا تھا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بات پر گواہی طلب کی۔ تو سیدہ نے حضرت علی کو بطور گواہ پیش کیا۔ انہوں نے سیدہ کے حق میں گواہی دی پھر ام ایمن آئیں۔ تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں۔ کیا تم دونوں میرے جنتی ہونے کی گواہی نہیں دیتے۔ دونوں نے کہا۔ ہاں آپ ضرور جنتی ہیں۔ ابوزید کہتا ہے۔ کہ ایسا کرنا دراصل ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو بتلانا تھا ام ایمن نے بھی فدک کے بارے میں گواہی دی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ کو دے دیا تھا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ ایک اور مرد یا ایک اور عورت اپنے حق میں بطور گواہ پیش کرو۔ تاکہ تمہارے حق میں فیصلہ ہو جائے۔ پھر زید (راوی حدیث نے کہا۔ اللہ کی قسم اگر یہی معاملہ میرے سپرد کر دیا جائے۔ اور مجھے فیصلہ کرنے کو کہا جائے۔ تو میں بھی وہی فیصلہ کروں۔ جو ابوبکر صدیق رضی اللہ نے کیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام باقر رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ ابوبکر صدیق نے فدک کے بارے میں ہم پر رائی بھر بھی ظلم نہیں کیا

ابن حدید:

روایت ۴:

قُلْتُ لِاَبِیْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاكَ اَرَاَیْتَ اَبَابَکْرٍ وَّعُمَرَ ھَلْ ظَلَمَکُمْ مِنْ حَقِّکُمْ شَیْئًا اَوْ قَالَ ذَھَبَا مِنْ حَقِّکُمْ بِشَیْءٍ فَقَالَ لَا وَالَّذِیْ اَنْزَلَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا مَاظُلِمْنَا مِنْ حَقِّنَا مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ اَفَاَتَوَلَّاھُمَا قَالَ نَعَمْ وَیْحَكَ تَوَلَّھُمَا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمَا اَصَابَكَ فَفِیْ عُنُقِیْ ثُمَّ قَالَ فَعَلَ اللّٰہُ بِالْمُغِیْرَۃِ وَبَنَانَ فَاِنَّھُمَا کَذِبَا عَلَیْنَا اَھْلَ الْبَیْتِ۔

(ابن حدید شرح نہج البلاغہ جلد چہارم ص ۸۲)

ترجمہ: ابو عقیل کہتے ہیں۔ میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ میری جان آپ پر قربان۔ کیا ابوبکر اور عمر نے تمہارے حقوق کے بارے میں کچھ ظلم کیا۔ یا تمہارے حق دبائے رکھے۔ فرمایا نہیں۔ اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اللہ کی قسم! جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا۔ تاکہ تمام جہانوں کے لیے وہ نذیر بن جائے۔ ہمارے حقوق میں سے ایک رائی کے دانہ برابر بھی انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا۔ میں نے کہا۔ آپ پر قربان جاؤں۔ کیا میں ان سے محبت رکھوں؟ فرمایا ہاں۔ تو برباد ہو جائے انہیں دونوں جہانوں میں دوست رکھو۔ اور اگر اس وجہ سے تجھے کوئی نقصان ہو۔ تو میرے ذمہ ہے۔ پھر امام نے فرمایا۔ مغیرہ اور نبان سے خدا نپٹے۔ ان دونوں نے ہم اہل بیت پر جھوٹ گھڑا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سفارش کرنے پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی راضی ہو گئیں

بعض شیعہ حضرات جب مذکورہ بالا عبارات کو پڑھ کر زچ ہو جاتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ چلو ہم نے مان لیا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر راضی ہو گئیں مگر آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر بھی تو ناراض تھیں۔ سیدہ کا عمر رضی اللہ عنہ سے راضی ہونے کا مذکورہ عبارات میں کوئی لفظ نہیں۔

تو ہم ان کی تسلی کے لیے شیعہ حضرات کی معتبر کتاب بیت الاحزان سے ایک روایت پیش کیے دیتے ہیں جس میں واضح الفاظ کے ساتھ موجود ہے کہ سیدہ فاطمہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر راضی ہو گئیں۔

بیت الاحزان:

قَالَ فَلَمَّا بَايَعَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالزُّبَيْرُ وَ
هَدَأَتْ تِلْكَ الْفَوْرَةُ مَشٰى اِلَيْهَا اَبُوْبَكْرٍ بَعْدَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ذَالِكَ فَتَشَفَّعَ لِعُمَرَ وَ طَلَبَ اِلَيْهَا فَرَضِيَتْ عَنْهُ۔

بیت الاحزان صفحہ ۸۸ مصنفہ شیخ عباس قمی طبع اصفہان

طبع جدید

ترجمہ: جب علی مرتضیٰ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور حالات پرسکون ہو گئے تو ابوبکر صدیق اس کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور عمر فاروق کے لیے سفارش کی اور رضا کے طلبگار ہوئے تو آپ راضی ہو گئیں۔

مذکورہ بالا عبارت سے درج ذیل دو باتیں واضح ہوئیں:

۱۔ سیدہ فاطمہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر راضی تھیں۔

۲۔ سیدہ فاطمہ صدیق اکبر پر یوں صمیم قلب سے راضی تھیں کہ ان کی سفارش پر عمر فاروق سے بھی راضی ہو گئیں۔

سوال: اس کا مطلب یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ سے کوئی زیادتی کی تھی جس کے لیے ابوبکر کو سفارش کرنی پڑی؟

جواب: یہ عبارت بخاری یا مسلم کی نہیں کہ اس سے ہم پر کوئی اعتراض آسکے یہ بیت الاحزان کی عبارت ہے جس میں عمر فاروق سے سیدہ کی ناراضگی کا موجود ہونا ہمارے لیے کوئی حجت نہیں البتہ اس میں عمر رضی اللہ عنہ سے سیدہ کی رضا کا موجود ہونا تم شیعوں پر ضرور حجت ہے۔

حضرت علی اپنے زمانہ خلافت میں بھی باغ فدک کے متعلق شیخین کی مخالفت جائز نہ سمجھتے تھے

روایت ۱۔: ابن حدید:

قَالَ حَدَّثَنَا حَسَّانُ بْنُ هِلَالٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيْدَ بْنِ زُرَيْعٍ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قُلْتُ اَرَاَيْتَ عَلِيًّا حِيْنَ وَلِيَ الْعِرَاقَ وَمَا وَلِيَ مِنْ اَمْرِ النَّاسِ كَيْفَ صَنَعَ فِيْ سَهْمِ ذَوِي الْقُرْبٰى قَالَ سَلَكَ بِهِمْ طَرِيْقَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ قُلْتُ وَكَيْفَ وَلِمَ وَاَنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ (مَا تَقُوْلُوْنَ) قَالَ اَمَا وَاللّٰهِ مَا كَانَ اَهْلُهُ يَصْدُرُوْنَ اِلَّا عَنْ رَّاْيِهِ فَقُلْتُ فَمَا مَنَعَهُ قَالَ كَانَ يَكْرَهُ اَنْ يُّدَّعٰى عَلَيْهِ مُخَالَفَةُ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ۔

(ابن حدید شرح نہج البلاغہ جلد چہارم ص۸۶)

ترجمہ: محمد بن اسحاق نے امام ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ عراق کے والی ہوئے۔ تو اس وقت لوگوں کے تمام امور ان کے زیر تصرف تھے۔ اس وقت انہوں نے ذوی القربیٰ کے حصہ کا کیا بنایا۔ فرمایا۔ ان کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہی طریقہ اپنایا جو ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کا تھا۔ میں نے پوچھا۔ یہ کیسے۔ اور کیوں؟ حالانکہ تم ان دونوں کے بارے ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہو۔ فرمایا اللہ کی قسم! اہل عراق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے سے کام کیا کرتے تھے۔ میں نے پوچھا۔ تو پھر کس چیز نے ذوالقربیٰ کو ان کا حصہ دینے سے منع کیا۔ فرمایا۔ اس خوف نے کہ کہیں ان پر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی مخالفت کا الزام نہ آ جائے۔

☆☆☆☆

☆

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت علی نے فرمایا کہ باغ فدک کے متعلق شیخین کی مخالفت سے مجھے اللہ سے حیا آتی ہے

ابن حدید:

روایت ۸:

قَالَ فَحَمِدَ اَبُوْبَكْرٍ اللهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَصَلّٰى عَلٰى
رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ يَاخَيْرَةَ النِّسَآءِ
وَابْنَةَ خَيْرِ الْاٰبَآءِ وَاللهِ مَاعَدَوْتُ رَاْيَ رَسُوْلِ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَاعَمِلْتُ اِلَّابِاِذْنِهٖ وَاِنَّ الرَّائِدَ
لَايُكَذِّبُ اَهْلَهٗ وَاِنِّيْ اُشْهِدُ اللهَ وَكَفٰى بِاللهِ شَهِيْدًا
اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ يَقُوْلُ اِنَّا مَعَاشِرُ الْاَنْبِيَآءِ لَا
نُوْرِثُ ذَهَبًا وَّلَافِضَّةً وَّلَادَارًا وَّلَاعِقَارًا وَّاِنَّمَانُوْرِثُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالْعِلْمَ وَالنُّبُوَّةَ قَالَ
فَلَمَّا وَصَلَ الْاَمْرُ اِلٰى عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ
السَّلَامُ كُلِّمَ فِيْ رَدِّ فَدَكٍ فَقَالَ اِنِّيْ لَاَسْتَحْيِيْ
مِنَ اللهِ اَنْ اَرُدَّ شَيْئًا مَنَعَ مِنْهُ اَبُوْبَكْرٍ وَّ
اَمْضَاهُ عُمَرُ.

(ابن حدید شرح نہج البلاغہ جلد چہارم ص۹۴ فی رد المرتضیٰ
علی قاضی القضاۃ۔ مطبوعہ بیروت)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ترجمہ: راوی کہتا ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد و ثنا کہی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجا۔ اور پھر کہا۔ اے خیر النساء اے بہترین والد کی بیٹی! اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے خلاف نہیں کیا۔ اور میں نے صرف ان کے کہنے پر عمل کیا۔ اور پانی و گھاس کا متلاشی اپنے بھیجنے والوں سے جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ میں اللہ کی گواہی دیتا ہوں۔ اور اللہ کافی گواہ ہے۔ بے شک میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ کہ ہم جماعتِ انبیاء بطور میراث نہ سونا چھوڑتے ہیں۔ نہ چاندی نہ زمین اور نہ سازو سامان، ہماری وراثت کتاب و حکمت اور علم و نبوت ہوتی ہے۔ فرمایا۔ جب معاملہ خلافت حضرت علی بن ابی طالب کے پاس پہنچا۔ آپ سے ''فدک'' کے لوٹائے جانے میں گفتگو ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم! مجھے اس چیز کے لوٹانے سے شرم آتی ہے۔ جس کو ابو بکر نے نہیں لوٹایا۔

حدیث رسول سُننے کے بعد سیّدہ فاطمہ کا ناراضگی کے ساتھ لوٹ جانا ناممکن تھا

ابن حدید :

روایت نمبر ۸ :

قَالَ الْمُرْتَضٰی وَقَدْ رُوِیَ هٰذَا الْكَلَامُ عَلٰی هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ طُرُقٍ مُّخْتَلِفَةٍ وَّوُجُوْهٍ كَثِیْرَةٍ فَمَنْ اَرَادَ هَا اَخَذَهَا مِنْ مَّوَاضِعِهَا فَكَیْفَ یُدَّعٰی اَنَّهَا عَلَیْهَا السَّلَامُ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

كَفَّتْ رَاضِيَةً وَّاَمْسَكَتْ قَانِعَةً لَوْلَا الْبَيْتُ وَقِلَّةُ الْحَيَاءِ فَقُلْتُ لَيْسَ فِيْ هٰذَا الْخَبَرِ مَا يَدُلُّ عَلٰى فَسَادِ مَا اِدَّعَاهُ قَاضِي الْقُضَاةِ لِاَنَّهٗ اِدَّعٰى اَنَّهَا نَازَعَتْ وَخَاصَمَتْ ثُمَّ كَفَّتْ لَمَّا سَمِعَتِ الرِّوَايَةَ وَانْصَرَفَتْ تَارِكَةً لِلنِّزَاعِ رَاضِيَةً بِمُوْجِبِ الْخَبَرِ الْمَرْوِيِّ وَمَاذَكَرَهُ الْمُرْتَضٰى مِنْ هٰذَا الْكَلَامِ لَا يَدُلُّ اِلَّا عَلٰى سَخَطِهَا حَالَ حُضُوْرِهَا وَلَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهَا بَعْدَ رِوَايَةِ الْخَبَرِ بَعْدَ اَنْ اَقْسَمَ لَهَا اَبُوْبَكْرٍ بِاللّٰهِ تَعَالٰى اَنَّهٗ مَا رَوٰى عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مَا سَمِعَهٗ مِنْهُ اِنْصَرَفَتْ سَاخِطَةً۔

(ابن حدید شرح نہج البلاغۃ جلد ۴ ص ۹۲ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: شیخ مرتضی نے کہا۔ کہ "قضیہ فدک" کے بارے میں کلام مختلف طرق سے روایت کیا گیا ہے۔ جو چاہے کہ ان مختلف وجوہ کا مطالعہ کرے اُسے ان مقامات کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ یہ کیسے دعویٰ ہو سکتا ہے۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا راضی ہو کر خاموش ہو گئیں۔ اور صبر و قناعت سے مزید گفتگو کرنے سے رُک گئیں۔ ہو سکتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ کثرت حیا اور پریشانی کی وجہ سے ہوا ہو۔

میں کہتا ہوں۔ کہ اس خبر میں قاضی القضاۃ کے دعویٰ کو فاسد ثابت کرنے والی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ اس نے دعویٰ یہ کیا ہے۔ کہ سیدہ رضی اللہ عنہا نے باغ فدک کے بارے میں جھگڑا کیا۔ پھر جب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

روایت سُنی۔ تو جھگڑا ختم کر دیا۔ اور نزاع کو چھوڑ کر روایت کے مضمون پر
رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے واپس تشریف لے گئیں۔ اور جو کچھ
اس کلام سے "مرتضیٰ" نے ذکر کیا۔ وہ صرف سیدہ کی اس ناراضگی کو ظاہر
کرتا ہے۔ جو بوقتِ حاضریٔ عدالت تھی لیکن اس سے یہ ثابت
نہیں ہوتا۔ کہ خبر کی روایت کے بعد اور ابوبکر صدیق کے قسم اٹھانے
کے بعد کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا۔ غصہ اور ناراضگی
میں واپس آگئیں۔

وضاحت :

روایت ۸ کا ماحصل یہ ہے۔ کہ شیخ مرتضیٰ شیعی نے اپنی کتاب "شافی" میں
قاضی القضات کے ان دلائل کا رد کیا ہے۔ جن میں اس نے ثابت کیا تھا۔ کہ
جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے "باغ فدک"
کے بارے میں تنازع کیا۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے "انا معاشر الانبیاء
لا نورث" ارشادِ رسول پیش کیا۔ تو سیدہ خاموشی سے واپس آگئیں۔ جس کے
بعد انہوں نے کبھی "باغ فدک" کے متعلق کلام نہ فرمایا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے
کہ سیدہ بوقت تنازع اگرچہ ناراض تھیں۔ لیکن بوقتِ واپسی راضی تھیں۔

اس دلیل کے رد میں شیخ مرتضیٰ شیعی نے "شافی" میں کہا۔ کہ یہ کہنا کہ "سیدہ بخوشی
واپس آئی تھیں۔ اور اس کے بعد کبھی اس معاملہ میں کلام نہ کیا۔ اس معاملہ میں کلام نہ
کرنا بھی ان کی خوشی کی دلیل ہوئی" یہ غلط ہے۔ کیونکہ سیدہ کا کلام نہ کرنا اور اس
معاملہ میں خاموشی کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ سیدہ کثرتِ حیا اور پریشانی کی وجہ سے
خاموش ہوئی ہوں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ابن حدید کا محاکمہ

اس کے بعد "ابن حدید" نے دونوں کے دلائل کا محاکمہ کرتے ہوئے اور شیخ مرتضیٰ کی دلیل کو کمزور سمجھتے ہوئے اس کا رد کیا۔ اور قاضی القضات کی تائید میں لکھا۔ کہ شیخ مرتضیٰ کی دلیل سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ سیدہ بوقت منازعت ناراض تھیں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سن کر خاموشی اختیار فرمائی۔ اور بعد میں بھی اس معاملہ میں کلام نہ فرمایا۔ تو ممکن ہے یہ خاموشی اور عدم تکلم بوجہ کثرت حیا نہ ہو۔ بلکہ اس کا سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی سماعت ہو۔ اور اس کی یہ وجہ ہے۔ کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر کہا۔ کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی۔ تو اس کے بعد بھی سیدہ کا ناراض ہو کر واپس آنا عقلاً اور نقلاً محال ہے۔

مذکورہ آٹھ روایات سے حسب ذیل فوائد حاصل ہوئے

فائدہ ۱:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْخُذُ مِنْ فَدَكٍ قُوْتَكُمْ وَيُقَسِّمُ الْبَاقِيَ وَيَحْمِلُ مِنْهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ " کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ "فدک" کی آمدنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت اہل بیت، فقراء اور اسلامی جنگی ضروریات میں خرچ ہوتی تھی۔ "فدک" صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا حسنین کریمین میں سے کسی کو "ہبہ" نہ کیا گیا تھا۔ دیکھئے روایت اول و دوم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فائدہ ۲ :

" وَ اَخَذَتِ الْعَہْدَ عَلَيْہِ بِہٖ "، سے پتہ چلا کہ سیدہ رضی اللہ عنہا نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے " باغ فدک "، کی آمدنی اسی طرح خرچ کرنے پر معاہدہ کر لیا۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف فرمایا کرتے تھے۔ اس معاہدہ کے بعد سیدہ راضی ہو گئیں۔ دیکھئے روایت اول و دوم

فائدہ ۳ :

" وَكَانَ يَاْخُذُ غَلَّتَهَا فَيَدْفَعُ اِلَيْهِمْ مِنْهَا مَا يَكْفِيْهِمْ "، سے معلوم ہوا۔ کہ " فدک "، کی پیداوار سے سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم حسب سابق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اپنا حصہ لیتے رہے۔ دیکھئے روایت اول و دوم

فائدہ ۴ :

" ثُمَّ فَعَلَتِ الْخُلَفَاءُ بَعْدَهٗ كَذَالِكَ اِلٰى اَنْ وَلِىَ مُعَاوِيَةُ "، کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے امیر معاویہ کے والی بننے تک " فدک "، کی آمدنی بعینہٖ اسی طرح صرف ہوتی رہی۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کرتے رہے اس میں ردو بدل نہ ہوا۔ کیونکہ یہ حضرات اسی طرح صرف کرنے کو منشاء الٰہی سمجھتے تھے۔ لہٰذا جب صدیق اکبر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سا عمل اپنایا۔ تو سیدہ فاطمہ کا ان سے اس بنا پر ناراض ہونا، معلوم ہوتا ہے یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہے۔ ورنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا عمل رسول سے ناراض ہو جائیں۔ یہ بھی ناممکن۔ اور ناراضگی بھی رہے۔ پھر خرچہ بھی بدستور وصول کرتی رہیں۔ یہ بھی انہیں زیب نہیں دیتا۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ " غَضِبَتْ "، کا لفظ غلط فہمی کا نتیجہ تھا۔

نیز یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ جو لوگ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر یہ الزام دھرتے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنی خلافت میں " فدک "، مروان کو دے دیا تھا۔ یہ غلط اور بے بنیاد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہے۔ بلکہ اس کی بجائے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ سیدنا عثمان غنی کا بھی اس بارے میں وہی عمل تھا۔ جو صدیق اکبر رضی عنہ کا تھا۔ جو عمل میں یکسانیت ہے۔ تو جس طرح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا دور صدیقی میں خرچہ وصول کرتی تھیں۔ اسی طرح دور فاروقی اور عثمانی میں بھی ان کی اولاد وصول کرتی رہی۔ دیکھئے روایت اوّل و دوم

فائدہ ۵:

"لَمَّا سَمِعَ كَلَامَهَا" سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کا علم ہوا۔ تو فوراً انہیں راضی کرنے کے لیے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ دیکھئے روایت دوم

فائدہ ۶:

"ثُمَّ قَالَ يَا خَيْرَةَ النِّسَاءِ وَابْنَةَ خَيْرِ الْآبَاءِ" کے الفاظ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیدہ کو تمام جہان کی عورتوں سے افضل کہہ رہے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں سے افضل گردانتے ہیں۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ (دیکھئے روایت دوم و ہفتم)

فائدہ ۷:

"وَاللهِ مَا عَدَوْتُ رَأْيَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا عَمِلْتُ إِلَّا بِإِذْنِهِ" کے الفاظ شاہد ہیں۔ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عمل بالکل سنت نبوی کے مطابق تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی جیتی جاگتی تصویر تھی۔ روایت دوم و ہفتم

فائدہ نمبر ۸:

"وَذَالِكَ أَنَّ لَكِ مَا لِأَبِيْكِ (الی) كَمَا كَانَ يَصْنَعُ" سے معلوم ہوا۔ کہ سیدہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کو تسلیم کر لیا تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم باغ فدک کی آمدنی میں اسی طرح تھی۔ یعنی خرچہ دے کر فقراء و مساکین میں تقسیم کر دینا اور فی سبیل اللہ خرچ کرنا۔ دیکھئے روایت دوم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اسی لیے اسی طرح صرف کرنے کا عہد سے کر سیدہ صدیق اکبر سے راضی ہو گئیں۔

فائدہ ۹ :

وَكَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُغَيِّرَ شَيْئًا فَعَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

یہ جملہ کہہ کر زید بن علی رضی اللہ عنہ نے تسلیم کیا ہے۔ کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو "نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءِ لَا نُوْرِثُ" حدیث رسول سنائی۔ اور باغ فدک ان کو عطا نہ کیا۔ تو اس سے صدیق اکبر کی غرض یہ تھی۔ کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل کی تبدیلی گوارا نہیں کرتے تھے۔ دیکھئے روایت سوم

فائدہ ۱۰ :

اہل بیت کے علمائے کرام میں سے حضرت زید نے اس امر کی تصدیق کر دی۔ کہ "باغ فدک" عطا نہ کرنے کا جو فیصلہ صدیق اکبر نے کیا تھا۔ بالکل درست تھا۔ اسی لیے کہا۔ کہ ابو بکر کی جگہ میں ہوتا۔ تو میں بھی وہی فیصلہ کرتا۔ جو ابو بکر صدیق نے کیا۔ روایت دوم

فائدہ ۱۱ :

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ کے رویہ نے یہ ثابت کر دیا۔ کہ اہل بیت کے دل میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی حسد و بغض نہ تھا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو زید بن علی ان کی شان میں تعریفی الفاظ ذکر نہ فرماتے۔ بلکہ تنقیص و تردید کرتے۔

فائدہ ۱۲ :

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے ایک سائل کے جواب میں جو ارشاد فرمایا۔ کہ شیخین میں سے کسی نے ہمارے حقوق میں سے رائی کے دانہ برابر بھی کوئی حق غصب نہیں کیا۔ اس ارشاد کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ جو لوگ شیخین پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ انہوں نے اہل بیت کے حقوق غصب کیے۔ یہ بالکل غلط اور لغو ہے۔ دیکھئے روایت چہارم

فائدہ ۱۳ : امام باقر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی واضح کر دیا۔ کہ اہل بیت سے محبت کا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ مطلب نہیں۔ کہ شیخین کو برا بھلا کہا جائے۔ بلکہ فرمایا۔

"تو لهما فی الدنیا و الاخرة"، ان دونوں کی دوستی کی تلقین فرمائی۔ لہذا جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ شیخین سے محبت باعث ہلاکت ہے۔ سراسر غلط ہے۔ امام باقر رضی اللہ عنہ تو ان سے محبت کرنے والے کے نقصان کی تلافی اپنے ذمے رہے ہیں۔ کیا کوئی دشمن کی ذمہ داری لیتا ہے؟ روایت چہارم

فائدہ ۱۴۱:

امام باقر کے الفاظ سے یہ بھی وضاحت ہوگئی۔ کہ اہل بیت اور صحابہ کرام کے درمیان جو بغض و عداوت کے من گھڑت واقعات بنائے گئے ہیں۔ سب بے اصل ہیں۔ کیونکہ ان واقعات کو گھڑنے والے مغیرہ بن سعید، بنان البیان، کے بارے میں فرمایا۔ یہ دونوں بہتان تراش ہیں۔

بنان البیان اور مغیرہ بن سعید کون تھے۔

رجال کشی:

حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِيْ عُمَيْرٍ عَنْ اَبِيْ بُكَيْرٍ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِيْ جَعْفَرٍ (ع) قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لَعَنَ اللّٰهُ بَنَانَ الْبَيَانِ وَ اِنَّ بَنَانًا لَعَنَهُ اللّٰهُ كَانَ يَكْذِبُ عَلٰى اَبِيْ اَشْهَدُ اَنَّ اَبِيْ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ كَانَ عَبْدًا صَالِحًا۔

عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ (ع) قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ لَعَنَ اللّٰهُ الْمُغِيْرَةَ بْنَ سَعِيْدٍ اَنَّهُ كَانَ يَكْذِبُ عَلٰى اَبِيْ فَاَذَاقَهُ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اَللّٰہُ حَقَّ الْحَدِیْدِ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ قَالَ فِیْنَا مَا لَا نَقُوْلُہٗ فِیْ اَنْفُسِنَا وَ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ اَزَالَنَا عَنِ الْعُبُوْدِیَّۃِ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنَا وَ اِلَیْہِ مَاٰبُنَا وَ مَعَادُنَا وَبِیَدِہٖ نَوَاصِیْنَا۔

(رجال کشی ص ۲۵۵ مطبوعہ کربلا تذکرہ ابوالخطاب)

ترجمہ: زرارہ نے ابوجعفر امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہ امام موصوف نے فرمایا۔ اللہ، بنان البیان پر لعنت کرے۔ بے شک بنان لعنۃ اللہ علیہ نے میرے والد پر بہتان باندھے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ میرے والد علی بن حسین صالح آدمی تھے۔

امام باقر رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن سعید پر اللہ کی لعنت کا ذکر کیا۔ اور فرمایا۔ کہ اس نے میرے والد کی طرف جھوٹ منسوب کئے۔ اللہ نے اُسے لوہے کی گرمی کا عذاب چکھایا۔ اللہ ان لوگوں پر لعنت کرے جنہوں نے ہمارے بارے میں وہ کچھ کہا۔ جو ہم نے اپنے بارے میں نہیں کہا۔ اللہ کی لعنت ان پر جنہوں نے ہمیں عبودیت سے نکال کر معبود بنا یا۔ اس اللہ کی عبودیت سے نکالا۔ جس نے ہمیں پیدا کیا۔ اسی کی طرف ہمارا لوٹنا اور پلٹنا ہے۔ اور اسی کے قبضہ میں ہماری باگ ڈور ہے۔

چونکہ ان دونوں (بنان البیان، مغیرہ بن سعید) نے اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم کی طرف جھوٹی روایات منسوب کیں۔ اور عداوت و بغض و عناد کی من گھڑت داستانیں وضع کیں۔ لہٰذا یہ لعنت کے سزاوار ہوئے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فائدہ ۱۵ :

جو حصہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آل سادات کے لیے مقرر کیا تھا۔ وہ ان کو امام زین العابدین کے زمانہ تک ملتا رہا۔

فائدہ ۱۶ :

شیخین رضی اللہ عنہما نے "باغ فدک" کی آمدنی سے اہل بیت کو محروم نہیں کیا۔ بلکہ اس کو تقسیم کرنے کی اجازت نہیں دی۔

فائدہ ۱۷ :

بیت الاحزان کی عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نہ صرف یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر راضی تھیں۔ بلکہ آپ کی سفارش پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی راضی ہو گئیں۔

فائدہ ۱۸ :

عبداللہ بن موسیٰ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پانچویں پشت نیچے ہیں۔ جب انہوں نے واضح کر دیا۔ کہ ہمارے اور شیخین کے درمیان کوئی ناراضگی نہ تھی۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ اہل بیت اور شیخین کے درمیان عداوت وحسد وبغض کی داستانیں بعد میں گھڑی گئیں۔

فائدہ ۱۹ :

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانہ خلافت میں "باغ فدک" کے بارے بھی وہی عمل اپنایا۔ جو شیخین نے اپنایا تھا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فائدہ نمبر ۲۰ :

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دورِ خلافت میں جب "باغ فدک" کے بارے میں گفتگو ہوئی۔ تو جواب فرمایا۔ کہ مجھے اپنے ذوی القربیٰ میں "باغ فدک" بانٹنے سے جب کہ شیخین نے ایسا نہیں کیا۔ اللہ سے شرم و حیاء آتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شیخین کے فیصلہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہی سمجھا اور ان کی مخالفت کو اللہ اور رسول کی مخالفت سمجھا۔ دیکھئے روایت ہفتم

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اعتراض :

روایت ۲ میں مذکور عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ "باغ فدک" سیدہ خاتون جنت کو دینا ہی نہیں چاہتے تھے۔ وہ اس طرح کہ جب سیدہ نے اپنے دو گواہ پیش کیے۔ ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسری ام ایمن رضی اللہ عنہا۔ تو ان دونوں کی گواہی ثبوت دعویٰ کے لیے کافی سمجھ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ بجانب سیدہ کے حق میں باغ فدک کا فیصلہ کر دینا چاہیئے تھا۔ لیکن ہوا یہ کہ ان دو گواہوں کے بعد ان کے خلاف دو گواہوں نے گواہی دی۔ (عمر بن خطاب، عبدالرحمٰن بن عوف) تو آپ نے چاروں کو صَدَقَ، صَدَقَ کہا۔ آپ کا یہ رویہ اس بات کا غماز ہے۔ کہ آپ "باغ فدک" سیدہ کو عطا ہی نہیں کرنا چاہتے تھے۔

جواب :

سب سے پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ یہ عبارت ہماری نہیں۔ بلکہ "ابن میثم شیعہ" کی ہے۔ جس کو ہم پر اعتراض کرنے کے لیے بطور حجت پیش نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ہمارے خلاف اس کی کوئی بات قابل حجت نہیں۔ اس لیے ہم پر اس کا جواب دینا ضروری نہیں۔

دوسری بات یہ ہے۔ کہ اس سے قبل "ھبہ" کی روایات کی تحقیق میں ہم نے ثابت کر دکھایا ہے۔ کہ یہ روایات شیعہ کی خود ساختہ ہیں۔ اس لیے بے اصل اور ناقابلِ توجہ ہیں۔

تیسری بات یہ کہ ہم اس اعتراض کو بفرض محال مان لیتے ہیں۔ تو بھی ان دونوں میں تعارض و تباین نہیں۔ بلکہ ان کے درمیان تطبیق ممکن ہے۔ وہ اس طرح کہ "باغ فدک" کی آمدنی چونکہ مختلف مدات میں خرچ ہوتی رہی۔ جن میں سب سے پہلے سیدہ اور اہل بیت کا حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نکالتے تھے۔ باقی ماندہ غرباء مساکین میں تقسیم ہوتا تھا تو اس وجہ سے کہ سب سے پہلے ہمیں دیا جاتا ہے۔ سیدہ نے یہ سمجھا ہو۔ کہ "فدک" ہماری ملک کر دیا گیا ہو۔ اور انہی آثار کی بنا پر حضرت علی اور ام ایمن کی گواہی حضرت خاتونِ جنت کے حق میں گزری۔ لیکن سیدہ "فدک" کی باقی آمدنی کی تقسیم کا انکار نہیں کرتیں۔ اور اسی طرح حضرت عمر بن خطاب اور عبدالرحمٰن بن عوف نے تقسیم کے عمل کے لحاظ سے گواہی دی۔ کہ یہ فدک کسی کی ملکیت نہیں۔ اگر ملکیت ہوتا۔ تو مالک کی اجازت سے تقسیم ہوتی۔ تو دونوں طرف کے گواہوں نے "فدک" کی مختلف حیثیت کے پیش نظر گواہی دی اپنی اپنی گواہی میں وہ سچے تھے۔ اس لیے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کمال دانائی سے دونوں کی گواہی کی تصدیق فرما دی۔ گویا حیثیت کے اختلاف کے باوجود دونوں طرف کے گواہ اس بات پر متفق تھے۔ کہ "فدک" کی آمدنی غرباء وغیرہ کو بانٹ دی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے صدیق اکبر نے جب سب کی تصدیق کی تو کسی فریق نے بھی اپنے گواہ ان کے دوسرے فریق کے گواہوں پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ بلکہ تقسیم پر اتفاق کرتے ہوئے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا عہد سے کر راضی ہو گئیں۔ لہٰذا اس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ نہ تو ان شہادتوں میں اختلاف حقیقی تھا۔ اور نہ ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ سے ان کا حق چھیننے کے درپے تھے۔

تبصرہ:

ہم نے شیعہ سنی دونوں کی مختلف کتب سے روایات لکھیں۔ ان کو بنظر انصاف پڑھنے والا لازمی اس نتیجہ پر پہنچے گا۔ کہ سیدہ فاطمہ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے درمیان کوئی مستقل ناراضگی نہ تھی۔ کہ ہم کہہ سکیں۔ کہ اسی ناراضگی پر سیدہ کا انتقال ہوا۔ کیونکہ جب صدیق اکبر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیش کی۔ اسے سن کر خاتونِ جنت کا ناراض ہونا ازروئے شرع بھی ممنوع ہے۔ اور پھر اس پر مزید یہ کہنا کہ آپ آخری دم تک ناراض رہیں۔ بالکل بجا اس ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کسی مسلمان سے تین دن تک قطع کلامی حرام فرمائیں۔ اور تم آخری عمر تک اسے جائز سمجھو۔ یہ کون سی منطق ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ سیدہ فاطمہ کی ناراضگی کا جھوٹا طوفان اور مسلمانوں میں فرقہ بندی کا شور سب شیعوں کا کھڑا کیا ہوا ہے۔ جس کی کوئی اصل نہیں۔

تنبیہ:

یاد رہے۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا عام عورتوں کی طرح نہیں۔ جیسا کہ تم نے سمجھ رکھا ہے۔ بلکہ آپ وہ ہیں۔ جنہوں نے اپنے وصال کے وقت یہ وصیت فرمائی تھی۔ کہ مجھے رات کی تاریکی میں قبرستان لے جانا۔ اور تاریکی میں ہی دفن کرنا۔ تاکہ میرے جسم کی طرف کوئی اشارہ بھی نہ کر سکے۔ اور اس کے علاوہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری لمحات میں سیدہ کو روتے دیکھا۔ تو فرمایا۔ اے فاطمہ! صبر کرو۔ تم بہت جلد میرے پاس پہنچنے والی ہو۔ اس کے چھ ماہ کے اندر اندر آپ واصل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یحیٰ ہو گئیں۔ جس طیبہ طاہرہ اور پاکدامن خاتون کا یہ سیرت و کردار ہو اور اسے اپنی بقیہ زندگی ایام بھی معلوم ہوں۔ وہ عالی صفات بتول اس دنیا کے مال کے لیے تمام لوگوں کے سامنے عدالت میں کیسے جا سکتی ہیں۔

چیلنج :

میں شیعہ برادری کے تمام علماء کو چیلنج کرتا ہوں۔ کہ ہر اس مولوی، ذاکر اور مجتہد کو بتیس ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ جو ایک حدیث صحیح دکھا دے۔ جس میں یہ مذکور ہو۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تھی۔ لیکن دوران ملاقات کلام نہیں ہوا۔

فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین

بہتان فدک کے چار ستون

بہتان فدک کے چار ستون ہیں ...... ملاحظہ ہوں

ستون اوّل :

" یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ "

اس آیت میں مسئلہ وراثت میں حکم عام ہے۔ کہ مرنے والے کے بیٹے اس کی بیٹیوں سے دگنا حصہ لیں گے۔ اس حکم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مستثنیٰ نہیں۔ لہٰذا آپ کا مال بھی بیٹی کو وراثت میں ملنا چاہیئے تھا۔ لیکن ابوبکر صدیق نے من گھڑت حدیث سنا کر سیدہ کو

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جائز وراثت سے محروم کر دیا۔ حالانکہ قرآن پاک میں وراثت انبیاء کا ذکر: "وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ" میں موجود ہے۔ اسی لیے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا بھی ہے "هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ" ان دونوں آیات سے وراثت انبیاء ثابت ہوتی ہے۔

ستون دوم:

"وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ" کے نزول کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدہ فاطمہ کو بلا کر "فدک" انہیں عطا فرما دیا۔ لیکن آپ کے وصال کے فوراً بعد ابوبکر صدیق نے اسے غصب کر لیا۔

ستون سوم:

صحیح بخاری شریف میں ہے۔ کہ "غصب فدک" کی وجہ سے سیدہ رضی اللہ عنہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس قدر ناراض ہو گئیں۔ کہ تا دم آخر ان سے کلام نہ کیا۔

ستون چہارم:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کے جنازے میں شمولیت کا موقعہ نہ دیا گیا۔

اسقاط ستون اول:

آیت میراث میں خطاب امت کو ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں۔ جیسا کہ ہم اپنی اور شیعہ کتب سے ثابت کر آئے ہیں۔ کہ انبیاء کرام کی "مالی میراث"

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہیں ہوتی۔

رہا سلیمان علیہ السلام کا حضرت داؤد علیہ السلام کا وارث بننا تو اس سے "وراثت علمی" مراد ہے۔ کیونکہ اگر "مالی" ہوتی۔ تو ان کے دوسرے اٹھارہ بھائی بھی وارث ہوتے۔ اس "وراثت علمی" کو اصول کافی صفحہ ۲۲۵ طبع جدید کتاب الحجۃ باب ان الائمۃ ورثوا علم النبی الخ۔ پر مسطور دیکھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا میں بھی "وراثت نبوت وعلم وحکمت" مراد ہے۔ جو ان کے بیٹے یحییٰ کے پیغمبر ہونے کی صورت میں مستجاب ہوئی۔

اسقاط ستون دوم:

سورۃ روم اور سورۃ بنی اسرائیل دونوں مکی ہیں۔ جن میں "اٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ" مذکور ہے۔ اور "باغ فدک" کا معاملہ مکی زندگی میں رونما ہی نہ ہوا تھا۔ اس لیے اِسے اس معاملہ کے ضمن میں پیش کرنا انتہائی حماقت ہے "فدک" ہجرت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آیا۔ پھر آپ نے قبضہ میں آنے سے پہلے "ھبہ" کیسے کر دیا۔

اسقاط ستون سوم:

"غَضِبَتْ فَاطِمَۃُ" کے الفاظ راوی نے اپنی طرف سے قیاس اور اندازے کے پیش نظر زائد کر دیئے۔ جس سے یہ روایت بالمعنی قرار پائی۔ ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ کوئی شیعہ یہ ثابت کر دے۔ کہ اس قسم کے ناراضگی کے الفاظ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے منہ سے نکلے ہیں۔ تو اُسے منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔ یہ اسی طرح قیافہ آرائی ہے۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بالاخانہ میں تشریف لے جانا کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لوگوں کو اس سے یہ تاثر ملا۔ کہ آپ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی۔
اسی طرح سیدہ رضی اللہ عنہا کا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہ کرنا۔ ان کی ناراضگی کے لیے دلیل بنائی گئی۔ حالانکہ ایسا حقیقت میں نہ تھا۔ حالانکہ در شرح ابن میثم اور درۂ نجفیہ" کے مطابق جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں "فدک" کی آمدنی انہی مصارف پر خرچ کروں گا۔ جن پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف فرمایا کرتے تھے۔ تو "فرضیت بذالك و اخذت العھد علیه" کے الفاظ ان دونوں مصنفین نے لکھے۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ سیدہ کی ابوبکر صدیق سے ہم کلامی اور رضامندی دونوں ثابت ہیں۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ سیدہ فاطمہ نے ابوبکر صدیق سے تادم آخر کلام نہیں فرمائی تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ نے فیصلہ ابوبکر صدیق کے بعد باغ فدک کے بارہ میں کوئی نزاعی کلام نہیں فرمائی۔ جس کی تائید شیعی مؤرخ مسعودی نے یوں فرمائی۔

التنبیہ والاشراف:

وَكَانَتْ مُهَاجِرَةً لَهُ مُنْذُ طَالَبَتْ بِإِرْثِهَا مِنْ أَبِيهَا عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ فَدَكٍ وَغَيْرِهَا وَمَا بَيْنَهُمَا مِنَ التَّنَازُعِ فِي ذٰلِكَ إِلَى أَنْ مَاتَتْ

(التنبیہ والاشراف ص ۲۵۰ مطبوعہ قاہرہ طبع جدید)

ترجمہ: جب سے باغ فدک وغیرہ کے مطالبہ کی وجہ سے سیدہ نے ترکِ کلام فرمائی ہے (تو اس سے مراد) نزاعی کلام ہے جو ان کے درمیان سیدہ کے آخر وقت تک نہ ہوئی۔

اسقاط ستون چہارم:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ وصیت کا قصہ شیعہ لوگوں کا خود ساختہ ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نہ عقل اسے مانتی ہے۔ اور نہ نقل اس کی تائید کرتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ "اسماء بنت عمیس"، تو خود سیدہ فاطمہ کی تیمارداری کے فرائض سرانجام دیتی ہیں۔ اور آخری دم تک وہیں رہیں۔ اور بمطابق "وصیت سیدہ"، انہیں غسل بھی "اسماء بنت عمیس"، نے دیا۔ اس کے باوجود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بنت رسول کے وصال کا علم نہ ہو۔ یہ عقلاً محال ہے۔

دوسرا بہتان یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جنازہ میں شرکت کا موقع نہ دیا۔ یہ بھی کذب بیانی کی انتہا ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صدیق اکبر نے سیدہ کے جنازے کے وقت فرمایا۔ علی! تم نماز جنازہ پڑھاؤ۔ حضرت علی نے جواب دیا۔ خلیفہ وقت کی موجودگی میں میں جنازہ کس طرح پڑھا سکتا ہوں۔ یعنی فرض عین (نماز پنجگانہ) میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبر کے متعلق فرمائیں۔ "مروا ابا بکر فلیصل بالناس"، ابو بکر کو میری طرف سے حکم دو۔ کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اور اب نماز جنازہ فرض کفایہ میں خلیفہ رسول کی موجودگی میں کس طرح میں مصلی امامت پر کھڑا ہو سکتا ہوں۔ یہی قانون تھا۔ جس کی بنا پر امام حسن رضی اللہ عنہ کے جنازے کی نماز سعید ابن العاص حاکم مدینہ نے پڑھائی۔

قولِ امام حسین رضی اللہ عنہ: اگر پہلے سے یہ سنت قائم نہ ہوتی۔ تو میں تجھے اپنے بھائی کی نماز جنازہ نہ پڑھانے دیتا۔

(کامل ابن اثیر جلد ثالث ص۴۶۰ ذکر وفات الحسن الخ
کشف الغمہ جلد اول ص۵۸۶) مطبوعہ تبریز فی شہادت
الحسن علیہ السلام) (مقاتل الطالبیین ص۷۶ ذکر امام حسن مطبوعہ بیروت لبنان)

یہ اس امام کا کلام ہے۔ جس نے عمر بھر "تقیہ نہیں کیا"، کتب شیعہ سے ثابت ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اتنے حق گو اور بے باک تھے۔ کہ سید ناعمر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کو عین خطبہ کے وقت کہا۔ کہ میرے نانا جان کے منبر سے اتر جاؤ۔ حالانکہ ابھی آپ بالغ بھی نہیں ہوئے تھے۔ اس موقعہ کی نزاکت کو بھانپ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ حسین کو میں نے نہیں سکھایا۔ تو فاروق اعظم نے فرمایا۔ بیٹا تم نے سچ کہا ہے۔ علاوہ ازیں میدان کربلا آپ کی حق گوئی اور بے باکی کی عظیم داستان ہے۔ سب کچھ قربان ہو گیا۔ خود بھی جام شہادت نوش فرمالیا لیکن باطل کے سامنے سرنگوں نہیں ہوئے۔ ان واقعات وحالات سے یہ دلیل حاصل ہوتی ہے۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ کی نماز کے متعلق طریقہ مسنونہ یہی تھا۔ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امامت کراتے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی اقتدار میں نماز ادا کرتے۔ جیسا کہ آئندہ چل کر ہم ثابت کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ پر شیخین کی عدم شمولیت

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جب "فدک" سے محروم کردی گئیں۔ اور باوجود گواہوں کے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف فیصلہ فرما کر "باغ فدک" ان سے غصب کر لیا۔ تو اس غلط فیصلہ کی وجہ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہو کر گھر آ گئیں۔ اور پھر تادم آخریں ابوبکر سے گفتگو نہ کی۔

اسی غصہ کی بنا پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جہاں بوقت انتقال اور وصیتیں کیں وہاں ایک وصیت یہ بھی فرمائی۔ کہ میرے جنازہ پر ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کو حاضر نہ ہونے دیا جائے تو جس طرح سیدہ کی دوسری وصیتوں پر عمل ہوا۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کو دختر رسول کے جنازے میں شمولیت سے محروم رکھا۔ یوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ کی وصیت پوری کر دکھائی۔

"ملا باقر مجلسی" نے اپنی کتاب "جلاء العیون" میں اسے ان الفاظ سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تحریر کیا۔

جلاء العیون:

ابن بابویہ بسند معتبر روایت کردہ است۔ کہ از حضرت صادق علیہ السلام پرسیدند کہ بچہ سبب حضرت امیر المومنین فاطمہ را در شب دفن کرد؟ فرمود برائے آنکہ حضرت فاطمہ وصیت کردہ بود۔ کہ آں دو مرد اعرابی کہ ہرگز ایمان بخدا و رسول نیاوردہ بودند یعنی ابو بکر و عمر برا و نماز نکنند،

(جلاء العیون جلد اوّل ص ۲۴۲ باب سخنان حضرت امیر ہنگام دفن آنحضرت مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: ابن بابویہ نے معتبر سند کے ذریعہ روایت کی ہے۔ کہ لوگوں نے جناب صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ کیا سبب تھا۔ کہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رات کے وقت دفنایا؟

فرمایا۔ وجہ یہ تھی۔ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی۔ کہ وہ دو آدمی جو اللہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہرگز ایمان نہیں لائے یعنی ابوبکر و عمر یہ دونوں نماز جنازہ میں شرکت نہ کریں۔

ان الفاظِ روایت سے صاف صاف معلوم ہوا۔ کہ یہ وصیت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس لیے فرمائی تھی۔ کہ آپ ان دونوں سے ناراض تھیں۔ اور یہ ناراضگی ختم نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ تادمِ آخریں سیدہ ناراض تھیں۔ اور ناراضگی میں ہی اس دارِ فانی سے انتقال کر گئیں۔ تو جن دو اشخاص سے سیدہ ناراض رہیں۔ اور وہ اس روایت کے مطابق مومن بھی نہ تھے۔ ایسے اشخاص خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بننے کے کیسے مستحق ہو سکتے ہیں؟

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جوابِ طعن :۔ مذکورہ طعن کے دو رکن ہیں :۔

رکن اول :

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کی وجہ سے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو ان کے جنازہ کی اطلاع نہ دی گئی ۔اور سیدہ کی ناراضگی خود ان کی وصیت سے عیاں ہو رہی ہے ۔

رکن دوم :

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں حضرات سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں شرکت سے محروم رہے ۔

رکن اوّل کا جواب :۔ شیخین کو جنازہ فاطمہ کی اطلاع نہ ہونا دو وجہ سے باطل ہے :۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال اور پھر جنازہ کی اطلاع نہ دینے کی وجہ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس کا علم نہ ہونا دو وجہ سے باطل ہے ۔

وجہ اول :۔ "جلاء العیون" کی عبارت ملاحظہ ہو ۔

جلاء العیون :

چوں حضرت امیر المومنین ایں خبر وحشت اثر را شنید بر رود در آمد میفرمود کہ بعد از تو خود را بچہ تسلی دہم پس شعری چند در مصیبت آنحضرت ادا فرمود ۔کہ زمین و آسمان را بگریہ در آورد ۔چوں ایں خبر در مدینہ منتشر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گردید۔ مردان وزنان ہمہ گریاں شدند در مصیبتِ آنحضرت وشیون از خانہائے مدینہ بلند شد۔ ومردان بسوئے آنحضرت دویدند۔ زنان بنی ہاشم در خانہ آنحضرت جمع شدند نزدیک شد کہ از صدائے شیون ایشاں مدینہ بلرزہ درآید ایشاں می گفتند۔ اے سیدہ وخاتون زنان اے دختر پیغمبر آخر الزمان۔ مردم فوج فوج بتعزیہ بسوئے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام آمدند آں حضرت نشستہ بود۔ جناب امام حسن وامام حسین علیہما السلام درپیش آنحضرت نشستہ بودند ومی گریستند مردم از گریہ ایشاں می گریستند۔

(جلاء العیون جلد اول ص ۲۳۸ کیفیت شہادت و دفن آنحضرت تحت زندگانی فاطمہ زہرا علیہا السلام) مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کی وحشت انگیز خبر سنی۔ تو منہ جھکا کر بیٹھ گئے۔ اور فرمانے لگے۔ کہ اے فاطمہ! تیرے بعد میں اپنے آپ کو کس سے تسلی دوں گا۔ پھر چند اشعار سیدہ فاطمہ کی رحلت کی پریشانی میں کہے۔ جن سے زمین وآسمان گریہ کناں ہو گئے۔

جب یہ خبر مدینہ منورہ میں پھیل گئی۔ تمام مرد وزن روتے ہوئے اپنے اپنے گھروں سے نکلے۔ اور سیدہ کی رحلت کی وجہ سے مدینہ کے ہر گھر سے گریہ وفغاں بلند ہوا۔ لوگ حضرت خاتون جنت کے دردولت کی طرف بھاگتے ہوئے آئے۔ بنی ہاشم کی عورتیں سیدہ کے گھر میں اکٹھی ہوئیں۔ قریب تھا۔ کہ ان کی آہ وفغاں سے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مدینہ کانپ جاتا۔ وہ کہہ رہی تھیں اے سیدہ! اے خاتونِ زنان! اے دختر پیغمبر آخرالزمان۔

لوگ جوق در جوق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آئے۔ آپ اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔ اور جناب حسن و حسین رضی اللہ عنہما آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور رو رہے تھے۔ ان کے رونے سے تمام حاضرین بھی رو رہے تھے "ملا باقر مجلسی" نے اسی کتاب میں مزید لکھا۔

جلاء العیون :۔

و در بعضی از کتب معتبرہ از ابن عباس روایت کردہ اند۔ کہ چوں حضرت فاطمہ علیہا السلام از دنیا رحلت کرد۔ اسماء بنت عمیس گریبان خود را درید۔ بجانب مسجد دوید حضرت امام حسن و حضرت امام حسین علیہما السلام در راہ اورا دیدند احوال مادر خود را ازا و پرسیدند او ساکت شد و جواب نگفت چوں بخانہ آمدند مادر خود را دیدند کہ در میان خانہ خوابیدہ است پس بنزدیک او آمدند و حضرت امام حسین علیہ السلام اورا حرکت داد چوں دید کہ از دنیا رحلت کردہ است با امام حسن گفت کہ اے برادر خدا ترا مزد دہد در مصیبت مادرت واز خانہ بیروں دویدہ فریاد برآوردند کہ یا محمداہ یا احمداہ امروز کہ مادر ما از دنیا رحلت کرد مرگ تو برائے ما تازہ شد پس حضرت امیر المومنین را خبر کردند۔ آں حضرت در مسجد بود چوں ایں خبر جاں سوز را شنید مدہوش گردید۔ آب بروئے مبارکش پاشیدند تا بہوش باز آمد۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

(جلاء العیون جلد اوّل ص۲۴۳-۲۴۴-۲۴۶ زندگانی
فاطمہ زہرا علیہا السلام فصل ہفتم کا آخر مطبوعہ تہران)

ترجمہ: بعض معتبر کتابوں میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ اسماء بنت عمیس نے اپنا گریبان پھاڑ دیا۔ اور مسجد کی طرف دوڑ پڑیں راستے میں حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے انہیں دیکھا۔ تو اپنی والدہ کی حالت دریافت کی۔ یہ خاموش رہیں۔ اور جواب میں کچھ نہ کہا۔ جب دونوں شہزادے گھر آئے۔ اپنی والدہ کو گھر کے درمیان سویا ہوا پایا۔ نزدیک آئے۔ اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے والدہ ماجدہ کو حرکت دی۔ جب انہیں معلوم ہوا۔ کہ وہ دنیا سے رخصت ہو چکی ہیں۔ تو اپنے برادر اکبر امام حسن رضی اللہ عنہ کو کہا، بھائی جان، والدہ کی مصیبت میں اللہ تعالیٰ تمہیں صبر عطا فرمائے۔ گھر سے دوڑتے ہوئے باہر آئے۔ اور زور سے کہا "یا محمداہ، یا احمداہ، آج جب کہ ہماری والدہ ہمیں داغ مفارقت دے گئیں۔ آپ کی رحلت تازہ ہو گئی۔

اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس امر کی اطلاع دی۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں تھے۔ اس اندوہناک خبر کو سنتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ لوگوں نے آپ کے چہرہ پر پانی ڈالا۔ تب کہیں ہوش آیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مذکورہ روایات سے درج ذیل امور صراحۃً ثابت ہوئے

۱۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے وصال کے وقت "اسماء بنت عمیس" موجود تھیں۔ اور اس واقعہ فاجعہ سے اپنا گریبان چاک کر دیا۔ اور دیوانہ وار مسجد کی طرف دوڑیں۔ یاد رہے۔ کہ اسماء بنت عمیس، بوقت رحلتِ خاتون جنت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔

۲۔ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے جب دیکھا۔ کہ سیدہ رضی اللہ عنہا داغ مفارقت دے گئیں۔ تو "یا محمداہ یا احمداہ" کے الفاظ سے فریاد کرتے ہوئے مسجد میں دوڑ کر آئے۔ اور اپنے والد گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سیدہ کے انتقال کی خبر دی۔

۳۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب سیدہ کی رحلت کی خبر سنی۔ تو بے ہوش ہو گئے۔ اور مسجد میں موجود نمازیوں نے آپ کے چہرہ پر پانی چھڑکا۔ تب کہیں ہوش آیا۔

۴۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے وقت مدینہ کے مرد و زن اس قدر روئے کہ ان کی آہ و فغاں سے پورا مدینہ لرز اٹھا۔

۵۔ بنی ہاشم کی عورتیں سیدہ کے گھر جمع ہوئیں۔ اور مدینہ کے مرد جوق در جوق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس تعزیت کے لیے آئے۔

مقامِ تعجب:۔

قارئین کرام! آپ نے دونوں روایات کے ثابت شدہ امور ملاحظہ فرمائے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور یہ امور ہم نے ان روایات سے ثابت کئے۔ جو شیعہ کتاب "جلاء العیون" سے نقل کی گئی تھیں۔

مقام تعجب ہے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے وقت زوجۂ صدیق (اسماء بنت عمیس) گریبان چاک کرتے ہوئے مسجد کی طرف دوڑیں۔ حسنین کریمین یا محمداہ یا احمداہ کی فریاد کرتے ہوئے دوڑ کر مسجد میں آئیں۔ اور اپنے والد گرامی کو سیدہ کی فوتیدگی کی اطلاع دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ خبر سن کر بے ہوش ہو جائیں۔ اور مسجد میں موجود لوگ منہ پر پانی کا چھڑکاؤ کر کے انہیں ہوش میں لائیں۔ مدینہ کی عورتیں خاتون جنت کی رحلت کی خبر سن کر ان کے در دولت پہ آجائیں۔ مدینہ کے مرد سیدہ کی تعزیت کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں۔ اور مدینہ میں لوگوں کی آہ و فغاں سے قریب تھا کہ سارا شہر لرز جائے۔ ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق اور عمر بن خطاب کو سیدہ کے انتقال کا علم نہ ہو۔ جب کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت تھے۔ اور عمر بن خطاب عام و خاص کے ہادی و ملجا تھے۔ یہ کیونکر ممکن ہے؟ اور اس پر مزید یہ کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ رات گئے تک نہ اٹھایا گیا ہو۔ اتنا وقت گزرنے اور اس قدر شور و غوغا سے صرف دو آدمیوں کو سیدہ کی فوتیدگی کا علم نہ ہوا۔ باقی تمام مرد و زن کو اس کی خبر ہو گئی۔ کیا عقل اس منطق کو درست کہہ سکتی ہے۔؟

"سلیم بن قیس ہلالی" کا فیصلہ:۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد "سلیم بن قیس"، نے اپنی کتاب میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ کی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو عدم اطلاع کا فیصلہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

شیخین سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تعزیت کے لیے گئے

ناسخ التواریخ:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قُبِضَتْ فَاطِمَةُ مِنْ يَوْمِهَا فَارْتَجَّتِ الْمَدِيْنَةُ بِالْبُكَاءِ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَدَهَشَ النَّاسُ كَيَوْمٍ قُبِضَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَقْبَلَ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ تَعَزِّيَانِ عَلِيًّا وَّيَقُوْلُوْنَ لَهٗ يَا اَبَا الْحَسَنِ لَا تَسْبِقْنَا بِالصَّلٰوةِ عَلٰى ابْنَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

(۱) ناسخ التواریخ جز اوّل از تاریخ خلفا ص۱۸۱ مصنفہ مرزا محمد تقی طبع جدید تہران

(۲) کتاب سلیم بن قیس ص۲۲۶ مطبع حیدریہ نجف اشرف عراق

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ جس دن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ تو مرد و زن کی چیخ و پکار سے پورا مدینہ لرز اٹھا۔ اور لوگوں میں ایسی سراسیمگی پھیل گئی۔ جیسی سراسیمگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت پھیلی تھی۔ سیدہ کی وفات کا سن کر حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما تعزیت کے لیے حضرت علی المرتضیٰ کے پاس آئے۔ اور انہیں کہا کہ اے ابوالحسن! بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھنے کے وقت، ہمیں پیچھے نہ چھوڑ دینا۔ در سلیم بن قیس۔۔نے تو فیصلہ ہی کر دیا۔ کہ جو لوگ صدیق اکبر اور فاروق اعظم کے بارے میں یہ کہتے ہیں۔ کہ ان دونوں کو سیدہ کے وصال کی خبر تک نہ ہوئی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اور یہ حضرات سیدہ کی نماز جنازہ میں شمولیت سے محروم رہے۔ غلط کہتے ہیں۔ کیونکہ خاتونِ جنت کے انتقال کی خبر انہیں نہ ملتی۔ تو برائے تعزیت حضرت علی المرتضیٰ کے پاس کیوں آتے؟ اور پھر ان سے کہا کہ "بنت رسول" کا جنازہ پڑھنے میں ہم سے سبقت نہ کرنا۔ کس کا جنازہ؟ کس کی فوتیدگی؟ جس کا انہیں علم ہی نہیں۔

خدارا اب بھی باز آجاؤ۔ اور ہٹ دھرمی سے ایمان کا ستیاناس نہ کرو۔

وجہ دوم :-

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال کی اطلاع نہ دیئے جانے کی بنا پر انہیں "وصال سیدہ" کا علم نہ ہونا اس وجہ سے بھی باطل ہے۔ کہ انہیں لمحہ بہ لمحہ سب حالات کا علم تھا جس کی بنا پر اطلاع دینے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ "اسماء بنت عمیس" رضی اللہ عنہا ہی وہ خدمت گار تھیں۔ جو ہر وقت سیدہ کی تیمارداری کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی تجہیز و تکفین میں بھی شریک رہیں۔ اور "غسل" کے فرائض بھی انہیں نے سرانجام دیئے۔ اور ان کے جنازہ کے پردہ کا گہوارا بھی اسی خوش بخت عورت نے بنایا۔

کشف الغمہ :-

عَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ عُمَیْسٍ اَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لِاَسْمَآءَ اِنِّیْ قَدِ اسْتَقْبَحْتُ مَا یُصْنَعُ بِالنِّسَآءِ اَنَّہٗ یُطْرَحُ عَلَی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

الْمَرْأَةِ الثَّوْبُ فَيَصِفُهَا لِمَنْ رَأَى فَقَالَتْ اَسْمَاءُ يَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَنَا اُرِيْكِ شَيْئًا رَأَيْتُهٗ بِاَرْضِ الْحَبْشَةِ قَالَ فَدَعَتْ بِجَرِيْدَةٍ رَّطْبَةٍ فَحَنَتْهَا ثُمَّ طَرَحَتْ عَلَيْهَا ثَوْبًا فَقَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ مَا اَحْسَنَ هٰذَا وَ اَجْمَلَهٗ لَا تُعْرَفُ بِهِ الْمَرْأَةُ مِنَ الرَّجُلِ قَالَ قَالَتْ فَاطِمَةُ فَاِذَا مِتُّ فَغَسِّلِيْنِيْ اَنْتِ وَ لَا يَدْخُلَنَّ عَلَيَّ اَحَدٌ ۔ (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ مطبوعہ تبریز ص۵۰۲، ۵۰۴، جلد اوّل باب فی وفات فاطمہ)

ترجمہ: اسماء بنت عمیس کہتی ہیں۔ کہ سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ نے مجھے کہا۔ کہ میں عورتوں کی میت پر ڈالے جانے والے کپڑے کو اچھا نہیں سمجھتی۔ عورت کی میت پر کپڑا اس طرح ڈالا جاتا ہے کہ دیکھنے والا پہچان جاتا ہے۔ اسماء بنت عمیس نے کہا۔ اے بنت رسول! میں آپ کو ایک ترکیب بتاتی ہوں۔ جو میں نے "حبشہ" میں دیکھی ہے۔ یہ کہہ کر "اسماء" نے کھجور کی گیلی ٹہنیاں منگوائیں۔ انہیں جھکا کر آپس میں ان کے سرے ملا دیئے۔ پھر ان پر کپڑا اڈالا۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے یہ دیکھ کر فرمایا۔ کیا خوب ہے۔ اور کس قدر اچھی ہے۔ اس طرح کرنے سے عورت اور مرد کے جنازے کی پہچان نہیں ہو سکتی پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب میرا انتقال ہو۔ تو اے اسماء! مجھے تم ہی غسل دینا۔ کسی دوسرے کو ہرگز نہ آنے دینا۔

مقام غور رہا۔

"اسماء بنت عمیس" رضی اللہ عنہا جن سے یہ روایت مذکور ہوئی۔ وہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

پاکباز اور خوش قسمت خاتون ہیں۔ جن کا عقد ابتدا میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہوا جب آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں۔ تیمارداری کا واقعہ اس دور کا ہے۔ جب یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ صدیق اکبر کے وصال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عقد میں آئیں۔

اس پاکباز عورت کے حوالے سے بہت سی باتیں وضاحت سے سامنے آجاتی ہیں۔ جن میں شیعہ حضرات نے بہت دھوکہ کھایا۔ اور لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔

۱۔ اگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے تادم آخر یں ناراض رہیں۔ اور ان سے کلام تک کرنا گوارا نہ فرمایا۔ تو کیا ان کی ہمہ وقت تیمارداری کے لیے ایسی عورت کو منتخب کیا گیا۔ جو معاذ اللہ ان کے دشمن اور "غاصب فدک" کی زوجہ تھیں۔

۲۔ اس کے برعکس اگر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سیدہ سے کوئی رنجش تھی۔ اور انہیں دیکھنا گوارا نہ کرتے تھے۔ تو ایسی صورت میں اپنی زوجہ کو ان کی تیمارداری کرنے کی اجازت دینا کس طرح درست سمجھتے تھے۔؟

۳۔ اگر یہ نیک بخت بیوی جانتی۔ کہ میرے خاوند (ابوبکر صدیق) اور بنت رسول کے درمیان قطع کلامی ہے۔ اور ایک دوسرے سے ناراض ہیں۔ تو خاوند کی دشمن کی تیمارداری کیوں کر کرتیں؟

۴۔ اگر صدیق اکبر معاملہ خلافت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق خلافت کے غاصب تھے۔ تو اس غاصب کے مرنے کے بعد ان کی زوجہ سے شادی کیوں کی؟

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ زوجۂ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت ”اسماء بنت عمیس“ کا ایام علالت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی متواتر دیکھ بھال اور تیمارداری کرنا اپنے خاوند کی اجازت اور مرضی سے تھا۔ اگر اس میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اجازت اور رضامندی نہ ہوتی۔ تو کوئی مسلمان عورت ایسی صورت میں کبھی بھی گھر سے باہر قدم نہیں رکھ سکتی۔ جب ثابت ہوا۔ کہ یہ سب کچھ باہمی رضامندی سے تھا۔ تو اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ کے ذریعے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی علالت کا لمحہ بہ لمحہ علم رکھتے ہوں گے۔ اور وفات سیدہ کا بھی یقینی طور پر پتہ چل گیا ہوگا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بعض معتبر روایات سے ثابت ہے کہ حضرت خاتونِ جنت کی نماز جنازہ بھی خلیفہ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ جیسا کہ عنقریب اس کی تفصیل آرہی ہے۔

امر ثانی کا جواب:۔

قارئین کرام کی یاد دہانی کے لیے اس امر کے ضمن میں ہم ایک اصولی بات عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ یہ کہ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ میں کسی شخص کا بالتخصیص شریک ہونا نہ فرض تھا نہ واجب۔ بلکہ ایک میت کے لیے کسی مخصوص آدمی کی شرکت کوئی ضروری نہیں۔ کہ جس کی حاضری کے بغیر وہ گناہگار ٹھہرتا ہو۔ اگر بالفرض شیعہ لوگ یہ سمجھتے ہوں کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کے جنازے میں ہر فرد کی شرکت فرض تھی۔ اور جو شخص نماز جنازہ میں شریک نہیں ہوا۔ اس کی یہ غلطی ایسی ہو۔ کہ اس کی بنا پر اس پر زبان طعن دراز کرنی جائز ہو جائے۔ تو پھر ان سے پوچھا جا سکتا ہے۔ کہ تمہاری روایات کے مطابق صرف سات آدمی سیدہ کی نماز جنازہ میں شریک تھے۔ تو ان سات کے علاوہ دیگر صحابہ کرام کے بارے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میں تم لوگوں کا کیا ردِ عمل ہوگا۔

چنانچہ شیعہ حضرات کی معتبر کتاب "جلاء العیون"، کی عبارت ملاحظہ ہو۔

سیدہ فاطمہ کا جنازہ صرف سات آدمیوں نے پڑھا

جلاء العیون :۔

از حضرت امیر المومنین صلوٰۃ اللہ علیہ روایت کردہ است۔ کہ ہفت کس بر جنازۂ حضرت فاطمہ نماز کردند۔ ابوذر سلمان، حذیفہ، عبداللہ بن مسعود، مقداد و من امام ایشان بودم۔

(جلاء العیون جلد اول صفحہ ۲۴۳ مطبوعہ تہران تذکرہ دفن آنحضرت)

ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ میں صرف سات آدمی شریک تھے۔ ابوذر، سلمان، حذیفہ، عبداللہ بن مسعود۔ مقداد۔ اور میں ان کا امام بنا۔ اور نماز پڑھائی۔

جلاء العیون :۔

"جب رات ہوئی۔ جناب امیر نے عباس اور فضل ابن عباس و سلمان و مقداد و ابوذر و عمار کو بلایا۔ اور جناب فاطمہ پر نماز پڑھی۔ اور دفن کر دیا"

(جلاء العیون جلد اول مترجم صفحہ ۲۷۸)

"جلاء العیون"، کی دونوں روایتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ سیدہ کی نمازِ جنازہ میں سات آدمی شریک ہوئے۔ جن کے اسماء گرامی بھی دیئے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

گئے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ ان کے علاوہ کئی جلیل القدر صحابہ اس وقت موجود تھے۔ لیکن انہوں نے شرکت نہ فرمائی۔ مثلاً امام حسن، حسین، عبداللہ بن عباس، عقیل بن ابی طالب جعفر بن ابن طالب۔ سعد بن عبادہ، ابوایوب انصاری، ابوسعید خدری، سہل بن حنیف، بلال، صہیب براء بن عازب، ابورافع رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ان بارہ حضرات کو خود شیعہ بھی قابل احترام شخصیات مانتے ہیں۔ اور ان کی جلالتِ قدر کے قائل ہیں۔

تو سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر صدیق اکبر بالفرض حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں شریک نہ ہوئے۔ اور یہ بھی فرض کر لیجئے۔ کہ ان کی عدم شرکت بوجہ ناراضگی تھی۔ تو ان بارہ حضرات کے بارے میں شیعہ حضرات کیا کہیں گے۔ کیونکہ سیدہ کی نماز جنازہ میں یہ بھی شریک نہیں ہوئے۔ کیا سیدہ ان سے بھی ناراض تھیں؟ کیا ان کے بارے میں بھی سیدہ نے وصیت کر دی تھی۔ کہ میرے جنازے میں یہ شریک نہ ہوں۔ جن میں ان کے حقیقی بیٹے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ سیدہ کی نماز جنازہ میں شرکت یا عدم شرکت کو رضامندی یا ناراضگی کی بنیاد بنانا غلط ہے۔ کیونکہ اس طرح کہنا پڑے گا۔ کہ ان بارہ افراد سے بھی سیدہ ناراض تھیں۔ یعنی امام حسن حسین اور عبداللہ بن عباس سے بھی ناراض تھیں۔ اگر ان کی عدم شرکت ناراضگی کی بنا پر نہ تھی۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عدم شرکت بھی اسی قاعدے کے تحت آنی چاہیئے۔ اس لیے اس کو ناراضگی کے اسباب میں ذکر کرنا لغو اور باطل ہے۔

ﭼ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امامت صلوٰۃ کے لیے اسلامی قانون

شریعت میں پنجگانہ نماز اور نماز جنازہ کے لیے قانون یہ ہے۔ کہ ان کی امامت کا اولیں حقدار امام وقت یا خلیفۂ وقت ہوتا ہے۔ اگر وہ موجود نہ ہو۔ تو اس کی طرف سے مقرر کردہ شخص اس منصب کا حق دار ہے۔ اس قانون کے لیے شیعہ حضرات کی کتب سے ان کی تسلی کے لیے حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں۔

حوالہ نمبر (۱):۔

فروع کافی:۔

عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ قَالَ سَاَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَنِ الْقَوْمِ مِنْ اَصْحَابِنَا یَجْتَمِعُوْنَ فَتَحْضُرُ الصَّلٰوۃَ فَیَقُوْلُ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ تَقَدَّمْ یَا فُلَانُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَتَقَدَّمُ الْقَوْمَ اَقْرَاُھُمْ لِلْقُرْاٰنِ فَاِنْ کَانُوْا فِی الْقِرَاۃِ سَوَآءً فَاَقْدَمُھُمْ ھِجْرَۃً فَاِنْ کَانُوْا فِی الْھِجْرَۃِ سَوَآءً فَاَکْبَرُھُمْ سِنًّا۔

(فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۳۷۶ کتاب الصلوٰۃ طبع جدید تہران)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ترجمہ:

ابو عبیدہ سے روایت ہے۔ کہ میں نے امام باقر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ کہ آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ ہماری قوم کے کچھ افراد جمع تھے۔ نماز کا وقت آگیا۔ ایک دوسرے کو کہنے لگا۔ تم آگے بڑھو۔ اور ہمیں نماز پڑھاؤ۔ (یعنی آپ فرمائیں۔ اس بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے۔ کہ لوگوں میں سے امامت کس کو کرانی چاہیئے) تو امام موصوف نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ لوگوں میں امامت کے لیے آگے وہ آئے۔ جوان میں قرآن کا زیادہ پڑھنے والا ہو۔ اگر سبھی قرآن پڑھنے میں برابر ہوں۔ تو اُن میں سے وہ جو ہجرت میں مقدم ہے۔ آگے بڑھے۔ اگر ہجرت میں سب برابر ہوں۔ تو عمر میں بڑا شخص امامت کا زیادہ مستحق ہے۔

حوالہ نمبر (۲):

امالی شیخ صدوق:۔

وَ اَوْلَى النَّاسِ بِالتَّقَدُّمِ فِيْ جَمَاعَةٍ اَقْرَأُهُمْ لِلْقُرْاٰنِ فَاِنْ كَانُوْا فِي الْقُرْاٰنِ سَوَآءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِي الْهِجْرَةِ سَوَآءً فَاَسَنُّهُمْ۔

(امالی شیخ صدوق ص۳۸۲ المجلس الثالث التسعون)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عبارت مذکورہ بالا کا ترجمہ وہی ہے جو ابھی گزرا۔

حوالہ نمبر ۳ :

شرح لمعہ :

فَاِنْ تَسَاوَوْا فِی الْفِقْهِ وَالْقِرَاءَةِ فَالْاَقْدَمُ هِجْرَةً مِنْ دَارِ الْحَرْبِ اِلٰی دَارِ السَّلَامِ ..... فَاِنْ تَسَاوَوْا فِیْ ذَالِكَ فَالْاَسَنُّ مُطْلَقًا ...... وَالْاِمَامُ الرَّاتِبُ فِیْ مَسْجِدٍ مَخْصُوْصٍ اَوْلٰی مِنَ الْجَمِیْعِ لَوِ اجْتَمَعُوْا وَكَذَا صَاحِبُ الْمَنْزِلِ اَوْلٰی مِنْهُمْ وَمِنَ الرَّاتِبِ وَصَاحِبُ الْاِمَارَةِ فِیْ اِمَارَتِهٖ اَوْلٰی مِنْ جَمِیْعِ مَا ذُكِرَ

(شرح لمعہ جلد اوّل صفحہ ۱۰۱ کتاب صلوۃ فصل الحادی عشر فی الجماعۃ طبع تبریز طبع جدید۔

ترجمہ، اگر حاضرین فقہ اور قرأت میں برابر ہوں تو پھر ان میں امامت کا مستحق وہ شخص ہو گا جو دار الحرب سے دار السلام کی طرف ہجرت کرنے میں مقدم ہو۔ اگر اس وصف (ہجرت) میں سب برابر ہوں تو مطلقاً عمر رسیدہ آدمی ...... اور کسی مخصوص مسجد کا مقرر کردہ امام ان تمام سے زیادہ حق دار ہے اور گھر کا مالک ان تمام اور مخصوص مسجد کے امام سے بہتر ہے اور خلیفہ وقت اپنی حکومت میں ان تمام سے بہتر ہے۔

حوالہ نمبر ۴ :

فروع کافی :

علی بن ابراهیم عن ابیه عن محمد بن یحییٰ عن طلحة بن زید عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

قَالَ اِذَا حَضَرَ الْاِمَامُ الْجَنَازَةَ فَهُوَ اَحَقُّ النَّاسِ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهَا۔

(فروع کافی کِتَابُ الْجَنَائِزِ بَابُ مَنْ اَوْلَى النَّاسِ بِالصَّلٰوةِ عَلَى الْمَيِّتِ جلد ۳ صفحہ ۱۷۷ مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)

ترجمہ: حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب جنازہ پر امام موجود ہو تو وہ بقیہ تمام لوگوں سے اس کی نماز پڑھانے کے لیے بہتر ہے۔

مندرجہ بالا روایات سے چند امور بالصراحت ثابت ہوئے:

۱۔ جماعت کے وقت اگر حاضرین میں کوئی زیادہ قرأت قرآن والا ہے تو وہ ان میں سے زیادہ حقدار ہے۔

۲۔ اگر قرأت قرآن میں سب مساوی ہوں تو مقدم فی الہجرت اولیٰ ہے۔

۳۔ اگر تمام کے تمام ہجرت میں برابر ہوں تو عمر رسیدہ بہتر ہے۔

۴۔ اگر سب ہی ان اوصاف (قرأت، تقدم فی الہجرت، عمر) میں مساوی ہوں تو اگر اس مسجد کا مخصوص امام ہو۔ وہ زیادہ حق دار ہے۔

۵۔ مذکورہ تمام افراد کی موجودگی میں اگر خلیفۂ وقت اور امام وقت ہو تو وہ سب سے اولیٰ ہے

۶۔ نمازِ پنجگانہ ہو یا نمازِ جنازہ ان کی امامت کے استحقاق کی یہی ترتیب ہے۔ ان میں کوئی فرق نہیں۔

خلاصۂ کلام:

امیر المومنین اور خلیفۂ وقت اگر کسی جماعت کے افراد میں موجود ہو تو امام جعفر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے فرمان کے مطابق وہی مصلّٰی امامت پر کھڑا ہونے کا سب سے زیادہ مستحق ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی یہی ارشاد فرمایا:

قَالَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَلْوَالِی اَحَقُّ بِالصَّلٰوۃِ عَلَی الْجَنَازَۃِ مِنْ وَّلِیِّھَا۔

(قرب الاسناد مع الاشعثیات صفحہ ۲۱۰ جلد دوم باب من احق بالصلوٰۃ علی المیت مطبوعہ طہران طبع جدید)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر کسی کی نمازِ جنازہ میں میت کا ولی اور امیر المومنین خلیفۂ وقت دونوں موجود ہوں تو ان میں سے خلیفہ وقت نمازِ جنازہ پڑھانے کی اولویت رکھتا ہے یعنی امیر المومنین کا حق زیادہ ہے۔

اسلامی قانون کے مطابق سیدہ فاطمہ کے جنازہ کی امامت کے سب سے زیادہ حقدار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

جب ہم شیعہ حضرات کی کتب سے چند حوالہ جات پیش کر چکے ہیں جن میں امامت کے لیے بہتر اشخاص کی ترتیب کا ذکر ہے تو اسی ترتیب کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ کے بارے میں سوچ کر فیصلہ کرتے ہیں کہ سیدہ کی نمازِ جنازہ کی امامت کا زیادہ حق دار کون تھا؛

اہل بیت کے مذکورہ اصول کے مطابق اس منصب کے لیے سب سے اولیٰ شخصیت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی ہے کیوں کہ سب موجودین میں مقدم فی الہجرت آپ ہی تھے اور آپ کی ہجرت وہ عظیم الشان مرتبت والی ہے کہ جس کو شخصی طور پر منصوص من اللہ" ہونے کی سعادت حاصل ہے۔ پھر آپ کی ہجرت امام الانبیاء کی معیت میں عمل میں آئی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ میں شریک حاضرین میں سے عمر کے اعتبار سے آپ سب سے زیادہ عمر والے تھے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے محلہ میں واقعہ مسجد "مسجد نبوی" کے امام بھی صدیقِ اکبر ہی تھے۔

اور سب سے افضل وصف کہ آپ وقت کے خلیفہ اور مومنین کے امیر بھی تھے جن کی موجودگی میں "ولی میت" بھی اولویت سے محروم ہو جاتا ہے۔

حضراتِ ناظرین: آپ غور فرمائیں جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا اس دن وقت کا خلیفہ وہیں موجود تھا جس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ آپ (صدیقِ اکبر) نے فوتیدگی پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تعزیت کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نمازِ جنازہ میں موجود ہوں گے تو پھر ایسی جامع صفاتِ اولویت کے ہوتے ہوئے دوسرا کون اس بات کا حق رکھتا ہے کہ مصلیٰ امامت پر کھڑا ہو کر نماز پڑھائے کیونکہ شیعہ کتب کے حوالہ جات سے آپ سے بڑھ کر کون زیادہ مستحق ہو سکتا تھا۔ اسی لیے مستند احادیث میں موجود ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ کی امامت حضرت خلیفۃ المومنین سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمائی۔

جنازۂ فاطمہؓ میں امامتِ صدیقِ اکبرؓ

طبقات ابن سعد: اَخْبَرَنَا شَبَابَہ ابن سوار حدثنا عبد الاعلیٰ بن ابی المساور عن حماد عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ صَلّٰى اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ عَلَيْهَا اَرْبَعًا۔

۱۔ (طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۲۹ ذکر بنات رسولؐ

۲۔ (کنز العمال ص۳۱۸ جلد ۱۵ حرف المیم کتاب الموت)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

ترجمہ: حماد بن ابراہیم سے روایت ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ کی امامت کرائی اور آپ نے چار تکبیریں کہیں

کنز العمال:

عَنْ جَعْفَرَ ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مَاتَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ لِيُصَلُّوْا، فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ تَقَدَّمْ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِاَتَقَدَّمَ وَ اَنْتَ خَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَقَدَّمَ اَبُوْبَكْرٍ وَّصَلّٰى عَلَيْهَا۔

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۶۶)

ترجمہ: حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو ابوبکر و عمر دونوں نماز جنازہ پڑھنے کے لیے آئے ابوبکر صدیق رضؓ آگے بڑھے اور حضرت علیؓ سے فرمایا آپ مصلیٰ امامت پر تشریف لے چلیے تو حضرت علی نے کہا آپ رسول اللہ کے خلیفہ ہیں آپ کی موجودگی میں میں کیسے آگے بڑھ سکتا ہوں تو پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور سیدہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیان کردہ قانون کے مطابق حضرت صدیق اکبر کو امامت کے لیے آگے بڑھنے کو کہا کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب صدیق کو خلیفۂ رسول سمجھتے تھے اور کہتے تھے تو صدیق اکبر نے آگے بڑھ کر نماز جنازہ پڑھائی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

امام حسین نے سُنّت سمجھتے ہوئے امام حسن اور سیدہ اُم کلثوم کا جنازہ حاکم وقت سے پڑھوایا۔

اسی قانون کی تائید امام حسین رضی اللہ عنہ کے قول و فعل سے بھی ثابت ہوتی ہے جب امام حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو باوجود اس کے کہ آپ "ولی میت" تھے اور دیگر اوصاف کے مالک بھی تھے لیکن مصلی امامت پر سعید بن العاص والی مدینہ کو کھڑا کیا اور فرمایا:

اگر نماز میں حاکم وقت کی امامت کا دستور نہ ہوتا تو میں تمہیں ہرگز امامت نہ کرنے دیتا۔"

حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

کشف الغمۃ:

قَدْ تَقَدَّمَ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ صَلّٰى عَلَى الْحَسَنِ لِاَنَّهٗ كَانَ وَلِيًّا يَوْمَئِذٍ عَلَى الْمَدِيْنَةِ ۔

(کشف الغمہ جلد اوّل صفحہ ۵۸۶ طبع تبریز فی تذکرۃ شہادت حسن رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سعید بن العاص نے امام حسن کی نماز جنازہ پڑھائی کیوں کہ یہ ان دنوں مدینہ کے گورنر تھے۔

مقاتل الطالبیین:

حدثنی محمد بن الحسین الاشنانی قال حدثنا عبداللہ ابن الوضاح قال حدثنی بن یمان عن الثوری عن سالم بن ابی حفصۃ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ اَنَّ الْحُسَیْنَ بْنَ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عَلِيٍّ قَدَّمَ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ لِلصَّلٰوةِ عَلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَقَالَ تَقَدَّمْ فَلَوْلَا اَنَّهَا سُنَّةٌ مَا قَدَّمْتُكَ

(مقاتل الطالبین مصنفہ ابو فرج اصفہانی شیعی صفحہ ۷۷،
طبع بیروت ذکر حسین بن علی)

ترجمہ : بے شک امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے امام حسن کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے سعید بن العاص کو آگے کیا اور کہا آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں اور فرمایا اگر اسی طرح دستور نہ ہوتا تو میں تمہیں آگے نہ کرتا۔

ابن حدید شرح نہج البلاغہ :

قَالَ اَبُو الْفَرَجِ وَقَالَ جُوَيْرِيَةُ بْنُ سَمَاءٍ لَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ وَاَخْرَجُوْا جَنَازَتَهُ جَاءَ مَرْوَانُ حَتّٰى دَخَلَ تَحْتَهُ فَحَمَلَ سَرِيْرَهُ فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَتَحْمِلُ الْيَوْمَ سَرِيْرَهُ وَبِالْاَمْسِ كُنْتَ تُجَرِّعُهُ الْغَيْظَ قَالَ مَرْوَانُ كُنْتُ اَفْعَلُ ذٰلِكَ بِمَنْ يُوَازِنُ حِلْمُهُ الْجِبَالَ قَالَ وَقَدَّمَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلصَّلٰوةِ عَلَيْهِ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ اَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ وَقَالَ تَقَدَّمْ فَلَوْلَا سُنَّةٌ لَمَا قَدَّمْتُكَ۔

(ابن حدید شرح نہج البلاغہ جلد ۴ صفحہ ۱۸ فی فصل مارثی بہ الحسن
و شرح الفاظ الفصل)

ترجمہ : جب امام حسن کا انتقال ہوا اور ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو مروان نے آکر کندھا دیا یہ دیکھ کر امام حسین علیہ السلام نے مروان کو کہا آج کندھا دے رہے ہو اور کل انھیں پانی کی طرح غصہ پلاتے تھے۔ مروان نے کہا میں :

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یہ معاملہ اس شخص کے ساتھ کرتا تھا جو بُردباری میں پہاڑ کی مانند تھا۔ امام حسین نے نماز جنازہ کے لیے سعید بن العاص گورنر مدینہ کو آگے کیا اور کہا نماز پڑھائیے اگر یہ سُنّت نہ ہوتی تو میں نہیں آگے نہ کرتا۔

کتاب الجعفریات :

عن جعفر بن محمد عن ابیه لَمَّا تُوُفِّيَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَرَجَ مَرْوَانُ ابْنُ الْحَكَمِ وَ هُوَ اَمِيْرٌ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْ لَا السُّنَّةُ مَا تَرَكْتُهُ يُصَلِّي عَلَيْهَا۔

(کتاب الجعفریات صفحہ ۲۱۰ باب من احق بالصلوٰۃ علی المیت

قرب الاسناد جلد دوم ص۲۱۱ باب من احق بالصلوٰۃ علی المیت

ترجمہ: امام باقر فرماتے ہیں جب ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ کا انتقال ہوا تو اس وقت مدینہ کا حاکم "مروان بن حکم" نماز جنازہ کے لیے (امامت کے لیے) نکلا تو امام حسین بن علی نے کہا۔ اگر طریقہ شرعی یہ نہ ہوتا تو میں تمہیں اس کی نماز جنازہ نہ پڑھانے دیتا۔

منتہی الآمال :

در عمدۃ المطالب است کہ عبداللہ بن جعفر در سنہ ۸۰ھ در مدینہ وفات کرد ابان بن عثمان بن عفان بر وے نماز گزاشت و در بقیع مدفون شد و قولے است کہ در ابوا ر وفات کرد سنہ ۹۰ھ و سلیمان بن عبدالملک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

مروان برادنماز گزاشت ودرآنجا دفن شد۔

(منتہی الامال مصنفہ شیخ عباس قمی جلد اوّل صفحہ ۲۳۹ ذکر

عبداللہ بن جعفر طیار)

ترجمہ: "عمدۃ المطالب" میں ہے کہ ۸۰ھ میں جب عبداللہ بن جعفر کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوا تو ابان بن عثمان بن عفان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع میں دفنائے گئے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ۹۰ھ میں مقام ابوا میں انتقال فرمایا اور سلیمان بن عبدالملک مروان نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور وہیں دفنائے گئے۔

تنبیہ:

کتبِ شیعہ کے مذکورہ حوالہ جات نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ طبقات ابن سعد اور کامل ابن اثیر کی روایات معتبر اور صحیح ہیں اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ ائمہ اہلِ بیت کا یہی دستور رہا کہ اپنے افراد کی نماز جنازہ اس سے پڑھواتے جو وقت کا حاکم ہوتا اور یہ اس لیے کرتے تھے کہ سنت یہی طریقہ تھا کیوں کہ حضرت علی المرتضیٰ کا قول و فعل یہی تھا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ تو پڑھی نہیں گئی نہ اس کی ضرورت تھی۔ آپ کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ کے لیے حضرت ابو بکر صدیق کو آگے کیا تو انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ ہے وہ سنت ہے جس کا اعلان امام حسین نے سعید بن العاص کے امام بنانے پر کیا اور یہی وہ سُنّت ہے جس پر ام کلثوم کے جنازہ کی نماز کے وقت عمل کیا گیا۔

اسی سُنّت کے بارے میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر سنت نہ ہوتی تو تمہیں (سعید بن العاص و مروان بن حکم کو) نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت نہ دیتا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

باب

کُتبِ شیعہ سے سیدنا صدیق اکبر کی اہلبیت سے مُحبّت وعقیدت کے حوالہ جات

حوالہ نمبر ۱ :

حق الیقین ؛ صدیق اکبرؓ کی سیدہ فاطمہؓ سے بے پناہ عقیدت

ابوبکر گفت ای حبیبۂ رسولِ خدا من صلہ قرابتِ رسول را دوست تر میدارم
از صلہ قرابت خود و من آرزو میکنم کہ کاشکی روزے پدر تو مردن میمردم و
بعد از وفات او نمی ماندم آیا گمان داری کہ من ترا نشناسم و حق ترا دانم و
میراث ترا از حضرت رسول (ص) ، تو ندہم من شنیدم از رسول خدا (ص)
کہ ما گروہ انبیاء میراث نداریم آنچہ از ما می ماند صدقہ است . فاطمہ گفت
اگر من حدیثے از رسولِ خدا نقل کنم آیا اقرار بآں میکنید گفتند بلی فرمود کہ قسم
میدہم شمارا بخدا کہ نشنیدید از آنحضرت کہ گفت رضائے فاطمہ از رضائے
من است و سخط فاطمہ از سخط من است وہر کہ فاطمہ دختر من را دوست
دارد پس بتحقیق کہ مرا دوست داشتہ است وہر کہ راضی کند فاطمہ را بتحقیق
کہ مرا راضی گردانیدہ وہر کہ بخشم آورد فاطمہ را بتحقیق کہ مرا بخشم آوردہ ،
گفتند بلی شنیدیم ایں را از رسولِ خدا ، فاطمہ گفت پس من خدا را
و ملائکہ را گواہ میگیرم کہ شما مرا بخشم آوردید و مرا خوشنود نگردانیدہ اگر رسول

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

خدا را ملاقات کنم شکایت شما را خواہم کرد۔ باو ابوبکر گفت پناہ می برم بخدا از سخط او و از سخط تو اے فاطمہ پس ابوبکر آنقدر گریست بر خود کہ نزدیک بود ہلاک شود فاطمہ گفت بخدا کہ نفرین خواہم کرد ترا در ہر نمازے ابوبکر گفت من دعا خواہم کرد از برائے تو در ہر نمازی پس گریاں بیروں آمد ابوبکر با مردم گفت شما ہر یک می روید با حلیلہ خود خوشحال می خوابید و مرا بایں حال میگذارید مرا احتیاجے نیست ببیعت شما اقالہ کنید بیعت مرا گفتند اے خلیفہ رسول اللہ ایں امر مستقیم نمی شود بدوں تو و اگر اقالہ کنی دین خدا برپا نمی شود ابوبکر گفت اگر نہ ترس ایں بود و آنکہ مبترسم عروۂ اسلام سست شود ہر آئینہ یکشب با بیعت شما نمی خوابیدم بعد از آنچہ شنیدم و دیدم از فاطمہ۔

(حق الیقین صفحہ ۱۱۴-۱۱۵ باب پنجم در طعن خلافت غاصبین)

ترجمہ:

ابوبکر صدیق نے کہا اے رسول خدا کی لاڈلی! میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت سے صلہ رحمی کو اپنی قرابت کی صلہ رحمی سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں ہائے افسوس! جس دن تمہارے والد رخصت ہوئے میں مر جاتا ان کے وصال کے بعد میں نہ رہتا۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ میں تمہیں پہچانتا ہوں اور تمہارا حق بھی جانتا ہوں اس کے باوجود تمہیں میراثِ رسول نہیں دوں گا (ایسا نہیں ہو سکتا) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ہم گروہ انبیاء کی میراث نہیں ہوتی ہمارا سب کچھ صدقہ ہوتا ہے۔ فاطمہ نے کہا اگر میں ایک حدیث رسول بیان کروں تو کیا اسے مان لوگے۔ کہا کیوں نہیں۔ فرمایا میں تمہیں قسم دلا کر پوچھتی ہوں کیا تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا کہ فاطمہ کی خوشی میری خوشی سے ہے اس کی ناراضگی میری ناراضگی ہے جس نے میری بیٹی فاطمہ کو محبوب رکھا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

تحقیق اس نے مجھے محبوب رکھا جس نے فاطمہ کو راضی کیا یقیناً اس نے مجھے راضی کیا جس نے فاطمہ کو غصہ دلایا اس نے مجھے غصہ دلایا۔ ابوبکر صدیق نے کہا ہاں ضرور سنا ہے۔ سیدہ نے کہا میں اللہ اور اس کے فرشتوں کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ تم نے مجھے غصہ دلایا اور مجھے راضی نہیں رکھا۔ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو تمہاری شکایت کروں گی۔ ابوبکر نے انہیں کہا! تمہاری ناراضگی سے اللہ کی اور تمہاری پناہ چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر صدیق اکبر اتنا روئے کہ قریب تھا ہلاک ہو جاتے۔ فاطمہ نے کہا۔ اللہ کی قسم! میں ہر دعا میں تم پر نفرت کے کلمات کہتی ہوں۔ ابوبکر نے کہا میں ہر نماز میں تمہارے لیے دعا کرتا ہوں۔ پھر روتے ہوئے ابوبکر نے لوگوں سے کہا تم میں سے ہر ایک اپنی بیوی کے پاس چلا جاتا ہے اور خوش رہتا ہے اور آرام سے جاکر سو جاتا ہے اور مجھے اس حال میں چھوڑ کر چلے جاتے ہو۔ تمہاری بیعت کی مجھے کوئی ضرورت نہیں۔ میری بیعت توڑ دو۔ لوگوں نے کہا اے خلیفۂ رسول یہ کام آپ کے بغیر درست نہ رہ سکے گا۔ اگر آپ بیعت توڑتے ہیں تو اللہ کا دین قائم نہ رہ سکے گا۔ ابوبکر نے کہا اگر اس بات کا خطرہ نہ ہوتا کہ اسلام کی کامیابی ماند پڑ جائے گی اور جو کچھ میں نے دختر رسول سے سنا تو اس کے بعد میں تمہاری بیعت کے ساتھ ایک رات بھی آرام نہ کرتا۔

حوالہ نمبر ۲:

حق الیقین:

اموال و احوال خود را از تو مضائقہ ندارم آنچہ خواہی بگیر تو سیدۂ امت پدر خودی و شجرۂ طیبہ از برائے فرزندانِ خود انکار فضل تو کسے نمی تواند کرد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

وحکم تو نافذاست در مالِ من۔ امادر اموالِ مسلمانان مخالفت گفتۂ پدر تونمی توانم کرد۔

(۱) بیت الاحزان ص۱۲۶ (شیخ عباسی قمی) بالفاظ مختلف

(۲) حق الیقین صفحہ ۲۰۱ باب پنجم احتجاج حضرت فاطمہ با ابوبکر درامر فدک)

(۳) ناسخ التواریخ زندگانی فاطمہ ص۱۴۸

ترجمہ: میں اپنا مال ومنال آپ سے دور نہیں رکھتا۔ ان میں سے جو آپ کی مرضی ہے لے سکتی ہیں۔ آپ اپنے والد کی امت کی سردار ہیں اور اپنے بچوں کے لیے شجرہ طیبہ ہیں۔ آپ کی فضیلت کا کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا اور آپ کا حکم میرے ذاتی مال میں نافذ ہے لیکن مسلمانوں کے اجتماعی مال میں آپ کے والد گرامی کے ارشاد کی میں مخالفت نہیں کرسکتا۔

خلاصۂ کلام:

"حق الیقین" کی مذکورہ دونوں عبارتوں میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اقوال سے یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ جناب صدیق کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دختر نیک اختر سے انتہائی عقیدت ومحبت تھی۔ اسی لیے فرمایا:

۱۔ کاش میں اس وقت مرجاتا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے رخصت ہوئے اور ان کی جگہ میری موت واقع ہوجاتی۔

۲۔ سیدہ! آپ کی شان کو پہچانتے ہوئے اور آپ کے حق کو جانتے ہوئے میں نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے کیسے روک سکتا ہوں جب کہ میں آپ کو اپنے مال میں تصرف کا کلی اختیار دیتا ہوں لیکن مجھے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا پاس ہے۔ آپ نے فرمایا ہماری میراث نہیں ہوتی بلکہ ہمارا سب کچھ چھوڑا ہوا صدقہ ہوتا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۴ : سیدہ نے جب اپنے مقام و مرتبہ کے پیشِ نظر صدیق اکبر کو اپنے گھر کا غلام سمجھتے ہوئے ناراضگی کا اظہار کیا جو شرعاً قابلِ گرفت نہ تھا لیکن اس کے باوجود صدیق اکبر کا یہ عالم تھا کہ روتے روتے قریب الموت ہو گئے اور سیدہ سے رخصتی کے بعد خلافت سے دستبرداری کا تہیہ کر لیا لیکن صحابہ کرام نے ایسے وقت خلافت سے دستبرداری کو اسلام کے لیے عظیم نقصان دہ قرار دیا تو اس مجبوری کے تحت دستبرداری تو نہ کی لیکن سیدہ کی ناراضگی کا اتنا اثر بتلایا کہ فرمایا میں اس ناراضگی کے ہوتے ہوئے ایک رات بھی خلافت میں گزار نہیں سکتا۔

حوالہ نمبر ۳ :

کشف الغمہ :

عن عتیبة بن الحرث قَالَ خَرَجْتُ مَعَ اَبِی بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ وَفَاةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِلَیَالٍ وَعَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَمْشِیْ عَلٰی جَنْبِهٖ فَمَرَّ بِحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ یَلْعَبُ مَعَ غِلْمَانٍ فَاحْتَمَلَهٗ عَلٰی رَقَبَتِهٖ وَهُوَ یَقُوْلُ بِاَبِیْ شَبِیْهٌ بِالنَّبِیِّ لَیْسَ شَبِیْهًا بِعَلِیٍّ قَالَ وَعَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَضْحَکُ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ مطبوعہ تبریز صفحہ ۵۵ جلد اوّل تذکرہ امام حسن فی فضائلہ)

ترجمہ : عتبہ بن حرث کہتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کئی دن بعد صدیق اکبر کے ہمراہ باہر نکلا اور حضرت علی ان کے ایک پہلو میں چل رہے تھے۔ ابوبکر صدیق کا گزر حسن بن علی کے پاس سے ہوا۔ وہ اس وقت بچوں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے ساتھ کھیل رہے تھے تو صدیق اکبر نے انہیں گردن (کندھوں) پر اُٹھا لیا اور کہنے لگے میرا باپ قربان: یہ بچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شبیہ ہے۔ علی کا شبیہ نہیں۔ یہ سُن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے۔

نوٹ:

کشف الغمہ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو امام حسن رضی اللہ عنہ سے اتنا پیار تھا جتنا کسی محبِ خالص کو ہوتا ہے۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب حضور کا وصال ہو چکا تھا اور سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہو چکے تھے خلیفۂ رسول اور امیر المومنین ہوتے ہوئے اپنا مقام و مرتبہ کا خیال نہ کیا۔ بلکہ محبت اہلِ بیت نے اس قدر غلبہ کیا کہ امام حسن کو کندھوں پر اٹھا لیا اور یہ شعر پڑھا:

بِاَبِیْ شَبِیْہٌ بِالنَّبِیِّ

لَیْسَ شَبِیْہًا بِعَلِیٍّ

اس قسم کا کام اسی شخص سے وقوع پذیر ہوتا ہے جو محبِ صادق ہو بناوٹی محب سے ایسی توقع نہیں کی جا سکتی کیوں کہ بناوٹی محب نے امام حسن کو کندھوں پہ بٹھانے کی بجائے ان کے نیچے سے مصلّٰے بھی کھینچ لیا اور نیزہ مار کر ان کی ران کو خون آلود کر دیا اور ان کا مال و اسباب بھی لوٹ لیا۔ اعتبار نہ ہو تو کشف الغمہ کی عبارت دیکھ لیجیے۔

کشف الغمۃ:

فَانْتَهَبُوْا حَتّٰى اَخَذُوْا مُصَلّٰى مِنْ تَحْتِہٖ ثُمَّ شَدَّ عَلَيْهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَطَعَنَ فِیْ فَخْذِہٖ فَشَقَّہٗ حَتّٰى بَلَغَ الْعَظْمَ۔

ا۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اوّل صفحہ ۵۴۰ مطبوعہ تبریز باب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فی صلحہ مع معاویہ

۲۔ احتجاج طبرسی جلد دوم صفحہ ۱ طبع جدید احتجاج حسن علی من انکر علیہ مصالحۃ معاویۃ۔

۳۔ احتجاج طبرسی صفحہ ۱۵۷ طبع قدیم احتجاج حسن بن علی علی معاویۃ

ترجمہ: انہوں نے (شیعوں نے) آپ کے مال کو لوٹا۔ آپ کے نیچے سے مصلیٰ کھینچ لیا۔ ایک آدمی (شیعہ) نے آپ کی ران میں نیزا مارا جو ہڈی تک پہنچ گیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حضرت ابوبکر صدیق پر اہلبیت کا اعتماد اور یقین

حوالہ نمبر ۱ :

حیات القلوب :

خدا ترا امر کردہ است کہ ابوبکر را ہمراہ خود ببری۔

حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۱۹۵ مطبوعہ نولکشور باب بست وچہارم در ہجرت آنحضرت بسوئے مدینہ

ترجمہ: شب ہجرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے حکم فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے لینا۔

حوالہ نمبر ۲ :

تفسیر حسن عسکری :

بعد ازاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر سے فرمایا آیا تو اس امر پر راضی ہے کہ میرے ساتھ رہے اور دشمن جس طرح میری تلاش میں ہوں اسی طرح تیری بھی جستجو کریں اور وہ تیری نسبت یہ معلوم کریں کہ تو ہی مجھ کو اس دعویٰ نبوت پر آمادہ کرتا ہے۔ اس وجہ سے تجھ کو میرے باعث بہت سی تکلیفیں اٹھانا پڑیں۔ انہوں نے جواب دیا یا رسول اللہ اگر میں تمام دنیا کے برابر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عمر پاؤں اور ہمیشہ سخت تر عذابوں میں مبتلا رہوں اور مجھ کو نہ تو آرام کی موت نصیب ہو اور نہ کسی قسم کی راحت ملے اور یہ سب کچھ حضرت کی محبت میں ہو تو میں اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہوں بہ نسبت اس کے کہ حضرت کی مخالفت میں مجھ کو تمام دنیا کی بادشاہی مل جائے اور عیش و عشرت سے زندگی بسر کروں۔ یا رسول اللہ! میرے اہل و عیال اور اولاد سب آپ پر نثار ہیں۔ حضرت نے ان کی یہ تقریر سن کر ارشاد فرمایا:

لَاجَرَمَ اِنِ اطَّلَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِكَ وَ وَجَدَ مَا فِيْهِ مُوَافِقًا لِمَا جَرٰى عَلٰى لِسَانِكَ جَعَلَكَ مِنِّىْ بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَ الْبَصَرِ وَ الرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ۔

ا۔ تفسیر حسن عسکری عربی صفحہ ۲۳۱

۲۔ آثار حیدری ترجمہ اردو تفسیر امام حسن عسکری صفحہ ۲۰۴ مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور

ترجمہ: تحقیق اللہ تیرے دل پر مطلع ہوا اور تیرے دل کو تیری زبان کے مطابق پایا بالیقین خدا نے تجھے بمنزلہ میرے سمع و بصر کے گردانا اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے۔

مذکورہ بالا دونوں عبارتوں سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

فائدہ نمبرا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم شب ہجرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ اللہ کے حکم سے لے گئے تھے، للذا یہ کہنا کہ شب ہجرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کفار کی طرف سے جاسوس تھے (معاذ اللہ) اور جاسوس اس غرض سے بنائے گئے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اگر پتہ مل جائے تو اطلاع کفار تک پہنچا دیں لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو راستے میں کھڑے دیکھا تو انہیں اپنے ساتھ لے لیا کیونکہ آپ کو ابوبکر کے ارادے کا علم ہو گیا تھا۔ اس طرح ابوبکر اپنی جاسوسی میں ناکام ہو گئے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ: یہ سراسر بہتان اور زیادتی ہے۔

فائدہ نمبر ۲:

ہجرت کی رات ساتھ چلنے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلوص کا امتحان لیا اور کامیابی کے بعد انہیں ساتھ لیا۔

فائدہ نمبر ۳:

حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ اپنی تفسیر میں اس روایت کو نقل کر کے اس بات کی تصدیق فرما رہے ہیں کہ اگر صدیق اکبر کو تا حیات مصائب و مشکلات کا سامنا رہے۔ یہ تو برداشت کر لیں گے لیکن حضور سرور کائنات کی مخالفت کسی صورت گوارا نہیں فرمائیں گے۔

فائدہ نمبر ۴:

تمام دنیا کی آسائشیں اور آرام بھی اگر آپ کو میسر ہوں تو یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار کر سکتے ہیں۔ مگر آپ کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے۔

فائدہ نمبر ۵:

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ کہ میں قیامت تک ہر عذاب و مصیبت برداشت کر سکتا ہوں اور دنیا کی شہنشاہی اور گھر بار سب کچھ چھوڑ سکتا ہوں لیکن آپ کی مخالفت نہیں ہو سکتی۔ یہ الفاظ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ نے تیرے ان الفاظ کی تصدیق فرما دی ہے۔

فائدہ نمبر ۶:

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایثار قربانی اور اللہ تعالیٰ کی تصدیق کے سلسلہ میں حضور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں وہ مرتبہ عطا فرمایا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی آنکھ اور کان کو ہے بلکہ جو مقام روح کا بدن کے ساتھ ہے۔

نوٹ:

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کس قدر اپنا قرب عطا فرمایا۔ اس کے باوجود اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ابوبکر صدیق (معاذاللہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اہل بیت کے دشمن تھے تو اس سے بڑھ کر بھی کوئی ناانصافی ہو سکتی ہے کیوں کہ یہ ناممکن ہے کہ کسی کی آنکھ، کان اور روح اسکی مخالفت کرے۔

علاوہ ازیں ایسے مشکل وقت میں جب کفار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے برہنہ تلواریں لیے بالکل آخری کوشش میں تھے تو اس نازک ماحول میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفر ہجرت میں ساتھ لے جانے کے لیے جس پر نگاہ پڑی اور جن کو ساتھ لینے کا اللہ نے حکم دیا وہ صدیق اکبر ہی تھے اور پھر غار ثور میں تنہا تین دن رات ان کو اپنے ساتھ رکھنا اور جن کی گود میں نیند فرمائی یہ سب باتیں ایسے آدمی سے ہی متوقع ہو سکتی ہیں جس پر اعتماد کامل ہو۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اس نازک وقت اور مشکل لمحات میں جس قدر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابوبکر صدیق پر اعتماد تھا وہ صرف انہی کا حصہ تھا۔

انہی اوصاف اور جاں نثاری کی بدولت اللہ نے صدیق اکبر کو وہ مرتبہ عطا فرمایا جس کی تصدیق اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فاروق اعظم کے بارے میں فرمایا کہ فاروق کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں تو ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد (صدیق اکبر) کے بارے میں پوچھا حضور نے جواب دیا کہ عمر کی تمام نیکیاں صدیق کی اس نیکی جو شب ہجرت "غار" کے موقعہ پر میسر آئی کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ (مشکوٰۃ)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حوالہ نمبر۳ :

کشف الغمہ : رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت تمام وصیات ابوبکرؓ سے کیں

قَالَ اَبُوْبَکْرٍ فَمَنْ يَلِيْ غُسْلَكَ قَالَ رِجَالُ اَهْلِ بَيْتِيْ الْاَدْنٰى فَالْاَدْنٰى قَالَ فَفِيْمَ نُكَفِّنُكَ ؟ قَالَ فِيْ ثِيَابِيْ هٰذِهِ الَّتِيْ عَلَيَّ اَوْ فِيْ حُلَّةٍ يَمَانِيَّةٍ خَزًا اَوْ فِيْ بَيَاضِ مِصْرٍ قَالَ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ ؟ فَارْتَجَّتِ الْاَرْضُ بِالْبُكَاءِ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ مَهْلًا عَفَى اللّٰهُ عَنْكُمْ اِذَا غُسِلْتُ وَكُفِّنْتُ فَضَعُوْنِيْ عَلٰى سَرِيْرِيْ فِيْ بَيْتِيْ هٰذَا عَلٰى شَفِيْرِ قَبْرِيْ ثُمَّ اُخْرُجُوْا عَنِّيْ سَاعَةً فَاِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَوَّلُ مَنْ يُّصَلِّيْ عَلَيَّ ثُمَّ يَاْذَنُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ۔

۱۔ (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ مطبوعہ تبریز جلد اول صفحہ ۱۷

۲۔ (جلاء العیون جلد اول ص۱۰۸ زندگانی رسول خدا)

ترجمہ : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت صدیق اکبر نے عرض کی آپ کے انتقال کے بعد آپ کو غسل کون دے گا ؟ فرمایا میرے اہل بیت میں سے قریبی، پھر قریبی مرد۔ عرض کی کن کپڑوں سے آپ کو کفن دیا جائے ؟ فرمایا جو ابھی میں نے پہن رکھے ہیں یا یمنی حلہ یا سفید مصری چادروں میں پوچھا آپ کی نماز جنازہ کیوں کر ہوگی اس پر زمین رونے لگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا ٹھہر جاؤ اللہ تمہیں معاف کرے جب مجھے غسل وکفن دے چکو تو میرے گھر میں ہی مجھے چارپائی پر لٹا کر قبر کے کنارے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

رکھ دینا پھر تم سب وہاں سے باہر آجانا اللہ تعالیٰ سب سے پہلے مجھ پر صلوٰۃ بھیجے گا پھر فرشتوں کو اجازت دے گا۔

مذکورہ عبارت سے دو امر بلا کسی تاویل کے ثابت ہوئے

امر اوّل :

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری لمحات میں تمام وصیات ابوبکر صدیق کو فرمائیں اگرچہ اس وقت بہت سے صحابہ کرام بھی موجود تھے اور اہل بیت کی اچھی خاصی تعداد بھی حاضر تھی تو اس سے معلوم ہوا کہ نبی پاک علیہ السلام کو صدیق اکبر پر انتہائی اعتماد تھا کیوں کہ خاص کر آخری لمحات میں کوئی شخص اپنے دشمن کو وصیتیں نہیں کرتا اور اسی کو وصیتیں کی جاتی ہیں جو کہ امین، صدیق اور معتمد خاص ہو۔

امر ثانی :

آپ کے اس ارشاد سے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ مجھ پر صلوٰۃ جنازہ پڑھے گا معلوم ہوا کہ آپ کا جنازہ عام لوگوں کے جنازے کی طرح نہ تھا تاکہ یہ اعتراض ہو سکے کہ صحابہ کرام نے آپ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی ورنہ یہ لازم آئے گا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ میں " اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا " پڑھا تو اس نے اپنے علاوہ کسی اور اِلٰہ سے دُعا مغفرت مانگی اور یہ صریح کفر و شرک ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی نماز جنازہ جو اللہ تعالیٰ نے پڑھی اس سے مراد آپ کی ذات پر رحمت کاملہ تامہ نازل فرمانا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے بعد میں فرشتوں نے رحمت کی دعا مانگی اور پھر صحابہ کرام باری باری آتے رہے اور رحمتوں کے نزول (صلوٰۃ و سلام) کی دُعا مانگتے رہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حوالہ نمبر۴:
کشف الغمہ:

وَقَبَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْضَۃً مِّنَ الدَّرَاهِمِ وَدَعَا بِاَبِیْ بَکْرٍ فَدَفَعَهَا اِلَیْہِ وَقَالَ یَا اَبَا بَکْرٍ اِشْتَرِ بِهٰذِهِ الدَّرَاهِمِ لِاِبْنَتِیْ مَا یَصْلُحُ لَهَا فِیْ بَیْتِهَا وَبَعَثَ مَعَهٗ سَلْمَانَ الْفَارِسِیَّ وَبِلَالًا لِیُعِیْنَاهُ عَلٰی حَمْلِ مَا یَشْتَرِیْهِ۔

۱. (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول صفحہ ۳۵۹ مطبوعہ تبریز باب فی تزویجہ فاطمۃ)
۲. جلاء العیون جلد اول ص۱۷۶ زندگانی فاطمہ زہراؓ)
۳. بیت الاحزان ص۳۳ حدیث تزویج فاطمہؓ)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹھی بھر درہم لیے اور ابوبکر کو بلا کر انہیں دیکر فرمایا ابوبکر! ان دراہم سے میری بیٹی کے لیے گھریلو ضروریات خرید لاؤ اور ان کے ساتھ سلمان فارسی اور بلال رضی اللہ عنہما کو بھی بھیجا تاکہ خریدی ہوئی اشیاء کے لانے میں ان کی مدد کریں۔

روایتِ بالا سے معلوم ہوا کہ سردار دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی بیٹی کے لیے جہیز خریدنے کے لیے ابوبکر صدیق کا انتخاب فرمایا تو یہ اس لیے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بخوبی جانتے تھے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر محبت و عقیدت اور ہمدردی سے میری بیٹی کے جہیز کا سامان کوئی دوسرا نہیں خرید سکتا۔ یہ انتخاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد کامل کی علامت ہے اور صدیق اکبر کی خیر اندیشی اور محبت اہل بیت کی عظیم مثال ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حوالہ نمبر ۵ :

کشف الغمہ :

كَانَ الْمُشْرِكُوْنَ يَرْمُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ وَعَلِيٌّ نَائِمٌ وَاَبُوْبَكْرٍ يَحْسِبُ اَنَّهٗ نَبِيُّ اللّٰهِ قَالَ فَقَالَ لَهٗ عَلِيٌّ اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ انْطَلَقَ اِلٰى بِئْرِ مَيْمُوْنٍ فَادْرِكْهُ فَانْطَلَقَ اَبُوْبَكْرٍ فَدَخَلَ مَعَهُ الْغَارَ ۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد اول صفحہ ۸۲ باب فی سبقہ فی الاسلام)۔

ترجمہ : کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں اِدھر اُدھر پھر رہے تھے ۔ اتنے میں ابوبکر آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے تھے ۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گمان کیا کہ یہ (علی) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (جو بیدار تھے اور اس گمان کو بھانپ گئے) فرمایا اللہ کے پیغمبر "بیر میمون" کی طرف تشریف لے گئے ہیں وہاں چلے جاؤ ۔ ابوبکر یہ سُن کر وہاں سے چل پڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی غار میں داخل ہوئے (کیوں کہ راستہ میں صدیق اکبر کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات ہو گئی تھی)

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات پر بے پناہ اعتماد تھا کہ وہ دل وجان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار ہیں اسی اعتماد کے ہوتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا پتہ بتلا دیا اور راستہ کی نشاندہی کر دی اور جلد ملاقات ہو جانے کی امید دلائی ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس امید دلانے پر اور صحیح نشاندہی کرنے پر جب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

صدیقِ اکبر چل پڑے تو واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس خبر کی صداقت "علی بن عیسیٰ" مصنف کشف الغمہ نے بھی کر دی وہ یوں کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ جب اس راستے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جا ملے تو دونوں نے اکٹھے چلتے ہوئے غار تک کا سفر کیا۔ اور غار کے اندر بھی دونوں اکٹھے داخل ہوئے۔ لہذا اس سے بھی معلوم ہوا کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے با اعتماد دوست تھے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص فدائی اور جانثار سپاہی بھی تھے اور جانثاری کا حق ادا کر کے اپنے اعتماد کو اور چار چاند لگا دیے۔ عمر بھر کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہل بیت کے مقابلہ میں اپنا مفاد نہ سوچا۔ اسی لیے "یارِ غار" کہلائے

ع

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

غصب فدک کے متعلق ایک فیصلہ کن ایمانی اور تحقیقی بیان

از

پیر طریقت راہبر شریعت واقف اسرار حقیقت محب

آل واصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے سچے جانشین عطا فرمائے جنہوں نے نیابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کرتے ہوئے راہ مستقیم کو واضح سے واضح تر کر دیا اور ان کے دور میں کبھی کسی پر ظلم ہوا نہ انہوں نے کسی کو ایسا کرنے دیا۔ مگر خدا عقل دے گمراہ فرقہ شیعہ کو جن کا کہنا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں باغ فدک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے گئے تھے۔ ادھر نبی علیہ السلام نے آنکھیں بند کیں۔ ادھر ابو بکر صدیق نے حکومت سنبھالی اور سب سے پہلا یہ کام کیا کہ سیدہ سے باغ چھین لیا۔ اور بعض سنی بھی شیعوں کی ہمنوائی کرتے ہیں یا یہ کہ شیعہ خود کو سنی ظاہر کر کے ایسا کہتے ہیں۔ حالانکہ اس جھوٹے افسانے کی کوئی حقیقت نہیں ہے نہ نبی علیہ السلام نے انہیں باغ دیا تھا۔ نہ صدیق اکبر نے لیا تھا۔

میں سید ہوں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میری نانی ہیں ان کی عزت کا پاس جتنا مجھے ہے اتنا کسی اور کو مشکل ہوگا۔ اور مجھے ان سے جو نسبت حاصل ہے ہر کوئی اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا چنانچہ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ ابو بکر صدیق نے سیدہ فاطمہ کا باغ غصب کر لیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

حالانکہ یہ سراسر کذب اور ذات سیدنا صدیق اکبر پر بہتان عظیم ہے کیونکہ حیدر کرار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے وہ قوت عطا فرمائی کہ وہ کبھی کسی باطل قوت کے آگے نہ جھکے۔ ان کا بہادرانہ اور دلیرانہ ارشاد حسب ذیل ہے۔

اگر سارا عرب بھی میرے مقابلے میں آجائے تو میں ان کی گردنیں اُتارنے میں جلدی کرتا رہوں گا۔

(۱)۔ نہج البلاغہ خطبہ ۴۵ ص ۲۱۸

(۲)۔ مناقب آل ابی طالب جلد ۳ ص ۳۶۱

اب مقام غور ہے۔ کہ اگر باغ فدک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ملک ہوتا تو علی مرتضیٰ شیر خدا اسے کبھی غصب نہ ہونے دیتے، بفرض محال اگر مان بھی لیا جائے کہ حضرت علی نے وقتی طور پر مخالفین کی مخالفت کی وجہ سے یہ حق چھوڑ دیا تو پھر اپنے زمانہ خلافت میں جب کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رحلت فرما گئی تھیں۔ آپ نے اسے سیدہ کے ورثا کے حوالے کیوں نہ کیا۔ یہ کب ممکن ہے کہ باغ فدک بھی سیدہ کا ہو جو امام الانبیاء کی لخت جگر ہیں اور خود حضرت علی مرتضیٰ کی زوجہ طاہرہ ہیں۔ علی مرتضیٰ کو پتہ بھی ہو کہ سیدہ کا باغ، غصب ہو گیا ہے۔ اور علی مرتضیٰ کے پاس ایک معمولی منصب نہیں ساری خلافت اسلامیہ کی زمام بھی ہو پھر بھی حضرت علی مذکورہ باغ سیدہ کی اولاد کو واپس نہ دلوائیں تو آخر کیوں؟

خدا سے ڈرو ۔۔۔۔ قیامت کو ہر چیز کا حساب دینا ہو گا۔

اگر تمہارے پاس جواب نہیں ہے تو مجھ سے سنو۔ میں خاندان سادات کی وکالت کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ حضرت علی نے اپنے دور خلافت میں باغ فدک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ورثا کو اس لیے نہ دلوایا تھا کہ آپ کے نزدیک اس باغ فدک

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کے بارہ میں اپنے پیش رو صدیق اکبر کا فیصلہ انصاف کے عین مطابق تھا۔ جناب علی نے صدیقی فیصلے کو برقرار رکھتے ہوئے اس کی صداقت پر مہر تصدیق لگا دی۔ ورنہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ سیدہ کا باغ ہو اور آپ اسے واپس نہ دلوائیں۔ کیونکہ آپ نے اپنے بیٹوں امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو جو لازوال وصیت فرمائی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

نیکی کا حکم کرتے رہنا برائی سے روکتے رہنا اگر تم نے یہ کام چھوڑ دیا تو تم پر ظالم حاکم مسلط ہو جائیں گے پھر تمہاری دعا قبول نہ ہو گی۔

(نہج البلاغہ خطبہ ۴۷ صـ۴۲۲)

تو جس شخص کا نصب العین ہی برائی سے روکنا ہو وہ کب کسی کے حق کو مغصوب دیکھ کر خاموش رہ سکتا ہے۔ یقیناً آپ صدیقی فیصلہ کو برحق مانتے تھے۔ جس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ (جو خاندان سادات کے عظیم سرمایہ ہیں) سے سوال کیا گیا کہ حضرت ابوبکر نے سیدہ سے باغ فدک چھین لیا تھا تو جناب زید بن علی نے غصے میں آ کر فرمایا۔

یاد رکھو ان کا فیصلہ برحق تھا اور اگر بالفرض باغ فدک کا معاملہ میرے سپرد کیا جاتا تو میں وہی فیصلہ کرتا جو ابوبکر صدیق نے کیا تھا۔

(ابن ابی حدید شرح نہج البلاغہ جلد چہارم
صـ۸۲)

لہذا میرا بھی وہی فیصلہ ہے جو میرے جد امجد حضرت زید بن علی کا ہے۔

اس سلسلے میں اعلان کرتا ہوں کہ جو آدمی خود کو آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف یا دربار عالیہ شرقپور شریف سے منسوب کرے اور پھر ابوبکر صدیق پر طعن کرنے والوں کو دوست رکھے اس کا ہمارے آستانہ سے کوئی تعلق نہیں خواہ وہ سید ہو یا غیر سید تو وہ اہل سنت ہی سے خارج ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

میرا یہ بیان آئندہ آنے والی ہماری تمام نسبی اور روحانی ذریت کے لیے ایک سند ہے۔ اللہ ہمیں ہمیشہ آل و اصحاب رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت پر قائم رکھے۔

ابوبکر صدیقؓ کی بارگاہِ عالیہ میں میرا وہی عقیدہ ہے جو میرے جدِ امجد امام باقرؓ کا ہے علامہ اردبیلی شیعی نے کشف الغمہ میں یوں نقل کیا ہے :۔

کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تلوار کا جڑاؤ اس لیے جائز ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ جڑاؤ کیا تھا۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا آپ بھی انہیں صدیق کہتے ہیں؟ یہ سن کر امام باقر ایک دم جذبات سے اٹھے اور فرمانے لگے وہ یقیناً صدیق ہیں بلاشک صدیق ہیں اور بالیقین صدیق ہیں اور سنو جو انہیں صدیق نہ کہے اللہ اسے دنیا میں بھی جھوٹا کرے اور آخرت میں بھی جھوٹا کرے[1]

اس لیے میں امام باقرؓ کی اولاد ہونے کے رشتہ سے یہ آرزو رکھتا ہوں کہ مجھے روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شفاعت نصیب فرمائے اور ان کی محبت ہی میرا توشۂ آخرت ہے اور ان کی گردِ راہ میری آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہے۔

آمین ثم آمین

سید محمد باقر علی شاہ خادم آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

۱۴ اگست ۱۹۸۵ء بروز بدھ

٭

[1] کشف الغمہ صفحہ ۱۴۷ جلد دوم فی معاجز الامام الباقر۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari